www.KitaboSunnat.com

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

مکاتیب سلیمان!

یعنی

علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین وشن جج پٹیالہ کے علمی و تبلیغی خطوط کا مجموعہ!

المکتبة الاثریة

جامع مسجد اہلحدیث باغوالی سانگلہ ہل

ضلع شیخوپورہ / پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مکاتیب سلمان معہ خلاصۂ مضمون

خط	خلاصۂ مضمون	
پہلا خط صفحہ ۳ تا ۲۴	ایک ذی علم مسلمان عیسائی مبلغین کے نرغہ میں پھنس گیا، قریب تھا کہ وہ عیسائی ہو جاتا، اس نے قاضی صاحب مرحوم سے اپنے شکوک کا اندفاع چاہا، قاضی صاحب مرحوم نے اس کے تمام اعتراضات کے تفصیلی جواب اسی خط میں لکھ دیئے ہیں، جنکی وجہ سے وہ بچ گیا، اور عیسائیت کا شکار نہ ہوا،	
دوسرا خط صفحہ ۲۵ تا ۵۱	غازی محمود دھرمپال بی اے (سابق مسٹر عبدالغفور) جو ۱۹۰۳ء میں مرتد ہوئے اور ۱۹۱۴ء تک نہ صرف آریہ بنے رہے بلکہ آریوں کے مبلغ اور پرچارک رہے جب آریہ سماج سے بدظن ہوئے تو آپ نے چند اعتراضات شائع کر کے تمام علماء کو چیلنج دیا کہ جو میری تسلی کر دیگا، میں اس کا مذہب اختیار کر لونگا، چنانچہ اس خط میں مرحوم نے ان کے سوال کا مدلل جواب دیا ہے، غازی محمود صاحب کا بیان ہے کہ خط دیکھ کر میں خود قاضی صاحب کے پاس گیا، کئی مزید اعتراض کئے، مرحوم نے تسلی بخش جواب دیئے، اور میں انہی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا،	
تیسرا خط صفحہ ۵۲ تا ۶۶	اس خط میں ایک محقق پادری کے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ہیں، توریت، انجیل اور قرآن کی باہمی مشابہت کیا ہے؟ حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق میں کیا فرق ہے؟ حضرت عیسیٰ افضل ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی کیونکر نمونہ بن سکتی ہے؟ جوابات نہایت مدلل اور قابلِ دید ہیں،	
چوتھا خط صفحہ ۶۷ تا ۷۶	یہ خط ایک احمدی (مرزائی) کے نام ہے، جس میں مسیح کی آمد اور اس کی علامات پر بحث ہے، منہاج نبوت کا ذکر ہے، اور مرزائیت کے بطلان پر بیشمار دلائل مندرج ہیں،	
پانچواں خط صفحہ ۷۷ تا ۸۱	یہ ایک شیعہ (اثنا عشری) کے جواب میں ہے جس میں مذہب شیعیت پر بہت سے تاریخی حقائق پیش کئے گئے ہیں،	
چھٹا خط	یہ خط بھی شیعوں ہی سے متعلق ہے جس میں واقعہ قرطاس کی تشریح، حدیث ثقلین کی تفسیر، قصہ فدک کا تفصیلی بیان ہے،	
ساتواں خط	اس خط میں اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت و حرمت پر بحث کی گئی ہے کہ انگلستان کے رہنے والے مسلمان کیونکر زندگی بسر کریں،	
آٹھواں خط	اس خط میں "اِسْمُهٗ اَحْمَد" کی تشریح ہے کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا مرزائے قادیان؟ دلائل نہایت دلکش اور قابلِ دید ہیں،	
نواں خط	اس میں مسئلہ تقدیر، قبض ارواح، اور عذاب قبر و حشر کی پوری تفصیل اور تشریح کی گئی ہے جو عوام کی سمجھ میں بھی آ سکتی ہے،	105
دسواں گیارھواں	ان دونوں خطوں میں مسئلہ آمین بالجہر پر روشنی ڈالی گئی ہے اور تفرقہ اندازی سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے،	115
بارھواں خط	اس خط میں علمی نقطۂ نگاہ سے حضرت اسمٰعیل کے ورود مکہ، واقعہ ذبیح، صاحب کتاب، قصہ بحیرا، خواص زمزم، چاہ زمزم، خیل اسمٰعیل اور کعبہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے جو نہایت دلچسپ اور قابلِ قدر ہے،	111
تیرھواں خط	یہ خط ایک عیسائی پادری کے جواب میں ہے جس میں توحید اور تثلیث کی بحث، کفارہ کی تشریح اور اسلام کی فضیلت کا تفصیلی بیان ہے،	
چودھواں خط	یہ خط بھی عیسائیت ہی سے متعلق ہے جس میں آنحضرت کی نبوت اور قرآن کی صداقت عیسائی مذہب ہی سے ثابت کی گئی ہے اور حضرت مسیح کے "کلمۃ اللہ اور روح منہ" ہونے کی تفصیل اور واقعہ صلیب کی تردید کی گئی ہے،	131
پندرھواں خط	یہ ایک ہندو کے جواب میں ہے جس میں اذان کی حکمت، خنزیر کی حرمت، اور حضور پُرنور کی رحمۃ للعالمینی پر روشنی ڈالی گئی ہے،	
سولھواں خط	اس خط میں قتل عمد کے مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قاتل اور مقتول کی کیفیت کیا ہوگی،	
سترھواں خط	اس خط میں اس مسئلہ کی تفصیل ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسجد پر سود کا روپیہ خرچ کرے تو اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟	
اٹھارھواں خط	اس خط میں حدیث کی ضرورت و اہمیت بیان کی گئی ہے اور منکرین حدیث کو مدلل جواب دیا گیا ہے،	
نمبر ۱۹ تا ۳۷	ان چند خطوط میں مختلف علمی مذاکرے، تاریخی نکتے، اور مذہبی حقائق و معارف منقول ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں،	

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پہلا خط

قاضی صاحب مرحوم کا یہ خط جو ایک پمفلٹ کی صورت میں "استقامت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، محض اس لئے پہلے نمبر پر شائع کیا جا رہا ہے، کہ مرحوم نے جس خلوص اور للہیت سے یہ ارقام فرمایا ہے، وہ اس امر کا مقتضی ہے، کہ اسی سے مکاتیب کی ابتدا کی جائے، علامہ مرحوم نے جب پہلی بار خاکسار کو رسالہ استقامت دیا، تو فرمایا، کہ میں دفتر جا رہا تھا، کہ راستہ میں پوسٹ مین نے مجھے ایک خط دیا، جس میں صاحب مکتوب نے ارقام فرمایا تھا، کہ اگر مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا، تو میں عیسائی ہو جاؤں گا، میں یہ جملہ پڑھ کر فوراً گھر کی طرف لوٹا، کہ مبادا دیر ہو جائے، اور وہ اسلام چھوڑ دے، چنانچہ آدھ گھنٹہ میں یہ خط لکھا، ڈاک میں ڈالا، اور پھر دفتر روانہ ہوا ——— مرحوم نے "استقامت" پر جو دیباچہ لکھا ہے، چونکہ وہ بھی اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالتا ہے اس لئے اُسے بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے :-

برادران اسلام! یہ رسالہ در اصل ایک خط ہے، جو ایک دوست کے نام بھیجا گیا تھا، یہ صاحب پہلے سناتن دھرمی ہندو تھے، پھر آریہ بنے، اور دیانند سرستی کے ساتھ رہنے اور ان سے علم پڑھنے کا بھی موقعہ حاصل کیا، پھر توفیق ازلی اور سعادت ابدی سے اسلام میں داخل ہوئے، اور اسلام کے واعظ بنے، اسلام کی حالت میں غریب خانہ پر بھی دو تین ماہ تک ٹھہرے تھے، قریباً چھ ماہ تک پھر اُن کا کوئی پتہ نہیں رہا تھا، اتنے عرصہ کے بعد اُن کا ایک خط میرے نام آیا، جس میں لکھا تھا، کہ اب اُن کا ارادہ عیسائی بن جانے کا ہے، اور اُن کو اسلام پر فلاں فلاں اعتراض ہیں، اُن کے خط کا جو جواب لکھا گیا تھا، وہ یہ رسالہ ہے، جب یہ خط اُن کے پاس پہنچ گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اطمینان قلب اور سکینہ عطا کیا، اور وہ پوری استقامت سے اسلام کے منادو اور واعظ بن گئے، اور اسی مبارک خدمت میں رحمت حق سے واصل ہوئے،

میں نے مرحوم سے دریافت کیا تھا، کہ عیسائیت پر میلان کی اصلی وجہ کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ فلاں جگہ سخت بیمار ہو گئے تھے، مسلمانوں نے اُن کی کچھ خبر گیری نہ کی، ایک پادری صاحب کو خبر ہوئی، وہ اُن کی چارپائی اپنے ہاں اُٹھوا لے گئے، علاج، تیمارداری، غمگساری، خدمت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، اس لئے پادری صاحب کی جانب سے اُن کے دل میں ایک خاص ادب و عزت پیدا ہو گئی، صحت کے بعد جو کچھ وہ اسلام کے خلاف بتلاتے تھے، اُن کے دل میں جاگزیں ہو جاتا تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قصہ پر مسلمان بھائی ذرا غور کریں، کہ اشاعت دین کے لئے کس قدر محبت، خوش خلقی،
ہمدردی کی ضرورت ہے، ہم اپنے بعض بھائیوں کو اسی لئے ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں، کہ ہم اُن کے
ساتھ اخلاق محمدی کا برتاؤ نہیں کرتے، اگر در خانہ کس است حرف بس است،

مضمون خط

جناب من! توفیق الٰہی آپ کی رفیق ہو، آپ کا خط پہنچا، پڑھ کر رنج بھی ہوا، اور خوشی بھی،
رنج اس لئے کہ ایسی افسوسناک تحریر سے رنج پہنچنا ایک طبعی امر تھا، اور خوشی اس لئے کہ آپ نے
آزادی سے اپنے خیالات ظاہر کئے، اور مجھے قبل از وقت ان خیالات کے متعلق کچھ عرض کرنے
کا موقعہ دیا،

آپ لکھتے ہیں، کہ آپ کا دل اسلام سے پھر گیا، اور عیسائیت پر مائل ہو گیا ہے، کیوں کہ
قرآن میں بہت سی باتیں خلاف عقل ہیں، جن کو عقل تسلیم نہیں کر سکتی، اس کی مثال میں آپ نے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جلتی آگ میں سے سلامت نکلنا بیان کیا ہے،

جناب من! اگر آپ عیسائیوں کے مندرجہ ذیل بیانات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں
۱۔ اسرائیل رات بھر خدا کے ساتھ کشتی کرتا رہا،
۲۔ یوشع نے چادر مار کر دریا کو چیر ڈالا، اور اس میں سے خشک نکل گیا،
۳۔ یوشع کے لئے آسمان سے آتشیں رتھ آیا، اور وہ اس میں سوار ہو کر آسمان کو چڑھ
گیا،
۴۔ یونس تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہ کر زندہ نکلا،
۵۔ مسیح تین دن تک قبر میں مردہ رہ کر پھر زندہ ہوا، اور حواریوں کی آنکھوں کے سامنے
آسمان پر چڑھ گیا وغیرہ وغیرہ،

تو پھر تعجب ہے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جلتی آگ سے سلامت نکل جانا کیوں
آپ کی ٹھوکر کا سبب ہوا،

آپ نے لکھا ہے، کہ محمد رسول اللہ کی تعلیم خدا کی طرف سے نہ تھی، اپنی طرف سے تھی،

جناب من! اگر ایسا ہوتا، تو آپ غور کریں، کہ ان کو مسیح کی گواہی دینے کی کیا ضرورت
تھی، اگر وہ مسیح کو جھٹلاتے، تو عرب کے سارے یہودی جو بڑے مالدار اور ذی اثر تھے، فوراً
آنحضرت سے مل جاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنی تکالیف یہودیوں سے پہنچیں
اتنی کسی بت پرست قوم سے بھی نہیں پہنچیں، پھر بھی آنحضرت نے مسیح پر ایمان لانے
کو اپنی تعلیم کا جزو رکھا، اور یہودیوں کی زبردست قوم کو اپنے ساتھ ملا لینے کی کوئی تدبیر
نہیں کی، آپ یہ بھی خیال فرمائیے، کہ مسیح اور مریم صدیقہ کی جس قدر تعریف اور بزرگی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی، اس کا مقصود بھی عیسائیوں کو مائل کرنا نہ تھا، کیونکہ مسیح کی ابنیت اور الوہیت کے انکار، تثلیث کے رو سے عیسائیوں کو بھی دشمن بنالیا گیا تھا، جیسا کہ یہودیوں کو حضرت مسیح کی رسالت وصداقت کا اقرار کرنے سے دشمن بنالیا گیا تھا، غور کیجئے، کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اپنی طرف سے ہوتی، تو کیا وہ ایسا ہی رویہ اختیار کرتے، کہ دو زبردست اقوام میں سے کوئی بھی ساتھ نہ دے، ان ہی ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بت پرستی کی بھی بیخکنی کر رہے تھے، اور قریش کو بھی اپنا دشمن بنالیا تھا، کیا جس شخص کی تعلیم اپنی طرف سے ہوتی ہے، وہ وقت واحد میں کل دنیا کو اپنا مخالف بنالینے کی جرأت کر سکتا ہے، اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ چھ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے، جن کو رہنے کو ٹھکانہ اور کھانے کو آب ودانہ نہ تھا، اُس وقت خدا کا ازلی وابدی کلام آنحضرت کو یوں تسلی دیتا تھا، "خدا تم میں سے باایمان باعمل لوگوں کو ارض مقدس کا مالک بنائے گا، اور تمہارے دین کو جو خدا کا پسندیدہ ہے، دنیا میں استحکام بخشے گا، اور تمہارے خوف وہراس کو بالکل امن وسلامتی سے بدل ڈالیگا"
غور کرو، کیا ایسی مصیبت کا مارا ایسی پیشینگوئی کر سکتا ہے، جب کہ اس کی تعلیم خدا کی طرف سے نہ ہو، اب اس پیشگوئی کا ثبوت دیکھو، کہ مسلمان ارض مقدس کے مالک ہیں، وہی ارض مقدس جس کا وعدہ خدا نے ابراہیمؑ سے اور موسیٰؑ سے اور داؤدؑ سے کیا تھا، اسلام دنیا کے ہر گوشہ میں استحکام پذیر ہے، مردم شماری کے نقشوں سے ظاہر ہے، کہ اکیلے احاطہ بنگال میں (جہاں ہندو قومیں علم اور دولت کے آسمان کا تارا بن رہی ہیں، اور جہاں غریب مسلمان صرف ذرہ کی سی چمک رکھتے ہیں) قریباً سوا لاکھ سالانہ مسلمان بڑھ رہے ہیں، بتلاؤ کس کی کوشش سے، مسلمانوں کی نسبت آپ خود قائل ہیں، کہ وہ خدمت دین کا کچھ کام نہیں کرتے، نہ واعظ نوکر ہیں، نہ مشنری مقرر ہیں، نہ کوئی شخص اشاعت اسلام کا ذمہ وار ہے، لیکن خدا کے کلام کی سچائی پھیل رہی ہے، اور قدرت کی مخفی طاقت اپنا کام کر رہی ہے، ہندوستان کی حکمران قوم مذہب میں ہمارے خلاف ہے، ہندوستان کی بڑی اور مالدار قوم (اہل ہنود) مذہب میں ہمارے خلاف ہے، اور پھر بھی مالی کے دانہ جیسے مسلمان پہاڑ کی طرح پھیل رہے ہیں، نہ صرف ایک ملک میں بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں، کیا یورپ، کیا امریکہ، کیا افریقہ، کیا چین، کیا جزائر عزب الہند، اب بتلاؤ کہ یہ کس کا کام ہے؟

آپ نے لکھا ہے، "کہ عرب کی جہالت سن سنکر دنیا کو اُن سے نفرت پیدا ہوتی ہے"
خوب! شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ دنیا کے ہر گوشہ سے ہر سال لاکھوں آدمی بے اختیار وہاں چلے جا رہے ہیں، اس میں شک نہیں، کہ بعض لوگ اس سفر میں تکلیف اٹھاتے ہیں، لیکن قدرت نے جو مقناطیسی کشش دلوں کے اندر اس ملک کی رکھ دی ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کم نہیں ہوتی، مسلمانوں کے مخالف عرب کے بدنام کرنیکو باتیں تو بہت بناتے ہیں، لیکن یہ تو سوچو کہ اگر عرب ایسی ہی نفرت کے قابل ہو گیا ہے، تو لاکھوں اشخاص وہاں کیونکر پہنچتے ہیں، گذشتہ دس بارہ سال سے قرنطینہ کی سختی اور روک تھام بڑھ گئی ہے، کوئی شخص لندن یا پیرس کو جائے تو قرنطینہ نہیں مگر عرب کو جائے تو قرنطینہ، تاہم شمار کر لیجئے، کہ لوگ کہاں کو زیادہ جاتے ہیں، لندن میں ہمارا دنیوی بادشاہ ہے، اور عرب میں دین کا بادشاہ، جتنا دنیا اور دین کا فرق ہے، اتنا اس تعداد میں بھی ہے،

ہاں ذرا سوچو، کہ اہل عرب ایسے بدوی، ایسے تپتے، ایسے قابل نفرت، جیسا کہ آپ نے خط میں بیان کیا ہے، مگر ان کے دین کا مرکز اور قبلہ ان کے اپنے ہاتھ میں ہے، اور پھر دیکھو، عیسائیوں کی سلطنتیں اور ان کا اقتدار، اور ان کا یروشلم ان کے پاس نہیں،

آپ نے لکھا ہے، کہ مسلمان لڑتے جھگڑتے ہیں، نماز کے مسئلوں کے لئے عدالت میں جاتے ہیں"

آپ کا یہ لکھنا صحیح ہے، لیکن اس سے اسلام کیوں جھوٹا ٹھہرا، دیکھو رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ ہمیشہ کے دشمن ہیں، رومن کیتھولکنے لاکھوں پراٹسٹنٹ قتل کئے، اور پراٹسٹنٹ نے رومن کیتھولک، جھگڑا یہ کہ عید پر فطیری روٹی کھائی جائے یا خمیری، علے ہذا رومی کلیسا اور یونانی کلیسا کے جھگڑے کون بھولا ہوا ہے، لیکن پھر بھی آپنے ان کے اختلافات کو عیسائیت کے کذب کی دلیل نہیں سمجھا، تو اب مسلمانوں کا باہمی اختلاف اسلام کے کذب کی دلیل کیونکر ہو سکتا ہے،

جناب من! نماز کے ارکان ہیں:۔ قیام، قرأت قرآن مجید، رکوع، قومہ، سجدہ جلسہ اور سلام، اور ان ارکان کے ارکان ہونے پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے،

آپ کہتے ہیں، کہ حدیثوں میں اختلاف ہے مگر یہ بات ان لوگوں کے کہنے کی ہے جنہوں نے علم حدیث نہیں پڑھا، کوئی شخص جملہ دواوین حدیث کی دو متضاد حدیثیں صحت کے درجہ میں برابر ہوں، نہیں دکھلا سکتا، کیا یہ معجزہ نہیں، کہ ہزاروں راوی، اور صحت کا یہ التزام، ہماری عادت نہیں، کہ ہم کسی کو الزام دیں، مگر دیکھو کہ انجیل میں مسیح کا نسب نامہ ہی صحیح نہیں، نسلوں کے شمار میں بھی غلطی ہے،

متی اور لوقا کے لکھے ہوئے نسب ناموں کو دیکھو:۔

۱۔ متی نے مریم کے شوہر کو یوسف بن یعقوب لکھا ہے، اور لوقا نے مسیح کو بن یوسف بن ہیلی تحریر کیا ہے، یعنی یوسف کے باپ کے نام پر دونوں کو اختلاف ہے،

۲۔ متی اپنے نسب نامہ میں مسیح کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے، اور لوقا ان کو ناتن بن داؤد کی نسل سے اور تعجب یہ ہے، کہ سلاتی ایل اور زروبابل کا نام

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناتن بن داؤد والے نسب نامہ میں بھی آتا ہے، اور سلیمان بن داؤد والے نسب نامہ میں بھی،

۳۔ متی نے زروبابل کو سلاتی ایل کا بیٹا بتلایا ہے۔ اور لوقا نے زروبابل کو سلاتی ایل کا باپ بتلایا ہے،

۴۔ متی نے اپنے نسب نامہ میں ۴۲ پشتیں شمار کی ہیں، اور ۴۱ نام لکھے ہیں، اور لوقا نے ۵۵ پشتیں شمار کی ہیں، مؤرخین عام طور پر ایک صدی میں تین نسلوں کا ہونا شمار کیا کرتے ہیں، پس متی اور لوقا میں پانچ صدیوں کی تاریخ کا تفاوت ہے،

۵۔ ان اختلافات کی نسبت شاید کوئی پادری صاحب ہی بتلا سکیں، کہ الہام اور روح القدس کی مدد سے لکھی ہوئی کتابوں میں یہ اختلافات کیوں ہیں!

جناب من! آپ نے لکھا ہے، کہ مسلمان لوگ قرآن کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتے ہیں، جناب! صرف مبالغہ نہیں، بلکہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے، کہ خدا نے دنیا کے اس آخری دور کے لئے قرآن مجید کو دل اور روح کی بیماریوں کے واسطے شفا اور جملہ بنی آدم کے واسطے رحمت بنایا ہے، اور نجات کا دارومدار صرف اس پر عمل کرنے سے ہے، اس دعویٰ کا ثبوت نیچرل طاقتی کے طور پر ایک عجیب طریقہ سے ملتا ہے،

ہندؤوں کا دعویٰ ہے، کہ وید آسمانی کتاب ہے
پارسیوں کا دعویٰ ہے، کہ ژند آسمانی کتاب ہے،
یہودیوں کا دعویٰ ہے، کہ توراۃ آسمانی کتاب ہے،
عیسائیوں کا دعویٰ ہے، کہ انجیل آسمانی کتاب ہے

ہم نے سب کے دعاوی کو سنا، میں ہندؤوں سے پوچھتا ہوں، کہ کیا وید کی زبان دنیا میں، دنیا کے کسی براعظم میں، بلکہ ملک میں، بلکہ احاطہ ملک میں، بلکہ ضلع میں، بلکہ پرگنہ میں، بلکہ ایک قصبہ میں بھی بطور زبان استعمال کی جاتی ہے؟!

اب میں یہی سوال پارسیوں سے ژند کی زبان کے لئے کرتا ہوں،
اب میں یہی سوال یہودیوں سے توراۃ کی زبان کے لئے کرتا ہوں،
اب میں یہی سوال عیسائیوں سے انجیل کی زبان کے لئے کرتا ہوں،

جناب من! قدرت کے زبردست ہاتھ جس کام کو ختم کر چکے، اب اس میں کوئی کیا کر سکتا ہے، ایک وہ زمانہ تھا، جب ہندوستان کے تمام دفتروں میں شاہی زبان فارسی تھی، اور اب فارسی کی جگہ انگریزی ہے، اس کی وجہ یہ کہ قدرت نے اس خاندان شاہی کو جس کی زبان فارسی تھی، بیخ و بن سے کاٹ دیا، اور اس خاندان کو سلطنت عطا فرمائی، جس کی زبان انگریزی ہے، اب یہ کس کے بس میں ہے، کہ ہندوستان میں فارسی کو شاہی زبان بنا دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح قدرت نے ان رب الافواج نے دنیا پر سے ان تمام عالم کے پردہ سے وید، ژند اور تورات وانجیل کی زبانوں کو میٹ دیا ہے، اور اس زبان کے بولنے والوں کو پیوند خاک کر دیا ہے، کیا اس زبردست شہادت سے بھی سمجھ میں نہیں آتا، کہ یہ سب کچھ اس لئے ہے، کہ قرآن مجید ہی الٰہی مذہب کی کتاب اور قرآن مجید ہی الٰہی مذہب کے احکام کا مجموعہ، اور قرآن عظیم کی زبان ہی الٰہی مذہب کی زبان قرار دی گئی ہے،

کیا آپ یہ نہیں غور کریں گے، کہ ایسی عظیم الشان اَلْسِنَہ (زبانوں) کا جو وید اور ژند اور تورات اور انجیل کی زبانیں تھیں، جن کو ملکی اور دینی اقتدار سینکڑوں ہزاروں سال تک کروڑوں، اربوں اشخاص پر حاصل تھا، دنیا پر سے ناپید ہو جانا (ایسا ناپید ہونا کہ ایک گاؤں میں بھی اس کا وجود نہ پایا جائے) نوع انسان کی کوشش سے بہت بالا تر ہے،

اگر ان مذکورہ بالا کتابوں پر عمل کرنے والا اب تک یہی سمجھتا ہے، کہ قدرت کا منشا ان کتابوں میں سے کسی ایک کتاب پر عمل کرانے کا ہے، تو وہ قدرت پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے، قدرت تو اپنا کام انجام دے چکی، کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے، کہ قدرت کو ان کتابوں کی حفاظت منظور ہے یا قدرت کا منشا ان کتابوں کی ہستی کا قائم رکھنا ہے، جناب من! یہ خوب یاد رکھیئے، کہ اگر ایسا ہوتا، تو قدرت ان کتابوں کی زبانوں کی حفاظت پہلے کرتی اور ضرور کرتی،

میں ادب سے التماس کرتا ہوں، کہ آپ اس پر کامل غور فرمائیں، اور اکیلے بیٹھ کر اس مضمون کو تدبر کے ساتھ تین بار پڑھیں، تاکہ قدرت کا کھلا ہوا راز واضح طور پر آشکار ہو جائے،

قرآن پاک پر جلدی میں یا غصہ سے اعتراض تو کرنا آسان ہے، لیکن غور کرو، کہ قرآن کے احسان عیسائیوں پر کس قدر ہیں، یہود نے مسیح کو جھٹلایا، مریم صدیقہ کو شرمناک تہمتیں لگائیں، مگر عیسائیوں کے پاس بیرونی شہادت کوئی نہ تھی، قرآن پاک نے ظہور پکڑا، اور مسیح و مریم کی صداقت وطہارت کا اظہار کیا، اور یہود کے جھٹلانے کو ۸۰ کروڑ مسلمانوں کی شہادت پیدا کر دی، کیا یہ عیسائیوں پر احسان نہیں،

عیسائیوں کی مذہبی کونسلوں نے ایسے ایسے اعتقادات قائم کئے، نیز حکم اور تلوار کے زور سے ان اعتقادات کو پھیلایا، کہ مسیح کو اقانیم ثلثہ میں سے ایک اقنوم، اور الوہیت و انسانیت کا مجموعہ اور خدا کا بیٹا مانا جائے، ایسا اعتقاد صرف مذہبی کونسلوں نے ایجاد کیا تھا اور انجیل کے لفظوں کی لمبی، دور از کار تاویلیں کی گئی تھیں، قرآن مجید نے ان غلطیوں کو کھول دیا، اور مسیح کی اصلی تعلیم، سچی عظمت کا اظہار کر دیا، کیا یہ عیسائیوں پر احسان نہیں ہے،

مذہبی کونسلوں نے عیسائی مذہب کو بالکل بت پرستی کے مشابہ کر دیا تھا، اور خدائے پاک کے لامحدود اختیارات کی کنجیاں پوپ صاحب کے سپرد کر دی تھیں، قرآن پاک کی خالص

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید کی تعلیم نے عیسائیوں کو جگایا، ان میں مارٹن لوتھر مصلح جیسے اُٹھے، اور اس نے قرآن پاک سے فائدہ اٹھا کر ظاہری بت پرستی کو دور کیا، امید نہیں، کہ پراٹسٹنٹ والے اس امر کو تسلیم کریں، کہ لوتھر نے قرآن پاک سے فائدہ اٹھایا، لیکن سنو کہ رومن کیتھولک والے اسے کیا کہتے ہیں، وہ لوتھر کو مسلمان ہونے کا بہتان لگاتے ہیں، اور اس کے ثبوت میں تیرہ اعلیٰ مسائل جو اس نے اسلام سے لئے تھے، پیش کرتے ہیں،

اسی قرآن نے عیسائیوں میں یونیٹیرین (unitarian) کا وجود قائم کیا، جو تثلیث کے بعید از قیاس مسئلہ کے منکر ہیں، ہاں اسی قرآن عظیم نے ہندوستان میں گورو نانک[1] صاحب کبیر جی[2] اور راجہ رام موہن[3] رائے جیسے ریفارمروں کو روشن خیال بنایا، اور اسی قرآن پاک نے دیانندجی جیسے اشخاص کو اپنے ہی مت کے اندر توحید ثابت کرنے کی توجہ دلائی، (علمی احسانات کا میں اس جگہ ذکر نہیں کرتا) کیا کوئی شخص جس کو علم تاریخ سے ذرا لگاؤ ہو، اور وہ اہل اسلام کی کوششوں سے جو تبلیغ قرآن عظیم کے متعلق انہوں نے کی ہیں، واقف ہو، اور جس طرح مسلمانوں سے مختلف اقوام نے استفادہ کئے، ان حالات سے باخبر ہو، وہ ان باتوں سے انکار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں،

جناب من! آپ کو معلوم ہے، کہ یورپ کیونکر عیسائی بنا، کیا یہ قیصر کی جلادی کا نتیجہ نہیں؟ اس کے مقابلہ میں میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں، کہ تاتار کی حکمران قومیں جنہوں نے اسلامی ممالک پر صدیوں تک حکومت کی، کیونکر مسلمان ہوئی تھیں؟ تاتاری مسلمانوں کے جانی دشمن ہو کر بغداد تک پہنچے، انہوں نے عہد کر لیا تھا، کہ دنیا سے اسلام کا اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دینگے، تاتاریوں نے اسلامی ممالک کو زیر و زبر اور خلافت بغداد کو بے نام و نشان کر دیا، علماء کے خون سے بغداد کے گلی کوچے سرخ اور علماء کی قلمی کمائی سے آب دجلہ سیاہ بنا دیا تھا، لیکن اسلام کا معجزہ اُن پر بھی آشکار ہوا، اور خونخوار فاتحین کو کرۂ مفتوحین کے مذہب نے فتح کر لیا، میں دریافت کرتا ہوں، کہ کیا اسلام کے سوا اور کسی مذہب کے پاس بھی ایسی روشن مثالیں ہیں،

شاید کوئی شخص آپ کو اسلام کا حکم جہاد یاد دلائے، اور پھر کہے، کہ اسلام تو بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے، لیکن آپ میری بات پر پہلے غور کرلیں، تلوار کے زور سے مذہب پھیلانے کے لئے ضروری ہے، کہ تلوار چلانے والے اشخاص پہلے سے موجود ہوں، اور وہ لوگ جو کل

---

[1] گورو بابا نانک صاحب کا جب انتقال ہوا، تو ہندو کہتے تھے کہ بابا وہ ہندو تھے، اس لئے ان کو داہ دینگے، مسلمانوں نے کہا وہ مسلمان تھے اس لئے ہم ان کو دفنائینگے، [2] کبیر منتھ والوں کو اقرار ہے، کہ کبیر جی کا تعلق پرورش یا ولادت کا ایک مسلمان خاندان سے تھا، [3] راجہ موہن رائے برہمو سماج کے اول بانی ہیں، برہمو سماجیوں کو انکار نہیں، بلکہ اقرار ہے، کہ انہوں نے قرآن مجید سے فیض حاصل کیا، فقط،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے مقابلہ میں تلوار اٹھائیں، ضروری ہے، کہ بڑے جری، کمال بہادر، نڈر صاحب حوصلہ، صاحب ارادہ اور قوم کے سربرآوردہ لوگ ہوں، کیونکہ دنیا پر ایسے لوگ ہی غالب آسکتے ہیں، اب قابل غور یہ ہے، کہ اسلام نے ایسے لوگوں کو کیونکر اپنا مطیع بنایا، اور کیونکر ان کی تلوار حکم اسلام کے نیچے آئی تھی، ظاہر ہے کہ اس کا سبب کچھ اور ہونا چاہیئے، وہ سبب ظاہر ہے تعلیم اور ہدایت! ذرا غور کرو، کہ جس مذہب نے اپنے آغاز وابتدا میں ہی ایسے بہادروں اور نام آوروں کو اپنا مطیع بنالیا تھا، جو بعد ازیں دنیا کے مالک ٹھہرے، تو پھر ایسے مذہب کو کیا ضرورت آپڑی تھی، کہ وہ تعلیم اور ہدایت کے کامیاب اور بے ضرر طریق کو چھوڑ کر تلوار اٹھاتا جس میں ضرر کا احتمال تو فریقین کو یکساں اور مساوی ہوتا ہے، اور کامیاب ہونے کی امید یقینی نہیں ہوتی، جب آپ غور فرمالیں گے، تب آپ کو جہاد کی ابتدائی تاریخ اور غایت معلوم ہو جائے گی،

جہاد کے معنی یہ ہیں، کہ جب کوئی دشمن مسلمانوں کی جان وایمان پر حملہ کرے، تب مسلمانوں پر اپنی جان کا بچاؤ اور اپنے دین کا بچاؤ کرنا ضروری اور فرض ہو جاتا ہے، یہ تعریف جو مذہب نے جہاد کی کی ہے، یہی تعریف قانون نے حفاظت خود اختیاری کی کی ہے، یاد رکھیئے، کہ جہاد کے لغوی معنی کوشش کرنا ہے، ہاں ذرا انجیل تو دیکھئے، اور پادری صاحبان کو بھی دکھلایئے، کہ مسیح نے اپنے حواریوں کو خود مسلح کیا، اور مسیح کی حمایت میں حواریوں نے مسیح کے سامنے تلوار چلائی ہے، لوقا ۲۲ باب ۳۶ درس میں حضرت مسیح کا یہ حکم ہے، "اب جس کے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس کے پاس نہیں، وہ کپڑے بیچ کے تلوار خریدے" متی ۲۶ باب ۵۱ درس میں ہے "یسوع مسیح کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچی، اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اڑا دیا" یوحنا ۱۸ میں یہی مضمون ہے،

مجھ کو اندیشہ ہے، کہ میری طول کلامی کہیں نازک مزاج دوست کو گراں نہ گزرے، لیکن تھوڑا سا اور بھی لکھنے کی جرأت کرتا ہوں،

آپ نے کبھی عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ پر بھی غور کیا ہے،

(اول) کہا جاتا ہے، کہ مسیح الوہیت اور انسانیت کا مجموعہ تھا، مسیح نے اپنی الوہیت کے اقتدار سے سب کے گناہوں کو اپنے اوپر لے لیا، اور مسیح انسانیت کے صلیب پر چڑھایا گیا تھا، ذرا غور فرمایئے، کہ صلیب پر لٹکایا جاتا ہے انسانیت کو اور اس نے گناہوں کو نہیں اٹھایا، بچ جاتی ہے الوہیت، جس نے گناہوں کو اٹھایا تھا، آپ کو کوئی مسیحی عالم ایسا نہیں ملے گا، جو یہ کہتا ہو، کہ مسیح کی الوہیت صلیب پر لٹکائی گئی تھی، رہ گئی انسانیت، اگر انسانیت کو ہی کفارہ اور فدیہ بننا تھا، تو مجموعہ الوہیت اور انسانیت کے بھیجنے کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ خدا کے سینکڑوں پاک انسانوں کی قربانیاں مسیح سے پہلے اور پیچھے ہوتی رہی ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں انجیل کو دیکھو، کہ مسیح تو صلیب کے نیچے جا کر ایلی ایلی لما سبقتنی کہتا ہے، جس سے ظاہر ہے، کہ مسیح کی انسانیت بھی صلیب پر چڑھنے کے لئے اپنی رضامندی اور خوشی سے تیار نہیں تھی،

(دوم) پیشگوئیوں میں برّہ کا ذبح کیا جانا درج تھا، عیسائی کہتے ہیں، کہ برّہ سے حضرت مسیح مراد ہیں، لیکن انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ذبح نہیں کئے گئے، اور ان کی کوئی ہڈی بھی نہیں توڑی گئی تھی، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اگر حضرت مسیح صلیب پر بھی لٹکائے گئے، تاہم پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، اور ان کو کفارہ نہیں بنایا گیا،

(سوم) مسیح کے جن حواریوں نے ان کو صلیب پر لٹکتے دیکھا، اور پھر آسمان پر چڑھتے دیکھا، انہوں نے ہمیشہ اعمال پر زور دیا ہے، اور لکھا ہے، کہ ایمان بغیر اعمال کے جیسے بدن بغیر روح کے ہے، لیکن متاخرین نے جن میں پولوس بھی شامل ہے، کفارہ پر اتنا زور دیا، کہ شریعت کو بھی ایک لعنت ٹھیرایا، اب قابل غور یہ ہے، کہ ان دونوں میں کون سچا ہے،

(چہارم) پادری صاحبان کفارہ کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں، کہ اگر خدا گنہگاروں کو سزا دیتا، تو یہ اس کے رحم کے خلاف تھا، اور اگر چھوڑ دیتا، تو یہ عدل کے خلاف ہوتا، اس لئے اس نے اکلوتے بیٹے کو بھیجا، اس نے گنہگاروں کے گناہوں کو اُٹھایا، ان کے بدلہ خود عذاب سہا، اس طرح عدل پورا ہوگیا، اور رحم کرنے کا طریق نکل آیا، لیکن آپ غور سے معلوم کرینگے، کہ گنہگار کو چھوڑ کر بے گناہ کو سزا دینا بالکل ہی عدل کے خلاف ہے، اور عاصی کو چھوڑ کر بیٹے کو عذاب میں ڈالنا بالکل ہی رحم کے خلاف ہے، اور اس لئے اعتراض اب زیادہ سنگین ہو گیا ہے،

قرآن پاک پر کہنے کو اعتراض تو سب کر لیتے ہیں، مگر اسی مسئلہ میں دیکھو، کہ قرآن عظیم نے اس عقدہ کو جو مسیحی علماء کے لئے لاینحل تھا، کس آسانی سے سلجھایا ہے:۔

حقوق کی دو اقسام ہیں:۔

(۱) حقوق الہی .... ان کا فیصلہ رحم سے ہوگا،

(۲) حقوق عباد .... ان کا فیصلہ عدل سے ہوگا،

آپ غور کریں، کہ انتظام دنیا بھی قایم رہا، اور عظمت دین بھی آشکار ہو گئی، اور الوہیت کو جامۂ بشری میں ملبوس کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑی،

جناب من! میرا تو یہ دعویٰ ہے، کہ جو شخص تورات و انجیل کو غور سے پڑھے گا، اس کو قرآن عظیم کی ضرورت کا خود بخود اقرار کرنا پڑے گا،

تورات یعنی خداوند کا پرانا عہدنامہ دیکھو، جو حضرت موسیٰ کی کتاب سے شروع ہوتا، اور ملاکی نبی کی کتاب پر ختم ہو جاتا ہے، اس مجموعہ کی سب کتابوں میں ایک موعود کی پیشگوئیاں ملتی ہیں، اور اس امر سے عیسائی صاحبان کو بھی اتفاق ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد خداوند کے نئے عہدنامہ یعنی انجیل کو دیکھو، اس میں حضرت مسیح کے سب سے آخری وعظ کے الفاظ یہ ہیں:۔

۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں، کہ میں کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔
۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے، تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گی، اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی، لیکن جو کچھ وہ سنے گی، سو کہے گی، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی،
۱۴۔ وہ میری بزرگی کرے گی، یوحنا ۱۶ باب

اس تقریر سے آپ بخوبی معلوم کر سکتے ہیں، کہ تورات و انجیل ہم کو تکمیل کے انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں، اور قرآن عظیم اس انتظار کو دور کر کے آخری شاہی فرمان کا اعلان کرتا ہے:۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

ترجمہ:۔ آج تمہارا دین مکمل کر دیا گیا، اور نعمت کو پورا پورا دیا گیا، اور میں خوش ہوں کہ اسلام ہی تمہارا دین ہو،

نکتہ شناسوں کے لئے یہی اعلان قرآن اور رسول پاک کی برتری کے لئے اعلیٰ برہان ہے، لیکن اس کے بعد بھی اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو، کہ گو تورات و انجیل نے ایک آنے والے کی تو خبر دی، لیکن یہ کہاں بتایا، کہ وہ شخص کون ہے، اور کہاں ہوگا، اور کس کس صفت و اخلاق کا ہوگا، تو ہم اس کے اطمینان اور سکون قلب کے لئے مختصر طور پر اُن پیشگوئیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں، جو اس بارہ میں ان کتابوں میں پائی جاتی ہیں:۔

میرا مدعا ان کتابوں سے ایسی سب پیشگوئیوں کا جمع کرنا نہیں، کیونکہ اگر میں ایسا کروں، تو یہ خط ایک کتاب بن جائے؛ بلکہ صرف آپ کو یہ دکھلانا ہے، کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں تورات اور انجیل کی کیسی کیسی شہادتیں موجود ہیں،

میں لکھ چکا ہوں، کہ عہدنامہ قدیم کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے، پس اس مجموعہ میں جو پیشگوئیاں ہیں، ان کے مصداق یا تو مسیح ہو سکتے ہیں، یا کوئی اور، بیشک مسیح کی بابت بھی ان کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں، اور حضرت متی حواری نے اپنی انجیل میں ان سب پیشگوئیوں کو جو مسیح کی بابت تھیں، جمع کر دیا ہے، انہوں نے نہ صرف کتاب کی تحریری

نہ غور کرو، حضرت مسیح صرف انہی الفاظ میں اپنی بزرگی سمجھتے ہیں، جو نبی موعود ان کی شان میں استعمال کرے، پس جو الفاظ اس نبی نے حضرت مسیح کے حق میں استعمال نہیں کئے، بلکہ صرف خوش فہم مسیحیوں نے ان کا استعمال کیا ہے، وہ حضرت مسیح کے لئے بزرگی کا موجب نہیں ہو سکتے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشگوئیوں کو ہی جمع کیا، بلکہ زبانی روایات سے بھی جو کچھ ان کو ملا، اسے بھی قلم انداز نہیں کیا، جس سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں، کہ انہوں نے مسیح کی متعلقہ کسی پیشگوئی کو اپنی کتاب سے باہر نہیں چھوڑا،

اب جب آپ ان پیشگوئیوں کو پڑھیں گے، جو میں پیش کرونگا، تو آپ معلوم کرینگے، کہ ان پیشگوئیوں کو حضرت متی حواری نے حضرت مسیح کے متعلق نہیں سمجھا، بلکہ یہ کسی دوسرے مقدس بزرگوار کی بابت ہیں، اب رہی یہ بات، کہ کس کی بابت ہیں، پیشگوئیاں خود آپ کو تبلادینگی یہاں تک تو تورات کی پیشگوئیوں کے متعلق عرض کیا گیا، لیکن جو پیشگوئیاں خداوند کے نئے عہدنامہ میں ہیں، ان کی بابت تو بالبداہت ظاہر ہے، کہ وہ مسیح کی بابت نہیں،

اس تمہید کو آپ خیال میں رکھ کر پھر مندرجہ ذیل پیشگوئیوں پر دل سے ایمان سے غور کریں:-

۱۔ **پیشگوئی** کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ ہاجرہ کی اولاد سے عرب میں پیدا ہونگے، اور سیدہ ہاجرہ کی اولاد سیدہ سارہ کی اولاد سے بڑھ جاویگی"

"اے بانجھ تو جو نہیں جنتی تھی، خوشی سے للکار، تو جو حاملہ نہ ہوئی تھی، وجد کر کے گا، اور خوشی سے چلا، کیونکہ خداوند فرماتا ہے، کہ بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہیں یسعیاہ ۵۴ باب

شرح:- بانجھ سے ملک عرب مراد ہے، جہاں اب تک کوئی نبی پیدا نہ ہوا تھا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بیشک عرب میں رہے، لیکن ان کی بھی پیدائش عرب کی نہ تھی، جس طرح کنواری سے بچہ کا ہونا معجزہ ہے، اسی طرح بانجھ سے بھی، پس نبی آخر الزمان کی عرب میں پیدائش بطور معجزہ بتلائی گئی ہے،

خوشی سے للکارنا، وجد کرکے گانا، خوشی سے چلانا کا ظہور اگر دیکھنا ہو، تو حج کے موسم میں لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ کے نعرے سنو، اور صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ کے ترانے سنو، جو صفا اور مروہ پر چڑھکر لگائے جاتے ہیں،

بیکس چھوڑی ہوئی سیدہ ہاجرہ تھی، جن کو نہایت بیکسی کی حالت میں سنسان عرب کے بے آب وگیاہ دشت میں چھوڑا گیا تھا، اور جن کا ایسے مقام میں ۲۴ گھنٹہ تک زندہ رہنا بھی تعجب تھا، خصم والی سیدہ سارہ تھی، جو حضرت ابراہیم کے پاس شام کے سرسبز ملک اور ناز و تنعم میں رہی تھیں، ایسی بیکس موت کے منہ میں آئی ہوئی کی اولاد کا خانہ آباد اور دلشاد والی کی اولاد سے بڑھ جانا دوسرا معجزہ ہے،

۲۔ **پیشگوئی** اہل عرب کی فتوحات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کی بابت،

"اپنے خیمہ کے مقام کو بڑھادے، ہاں اپنے مسکنوں کے پردے پھیلادے، دریغ مت کر، اپنی ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر، اس لئے کہ تو داہنے اور بائیں بڑھیگی، اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی، اور اجاڑ شہروں کو بسادیگی" یسعیاہ ۵۴ باب

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ خطاب بھی عرب کی طرف ہے، عرب کے خیموں کا یعنی لشکروں کا دیگر ممالک میں پہنچنا بھی صحیح نکلا، اور عرب نے اپنے دہنے ہاتھ کے ملکوں یعنی ایران شام کو بھی فتح کیا، اور اپنے بائیں ہاتھ کے ملکوں مصر، افریقہ، اندلس کو بھی فتح کیا، بنی اسرائیل کی قوموں کے بھی وارث ہوئے اور شام کے اُجڑے شہروں کو بھی بسایا،

۳- پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی اور مکہ ومدینہ کا ذکر،

"بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے"

یسعیاہ ۴۲ باب ۱۱ ورس

قیدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ اور اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں، مکہ اور مدینہ انہیں کے دیہات ہیں، اس ورس میں بتلایا گیا ہے، کہ بنی موعود قیدار کی اولاد سے ہونگے، اور مکہ ومدینہ کو ان سے خاص عزت حاصل ہوگی، آواز بلند کرنے سے ذکر تسبیح وتہلیل اور صدائے اذان وصلوٰۃ مراد ہے،

۴- پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور ختم نبوت کی،

"ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا، اور سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی، اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب مشیر خدائے قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ، اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی، وہ داؤد کے تخت پر اور اس کی مملکت پر آج سے لے کے ابد تک بندوبست کرے گا"

یسعیاہ ۹ باب ۶، ۷ ورس

۱- "ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا" شرح :- ایک بیٹا سے اپنے ماں باپ کا اکلوتا بچہ مراد ہے، جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، پادری انجیل کی رُو سے کہتے ہیں، کہ حضرت مسیح کے اور بھی بھائی بہن تھے، شاید آپ کو کوئی کہے، کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح کے متعلق ہے، لیکن اس کو اسی کتاب کا، باب دکھلاؤ، جس میں مسیح کی بابت پیشگوئی یہ ہے،

"باوجود اس کے خداوند تم کو ایک نشان دے گا، دیکھو کنواری حاملہ ہوگی، اور بیٹا جنے گی، اور اس کا نام امانوائیل رکھے گی"

اس میں لڑکے کا نام، اس کی ماں کی صفت صاف بتلادی گئی، اب ۹ باب میں اسی کو ایک بیٹا نہیں کہہ سکتے، ہاں غور کرو، کہ ساتویں باب میں مسیح کی خبر ہے، اور آٹھویں باب میں حالت زمانہ مابعد مسیح کی، اور نویں باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے، جن کی خصوصیات وضاحت سے اس پیشگوئی میں ہیں:-

۲- "سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی" شرح :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر سلطنت بھی تھی، (یعنی سلطنت حاصل تھی، جس کو پس پشت ڈال رکھا تھا، اور مہر نبوت بھی شانہ پر تھی) حضرت مسیح میں دونوں باتیں نہ تھیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۳۔ وہ اس نام سے عجیب کہلاتا ہے ، **شرح** :۔ مسیح ایسا نام نہ تھا ، جو عجیب ہو، کیونکہ توراۃ میں داؤد و سلیمان وغیرہ دیگر انبیاء اور پادشاہان بنی اسرائیل کو بھی مسیح کہا گیا ہے، لیکن محمد ضرور عجیب نام ہے، جو اپنے مسمّی کے برترین محامد کی خبر دیتا ہے، اور عجیب بات یہ کہ اس نام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر کوئی شخص نہیں ہوا،

۴۔ مشیر خدائے قادر" **شرح** :۔ یہ صفت بھی محمد رسول اللہ کی ہے۔

اسی لئے وہ .... مشورہ پر اپنا مدار رکھتے ہیں،

اسی لئے وہ .... وشاورہم فی الامر (معاملات میں مشورہ لیا کرو) کا حکم سناتے ہیں،

اسی لئے وہ .... وامرہم شوریٰ بینہم (ان کی عادت باہم مشورہ کرتے رہنا ہے) کو اپنی امت کا روئیہ قرار دیتے ہیں،

عیسائی اس کو حضرت مسیح کی صفت نہیں کہہ سکتے ، کیونکہ وہ تو بقول اُن کے خود ہی قادر تھے ، نہ کہ مشیر قادر،

۵۔ ابدیت کا باپ: **شرح** :۔ عیسائیوں کا دعوٰی ہے، کہ حضرت مسیح ابدیت کا باپ ہیں، اب حضرت مسیح کی سنو، وہ آخری وعظ میں فرماتے ہیں، میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا، کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے، یوحنا باب ۱۶ درس ۔

عیسائیوں کے دعوی کو مسیح نے رد فرمایا ، اس کی تائید یسعیاہ ۹ باب ۱۴ درس سے ہوتی ہے، جس کے یہ الفاظ ہیں، سو خداوند اسرائیل کے سر اور دم اور شاخ اور نے کو ایک ہی دن میں کاٹ ڈالے گا" یہ الفاظ بالکل اس پیشگوئی کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، جس میں ابدیت کے باپ کی خبر دی گئی، جس سے یہ بھی معلوم ہو گیا، کہ ابدیت کا باپ بنی اسرائیل میں سے نہیں، بیشک یہ صفت تو بالخصوص ہمارے آقا سید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے، جو خاتم النبیین ہیں، کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں شک ہے، تو ذرا غور کیجئے :۔

(۱) پہلے بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی ہوئے، اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیوں یہودیوں میں بھی کسی کی نبوت تسلیم نہیں کی گئی،

(۲) مسیح کے بعد اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عیسائیوں میں بہتیرے لوگ رسول مانے گئے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیوں عیسائیوں کے اندر بھی کسی کو رسول نہیں مانا گیا،

(۳) ہندوستان میں ۳۳ کروڑ دیوتا ہوئے، لیکن محمد رسول اللہ کے بعد یہاں بھی ہندوؤں میں کوئی اوتار نہیں اُٹھا،

(۴) وید کی ایک ایک شرتی کا درشن ایک ایک رشی نے پایا ہے، اور اس طرح پر وید کا کلام کتنی ہزار رشیوں کے الہام کا مجموعہ ٹھیرتا ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

www.KitaboSunnat.com

کیوں کسی رشی کو کسی شرتی کے درشن نہیں ہوئے۔

(۵) ایران میں زرتشت، جاماسپ وغیرہ پر یزدانی سروش اترتا تھا، اب پارسیوں میں کیوں کسی کے پاس یزدانی احکام نہیں آتے۔

یہ سب قدرت کے روشن دلائل ہیں، کہ ارادت الٰہیہ نے نبوت کے سلسلہ کو سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و انور پر ختم کر دیا ہے، اور اس سلسلہ کی ختمیت کا یقین بنی نوع انسان کی طبائع میں مرکوز کر دیا ہے، بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی مبارک ذات ہے جس کو ابدیت کا باپ ہونے کا شرف ہے، کیونکہ ابدیت کا باپ اور خاتم النبیین دونوں مرادف و ہم معنی ہیں۔

(۶) "سلامتی کا شہزادہ" شرح:۔ سلامتی کا شہزادہ وہی ہے، جو اسلام کا سرتاج ہے کیونکہ انجیل کے مترجموں نے لفظ اسلام کی جگہ سلامتی کا استعمال کیا ہے۔

سلامتی کا شاہزادہ وہی ہے، جو دار السلام کا مالک ہے۔

سلامتی کا شہزادہ وہی ہے، جو سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ کی بشارت سناتا ہے،

سلامتی کا شہزادہ وہی ہے، جو تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ کی نوید (خوشخبری) دیتا ہے،

سلامتی کا شہزادہ وہی ہے، جو السلام علیکم و علیکم السلام کو اسلام کا تیسرا حصہ قرار دیتا ہے۔

(۷) "اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی حد نہ ہوگی" شرح:۔ اس فقرہ میں دینی اور دنیوی برکتوں کا مجموعاً ذکر ہے، اقبال سلطنت اس لئے لا انتہا ثابت ہوا، کہ ہلک قیصر و لا قیصر بعدہٗ ہلک کسریٰ و لا کسریٰ بعدہٗ کا حکم اسی کے اقبال نے دیا تھا، اور دنیا کی ان دو شہنشاہیوں کو نیچا دکھایا تھا، اور دینی سلامتی اس لئے لا انتہا ہے، کہ اسلام دنیا کے ہر گوشہ میں ہر طبقہ میں پہنچا، اور ہر زمانہ میں ترقی پذیر رہا ہے۔

(۸) "وہ داؤد کے تخت پر اور اس کی مملکت پر ابد تک بندوبست کرے گا"

شرح:۔ داؤد کا تخت یروشلم ہے، اور داؤد کی مملکت ملک شام ہے، دونوں پر آنحضرتؐ کے ادنیٰ خادم کا (جس کو خادم الحرمین ہونے پر صد گونہ فخر ہے) مسلسل قبضہ ہے۔

۵ پیشگوئی کہ حجاز کے متصل ممالک آنحضرتؐ کی حیات میں ہی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

"اونٹنیاں کثرت سے آ کے تجھے چھپا لینگی، مدیان اور عیفہ کی اونٹنیاں، وے سب جو سبا کی ہیں، آویں گی، وے سونا اور لبان لاوینگی اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سناوینگی"

یسعیاہ ۶۰ باب ۶ درس

شرح:۔ اس پیشگوئی میں تین فقرے ہیں (۱) اونٹنیاں کثرت سے آ کے تجھے چھپا لینگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں ان وفود (ڈیپوٹیشن ہا) کی خبر ہے، جو مختلف ممالک اور قبائل کی جانب سے آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں تعلیم اسلام کے لیئے حاضر ہوتے رہے،

(۲) "مدیان اور عیفا کی اونٹنیاں" مدیان حضرت ابراہیم خلیل کے بیٹے اور عیفا پوتے کا نام ہے، یہ بنی قطورہ ہیں، ان کی اولاد حدود حجاز سے خلیج فارس تک آباد تھی، اور یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد میں ہی مسلمان ہو گئے تھے، اور زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا کرتے تھے،

اسی طرح "وے جو سبا کے ہیں"، سبا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے، وہ خود اور اس کی اولاد یمن میں آباد ہوئے، اب سبا سے ملک یمن مراد ہے، جو محض تعلیم سے مسلمان ہوا تھا، اور اسی کی طرف سے الحمد للہ کی بشارت آنے کی اشارت ہے، ان ممالک کا خراج اور تحائف آنحضرتؐ کے حضور میں پیش ہوتے تھے،

۶۔ **پیشگوئی** "بنی اسماعیل کا مسلمان ہونا، قربانی کی رسم کا جاری ہونا، کعبہ کا قبلہ قرار دیا جانا"

"قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی، نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے، وے منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاوینگے، اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا" یسعیاہ ۶۰ باب ۷ درس

شرح :۔ حضرت مسیح کا قول ہے، کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس بھیجا گیا ہوں، اور اس پیشگوئی میں قیدار کی بھیڑوں اور نبیط کے مینڈھوں کا ذکر ہے، واضح ہو کہ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کا نام ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی شاخ میں سے ہیں، قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی،

نبیط حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے، جن کی اولاد الحجر کے وسط سے مشرق کی جانب اور وادی القریٰ کے اندر تک اور جنوب کی طرف حدود حجاز تک آباد ہوئی، بنو قیدار اور بنو نبیط (بنیات) کے مسلمان ہو جانے کی خبر ہے، جو واقع ہوئی، اور منیٰ پر بعداز حج قربانی کا کیا جانا لازمی ٹھہر گیا، جہاں لاکھوں حاجی کروڑوں قربانیاں پیش کرتے ہیں، جب بنو قیدار اور بنو نبیط کی آبادی کے مقامات کا پتہ لگ گیا ہے، تو شوکت کا گھر کعبہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا، شوکت کا گھر لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے، اس کو بزرگی کا دیا جانا اس کا قبلہ تسلیم کیا جانا ہے، جو عہد نبوی میں ہوا،

۷۔ **وہ پیشگوئیاں** انجیل و تورات کی جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک ہے،

ہر شخص کو یہ خیال گزرے گا، کہ جس عظیم الشان نبی کی بابت تمام پہلے صحیفوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثرت سے اور اس وضاحت سے پیشگوئیاں موجود ہیں، کیا اس کا نام بھی بتلایا گیا ہے، میں کہتا ہوں، کہ بیشک تورات و انجیل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی بتلایا گیا ہے، اور یہ نام بکثرت لیا گیا ہے، لیکن ترجمہ کرنے والوں کی دانستہ یا نادانستہ غلطیوں نے شکل بدل دی ہے، ہمارے ہاتھ میں جو اردو کی بائیبل ہے، وہ اصل زبان سے بلا واسطہ ترجمہ نہیں کی گئی، بلکہ ترجمہ در ترجمہ ہے، آپ اس امر کو ذہن نشین کر کے مندرجہ ذیل پیشگوئیوں پر غور کریں۔

(اول) تو اپنی دیواروں کا نام نجات اور اپنے دروازوں کا نام ستودگی رکھے گی،

یسعیاہ ۶۰ باب ۱۸ درس

غور فرمایئے، کہ ستودگی ترجمہ ہے، محمدیت کا، چونکہ لفظ محمدیت کے لکھنے سے عیسائیوں کو سخت نقصان پہنچتا، اس لئے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کر دیا، یہ واضح رہے، کہ اس مقام پر ستودگی کا لفظ اتفاقاً واقع نہیں، یسعیاہ ۴۲ باب ۱۱ درس کے یہ لفظ ہیں:۔

خداوند یہوواہ صداقت اور ستودگی کو ساری قوموں کے حضور اگا دے گا،

(دوم) غزل الغزلات میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا حلیہ بیان کیا ہے، دیکھو باب ۵ درس ۱۰ حلیہ کے بعد انہوں نے نام بتلایا ہے، جس کو ترجمہ میں بدل ڈالا گیا، بائبل میں موجودہ الفاظ یہ ہیں:۔ "ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے" جس لفظ کا ترجمہ عشق انگیز کیا گیا ہے، وہ عبرانی میں لفظ محمدیم ہے، عبرانی میں یم علامت تعظیم ہے، جیسے الوہ سے الوہیم بمعنی اللہ تعالیٰ، اور بعل سے بعلیم یعنی بعل بزرگ، اسی طرح محمد سے محمدیم بمعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عبرانی سے ترجمہ کرتے وقت اسم کا ترجمہ بطور صفت کیا گیا، اور دیگر مترجمین نے صفت کا اثر و نتیجہ لے لیا، لیکن جب اصل کتاب میں محمدیم موجود ہے، تو خدا کی حجت سب پر ختم ہو چکی،

(سوم) حجی نبی کی کتاب کا باب نمبر ۲ دیکھو، اور ۶ درس سے ۹ تک پڑھو، کہ آنحضرت کا نام بھی ہے، اور کعبہ کو یروشلم کی جگہ قبلہ مقرر کرنے کا ذکر بھی ہے،

۶۔ ہنوز ایک مرتبہ اور تھوڑی سی مدت بعد میں آسمان و زمین اور تری و خشکی کو ہلا دونگا

۷۔ بلکہ میں ساری قوموں کو ہلا دونگا، اور ساری قوموں کی مرغوب چیزیں ہاتھ آئینگی، اور میں اس گھر کو جلال سے بھر دونگا، رب الافواج فرماتا ہے،

۸۔ چاندی میری ہے، اور سونا میرا ہے، رب الافواج فرماتا ہے،

۹۔ اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہے، رب الافواج فرماتا ہے، اور میں اس مکان کو سلامتی بخشونگا،

ساتویں درس کے جن الفاظ پر خط کھینچا گیا ہے، عبرانی تورات میں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔ وَیَابُوُحَمِیدَتْ کُلْ هَگوِیمْ، جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ سب قوموں کا حمد آوے گا،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی محمدؐ، جس کی حمد سب اقوام کریں، عبرانی لفظ حمدث ہے، جس کے عربی میں معنی حمد ہیں،

اردو ترجمہ والے نے خدا جانے کہاں سے "مرغوب چیزیں" اس کا ترجمہ کر دیا اور "ہاتھ آئینگی" اپنی طرف سے بڑھا دیا، گھر کو جلال سے بھر دینے کا ذکر ساتویں درس میں بھی ہے، اور نویں میں بھی، آٹھویں درس میں یروشلم کو چاندی اور کعبہ کو سونا بتلایا گیا ہے، کیونکہ پچھلا گھر جس کا ذکر نویں درس میں ہے، وہ کعبہ ہے، جو یروشلم کے بعد ہمارا قبلہ ٹھہرا، اور پہلا گھر یروشلم تھا، پچھلے گھر کے جلال کا زیادہ ہونا اس طرح ثابت ہے، کہ اس مکان کو سلامتی بخشی گئی، اسی لئے عرب اس کا نام دارالسلام کہتے ہیں، اور اسی لئے قرآن میں اس کی صفت یہ ہے:۔

مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا، (جو شخص اس گھر میں داخل ہوتا ہے، اس کے لئے سلامتی ہے)

چہارم۔ یوحنا ۱۵، باب ۱۴ درس میں ہے:۔

"میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا، اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا، قابل تصفیہ یہ ہے، کہ تسلی دینے والا حضرت مسیح کے کس لفظ کا ترجمہ ہے، یہ ثابت شدہ ہے، کہ مسیح نے اس جگہ لفظ فارقلیط استعمال کیا تھا جب انجیل کا ترجمہ کالدی زبان سے یونانی میں کیا گیا، تب فارقلیط کا ترجمہ کلیوطاس کیا گیا، یہ صحیح ترجمہ تھا، غلط نویسوں نے کلیوطاس کو کلیطاس لکھدیا، اور ترجمہ کے وقت اس کا ترجمہ تسلی دہندہ کیا گیا، مطلب یہ ہے، کہ تسلی دہندہ کلیطاس کا تو صحیح ترجمہ ہے، لیکن کلیطاس فارقلیط کا صحیح ترجمہ نہیں، فارقلیط کا صحیح ترجمہ احمد ہے، اور اب یہ انجیل کا فقرہ قرآن مجید کی اس آیت کا ہم معنی ہو گیا ہے:۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ،

کاش عیسائی صاحبان اس ترجمہ در ترجمہ عبارتوں کے نقصانات سے آگاہ ہو جاتے، تو ایمان لانے میں جو حجاب اُن کے سامنے گرا ہوا ہے، اُٹھ جاتا،

بعض عیسائیوں نے اس پیشگوئی کے متعلق عجب تاویل کی، کہ تسلی دہندہ سے مراد روح القدس ہے، جو حواریوں پر نازل ہوئی تھی، لیکن انہوں نے یوحنا ۱۵ باب ۳۰ درس کا خیال نہ کیا، اس میں حضرت مسیح کے یہ لفظ ہیں "اس جہان کا سردار آتا ہے، اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں"، عیسائیوں کا اصولی مسئلہ یہ ہے، کہ خدا، بیٹا، روح القدس کا جلال، قدرت، قیومیت برابر کی ہے، اور اس پیش خبری میں مسیح اس بزرگوار کی آمد کی خبر دیتا ہے، جس کی صفات عالیہ میں سے مسیح کو کوئی بات حاصل نہیں، اور اسی لئے وہ اس جہان کا سردار ہے، جہان کا سردار، ترجمہ ہے سرور عالم کا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ہے اور ترجمہ ہے، سید ولد آدم کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا الہامی خطاب ہے،

اسی مقام پر انجیل لوقا ۲۴ باب ۴۹ درس کو پڑھ لینا چاہئیے، حضرت مسیح کے یہ الفاظ ہیں:۔ "میں اپنے باپ کے اس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں"، اس لفظ موعود نے ان تمام پیشگوئیوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کا نام پہلی کتابوں میں وعدہ کیا گیا ہے، تصدیق کر دی، عیسائی صاحبان اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ان پیشگوئیوں کا اطلاق نہیں کرتے، تو ثابت کر کے دکھلائیں، کہ ان کے سوا اور کس شخص پر یہ پیشگوئیاں صادق ہوئی ہیں،

الغرض کتب سماویہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کا بیان نہایت وسیع ہے، اس لئے میں ایک اور مسئلہ کا ذکر کرتا ہوں، عیسائیوں کی کوشش اور تعلیم یہ ہے، کہ جملہ انبیاء میں (جن کو وہ بھی انبیاء جانتے ہیں) کچھ نہ کچھ نقص وعیب نکالیں، تا کہ اکیلے مسیح کا پاک و برتر ہونا ثابت ہو جائے، جسم پر لرزہ پڑ جاتا ہے، اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جب کہ وہ بعض انبیاء کی نسبت بدترین عیوب کا الزام لگاتے ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ لوط پیغمبر نے بیٹیوں سے زنا کیا، اور دانشمند سلیمان نے (جن کی کتاب مجموعہ تورات میں شامل ہے) اپنی آخری عمر میں بت پرستی کی، اور داؤد نبی نے دوسرے شخص کی بیاہتا جورو کو حیلہ سازی سے گھر میں ڈالا، اور اسرائیل نے اپنے اندھے باپ کو جل دیکر اور بڑے بھائی کو روپ بدل کر باپ کی برکت حاصل کی،

میں لاہور میں تھا، کہ وہاں کے لاٹ پادری صاحب نے وعظ کہا، کہ مسلمانوں کے نبی معصوم نہیں، کیونکہ وہ خود اپنی دعا میں خدا کی حضور کہا کرتے تھے، رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا میں نے پادری کو اپنے گھر لاکر یہ حدیث دکھلائی، جس میں اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے، ابو بکر صدیقؓ کا سوال ہے، کہ ہم لوگ نماز میں کون سی دعا پڑھا کریں، اور آنحضرتؐ نے ان کو مذکورہ بالا دعا سکھلائی ہے، میں نے کہا، پادری صاحب! دیکھو اور انصاف کرو، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے لئے ان الفاظ کو استعمال کرنا کہاں ثابت ہوتا ہے، وہ بولا ہاں اس سے تو نہیں ثابت ہوتا، میں نے کہا انجیل میں ہے، کہ ایک شخص نے مسیح کو کہا، "اے نیک" مسیح نے فرمایا، کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے، نیک تو کوئی نہیں، مگر ایک خداوند (متی ۱۹) اب دیکھو، اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے، کہ مسیح نیک نہ تھے، لیکن اگر کوئی مسلمان حضرت مسیح کی نسبت ایسا اعتقاد کرے، تو وہ مسلمان نہیں رہتا، کیونکہ اسلام میں ضروری ہے، کہ ہر ایک نبی کو معصوم، پاک از نقص و عیوب، سراپا صدق و عفاف یقین کیا جائے، کیونکہ اسلامی تعلیم کی رو سے جملہ انبیاء گناہوں سے پاک، آلودگیوں سے دور، اور بہترین فضائل میں تمام جہان کے لئے اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں، ان سے کسی نقص، پلیدی یا عیب و ناپاکی کو منسوب کرنا گمراہی ہے،

جناب من! اب آپ اندازہ فرمائیں، کہ انبیاء کی نسبت مسلمانوں کا عقیدہ پاکیزہ ہے یا عیسائیوں کا،

بعض لوگوں نے دیکھا، کہ عیسائی دیگر انبیاء پر نکتہ چینی کرتے ہیں، حتیٰ کہ ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید و مولا نبی کریم کی شان میں بھی گستاخانہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، تو انہوں نے انجیل میں سے ایسی ایسی عبارتیں نکالیں، جن سے مسیح میں گھناؤنی عادتیں اور گندی باتیں ثابت ہوں، لیکن میں ایسی باتوں کو مباحثہ کی ضرورت سے بھی پسند نہیں کرتا، کیونکہ اسلام کی تعلیم یہی ہے، ہاں ان لوگوں پر افسوس ہے، جو بحث و مباحثہ کے جوش میں اگر دوسروں کے بزرگوں کو برا کہنے لگتے ہیں، قرآن مجید کی تعلیم تو یہ ہے، کہ بتوں کو بھی برا نہ کہو، کیونکہ بت پرستی کا بطلان کچھ اس طرح پر نہیں ہوتا، کہ ہم کسی دیوتا کی مورتی کو گالیاں دینے لگیں، بلکہ بطلان اس طرح ہوتا ہے، کہ خدائے واحد کا ہی لائق عبادت و سزاوار پرستش ہونا ثابت کر دکھائیں،

آپ نے لکھا ہے، کہ قرآن کی تعلیم خدا کی طرف سے نہیں، بندہ کی طرف سے ہے، میں دریافت کرتا ہوں، کہ آپ کے نزدیک کوئی سی تعلیم یا کتاب دنیا میں خدا کی طرف سے ہے بھی، براہِ مہربانی اس کا نام بتلا دیجئے، تاکہ میں قرآن پاک کی تعلیم کی برتری اس سے ثابت کر دوں، کیا قرآن پاک کی برتری اور صداقت کی یہ عمدہ دلیل نہیں ہے، کہ قرآن مجید حالیہ فلسفہ کا بھی اسی استحکام اور متانت سے مقابلہ کر رہا ہے، جس خوبی اور کمال سے فلسفۂ قدیم کا مقابلہ کیا تھا، کیا آپ دعویٰ کر سکتے ہیں، کہ انجیل کی عبارتیں منطق اور فلسفہ کے سامنے پیش کئے جانے سے صحیح رہ سکتی ہیں، کیا ایک آدمی کے جسم کے اندر کئی کئی بھوتوں کا گھس جانا اور نکل جانا کوئی فلسفی تسلیم کر سکے گا،

ہاں عیسائیت کا سب سے بڑا مسئلہ تثلیث ہے، لیکن کیا کوئی ذی علم دعویٰ کر سکتا ہے، کہ تین در اصل ایک ہوتے ہیں، اور ایک فی الحقیقت تین ہوتا ہے، کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے، کہ ایک چیز جداگانہ قائم بالذات ایک بھی ہو اور پھر دوسری جداگانہ قائم بالذات چیز کا ایک تہائی حصہ بھی ہو، کیا آپ نے مسئلہ تثلیث کے متعلق کچھ تاریخ سے بھی معلومات حاصل کی ہیں، یہ ثابت شدہ ہے، کہ حضرت مسیح سے ۳۶۰ برس پیشتر افلاطون نے یہ مسئلہ ایجاد کیا تھا، کہ خدا علت اولیٰ ہے، اور اس نے عقل اول اور روح اعظم کے ذریعہ سے دنیا کو بنایا ہے، علت اولیٰ، عقل اول اور روح اعظم تینوں ایک ہی وجود کے تین حصے ہیں، افلاطون کا یہ مسئلہ یونانیوں میں خوب مشتہر اور دل نشین تھا، جب عیسائیت کے واعظین حضرت مسیح سے ۷۰ برس بعد یونان پہنچے، تو انہوں نے اہل یونان کو عیسائی بنانے کے لئے اپنے مذہب میں بھی خدا، بیٹا اور روح القدس کا مسئلہ گھڑ لیا، اور لوگوں کو یقین دلایا، کہ افلاطون نے جس عقل اول کا ذکر کیا ہے، مسیح وہی عقل اول تھا، جو مجسم ہو گیا تھا، اس مطابقت کی وجہ سے یونانیوں پر عیسائیت نے جلد اثر کیا، اور آسمانی تعلیم پر یونانی تخیلات نے قبضہ کر لیا،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنابِ من! اگر آپ عیسائیت پر غور فرمائینگے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ایک ایسا مذہب ہے، جو انسان کو انسان پرستی سکھلاتا ہے،

ایک ایسا مذہب ہے، جو خدا اور بندوں کے درمیان ایک دیوار بناتا ہے،

ایک ایسا مذہب ہے، جو شریعت کے سب سے بڑے اور سب سے پہلے حکم توحید کو رد کرتا ہے

آپ نے سیدہ ہاجرہ کی ذات پر بھی اعتراض قائم کیا ہے، اور اہل عرب کو طعن دیا ہے، مجھے پورا یقین ہے، کہ آپ نے یہ فقرہ صرف عیسائیوں سے سن سنا کر لکھ دیا ہے، یہ سچ ہے، کہ عیسائی لوگوں نے ہمارے دلوں کو رنج پہنچانے کے لئے ان الفاظ کا اکثر استعمال کیا ہے، لیکن یہ الفاظ کچھ ہم مسلمانوں کے لئے ہی مخصوص نہیں رہے ہے، بلکہ سینٹ پال نے اپنے خط میں اس سب بنی اسرائیل کو جنہوں نے عیسائی مذہب قبول نہ کیا تھا، لونڈی بچہ کہا ہے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ نہ صرف سوت اپنی سوت کو غصہ کے وقت لونڈی کہتی رہی ہے اور نہ صرف متبنیٰ بھائی اپنے متبنیٰ بھائی کو لونڈی بچہ کہہ کر پکارتا رہا ہے، بلکہ ایک ماں باپ کی اولاد نے بھی اختلاف مذہب کے وقت اپنے بھائی کو یہی خطاب دیا ہے، ہاں متبنیٰ بھائی نے متبنیٰ بھائی کو جسم سے لونڈی بچہ ہونے کا الزام دیا تھا، تو یہ حقیقی بھائی حقیقی بھائی کو روح سے لونڈی بچہ ہونے کا خطاب عطا کرتا ہے،

کیا آپ اس مسئلہ کی اور زیادہ صراحت معلوم کرنا چاہتے ہیں، آپ کو لازم ہے، کہ توریت میں ان الفاظ کا انتخاب کریں، جو اسحاق اور اسمٰعیل (علیہما السلام) کے لئے کہے گئے، آپ کو معلوم ہو جائے گا، کہ دونوں کو برابر کا وعدہ، برابر کی برکت دی گئی ہے، اس کے بعد آپ ان الفاظ کو دیکھیں، جو حضرت ابراہیم کی اولاد بنی قطورہ کے لئے مستعمل ہوئے ہیں، (قطورہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حرم کا نام ہے) اس وقت آپ کو عین الیقین ہو جائے گا، کہ اسحٰق اور اسمٰعیل میں تو کچھ فرق نہیں ہے، لیکن بنی قطورہ میں ان دونوں کی نسبت سے بہت بھاری فرق ہے،

ان دلائل کے بعد سیدہ ہاجرہ کی نسبت اس قدر لکھ دینا کافی ہے، کہ وہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں، ان کے والد نے سیدہ سارہ کی عظمت و کرامت دیکھ کر اس شہزادی کو ان کی تربیت میں سونپ دیا تھا،

آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے، کہ قرآن نے مسیح کو روح اللہ کہا ہے، اور اس سے مسیح کا ابنِ خدا ہونا نکلتا ہے، میں کہتا ہوں، بیشک قرآن مجید میں حضرت مسیح کی نسبت ہے "وَ رُوْحٌ مِّنْہُ"، لیکن اس سے حضرت مسیح میں الوہیت کا جزو کیونکر ثابت ہوا، یا وہ ابنِ خدا کیونکر بن گئے، قرآن مجید نے حضرت مسیح کی جامع تعریف جو بیان فرمائی ہے، وہ یہ ہے:- اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ مسیح ہمارا وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندہ ہے، جس پر ہم نے اپنا انعام کیا ہے، اب جو جو صفات ان کے بیان ہوئے، وہ سب عبدیت کے تحت میں ہیں،

اگر اب بھی آپ روح منہ کے معنی میں اشکال باقی سمجھتے ہیں، تو اس فقرہ پر غور کرو، جس کو مسلمان ہر روز پڑھا کرتے ہیں، ربنا و رب الملٰئکۃ و الروح، خدا ہمارا، اور فرشتوں کا اور روح کا پالنے والا ہے، اس سے معلوم ہو جائے گا، کہ روح بھی خدا کی مخلوق اور پیدا کردہ ہے، اس لئے حضرت مسیح روح منہ کا خطاب پاکر بھی خدا کے مخلوق اور بندہ ہی رہتے ہیں نہ کچھ اور،

آپ نے اپنے خط میں عرب کے بدویوں کی بے علمی اور غیر متمدن حالت کا ذکر کیا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ اسلام میں صداقت نہیں،

جناب من! جو نتیجہ آپ نے نکالا ہے، وہ ہرگز صحیح نتیجہ اس واقعہ کا نہیں ہے،

کیا آپ کو معلوم ہے، کہ مسیح نے پطرس حواری کو شیطان کہا تھا، یوحنا ۶/۷۰

کیا آپ کو معلوم ہے، کہ مسیح کو یہوداہ اسقریوتی نے تیس روپیہ رشوت لے کر گرفتار کرایا تھا،

کیا آپ کو معلوم ہے، کہ مسیح اپنے چیدہ شاگردوں کو کم اعتقاد و کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا، متی ۶/۳۰ و ۸/۲۶

کیا آپ کو معلوم ہے، کہ مسیح نے حواریوں کو ان کی بے ایمانی جتلا کر یہ کہا تھا، کہ اگر تم میں ایک رائی کے دانہ برابر ایمان ہوتا، تو پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا، تو وہ چلا جاتا، متی ۱۷/۲۰

کیا آپ کو معلوم ہے، کہ پطرس نے مسیح کا انکار کر کے مسیح پر لعنت بھیجی تھی، متی ۲۶/۷۴ و ۷۵،

اب آپ خود ہی غور فرمائیں، کہ جس مذہب کے بہترین اشخاص جو رسول کہلاتے ہیں، ایسے ہیں، کہ ان میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں، تو وہ مذہب کیا ہوگا،

یہ بدوی خواہ بے علم ہیں، خواہ وحشی ہیں، خواہ اپنے نبی کریم سے چودہ سو برس بعد ہوئے ہیں، لیکن اگر آپ ان کے اعتقاد کو جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے ہے، اس اعتقاد سے جو مسیح کے شاگردوں کا مسیح کی بنسبت خود مسیح کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے، مقابلہ کریں گے، تو آپ کو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا، اور بے اختیار آپ کو کہنا پڑے گا، چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جناب من! اب میں آپ کی سب باتوں کا جواب لکھ چکا ہوں، اور اس خط میں اپنی طرف سے اسلام کے متعلق کچھ نہیں لکھتا، اگر آپ چاہیں گے، تو کسی دوسرے خط میں انشاء اللہ العزیز تحریر کروں گا، کہ وہ کونسی تعلیم ہے، جو اسلام کو تمام آسمانی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات سے برتر و افضل ثابت کر رہی ہے، اور وہ کیا چیز ہے؟ جو بدویوں اور وحشیوں کو بھی ہدایت بخشتی ہے، اور فلاسفروں، حکیموں کا سینہ کھول دیتی ہے، خط کے خاتمہ پر صرف ڈیڑھ حرفی بات کہنا چاہتا ہوں، کہ آپ خط کو غور سے، ٹھنڈے دل سے تین بار مطالعہ فرمادیں، اور خداوند عالم ہادی کل سے دعا کریں، کہ وہ آپکے سینے کو حق صریح کے لئے کھول دے، اگر خط پڑھکر بھی کچھ اعتراض دل میں کھٹکتے رہیں، تو تھوڑے دنوں کے واسطے میرے پاس تشریف لے آویں، تاکہ آپ بے تکلف گفتگو کر سکیں، والسلام،

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

راقم آپ کا خیر اندیش

محمد سلیمان منصور پوری از پٹیالہ یکم اپریل ۱۹۰۹ء

دوسرا خط

قاضی صاحب مرحوم کا یہ خط بھی چونکہ تبلیغی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے ضروری ہے، کہ اصل خط شائع کرنے سے پہلے یہ بتادیا جائے، کہ یہ خط کن حالات کے ماتحت لکھا گیا تھا، ۱۴ر جون ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے، کہ گوجرانوالہ میں ایک مسلمان گریجوایٹ مسٹر عبدالغفور بی اے نامی حلقہ اسلام سے نکل کر مرتد ہوگیا، یا بالفاظ دیگر آریہ سماج میں داخل ہوگیا تھا، جو بعد میں دھرمپال کے نام سے مشہور ہوا، اور آریہ سماج کا بہت بڑا پرچارک (مبلغ) مانا گیا، مسٹر دھرمپال بی اے نے اسلام کے خلاف بہت سی کتابیں لکھیں، اور وقتاً فوقتاً بہت زہر اگلا، مگر پورے گیارہ سال کے تجربے کے بعد اس کا دل آریہ سماج سے کھٹا ہوگیا، اور اس نے مسلمانوں، عیسائیوں اور سکھوں سے مطالبہ کیا، کہ وہ اب اپنی اپنی صداقت پیش کرکے مجھے قائل کریں، تاکہ میں جس کو حق پر سمجھوں، اس میں جذب ہو جاؤں، قاضی صاحب مرحوم نے اس کی اس اپیل پہ ایک پرائیویٹ خط لکھا، جو بہت طول طویل اور نہایت مدلل و مشرح ہے، مگر قبل ازیں کہ وہ خط شائع کیا جائے، ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ دھرمپال کا اصل مضمون بھی پہلے شائع کر دیا جائے، تاکہ ناظرین کرام کو پھر قاضی صاحب مرحوم کے جواب کی صحیح قدر و منزلت ہو سکے اور جواب کی اہمیت کا اندازہ لگ سکے

قاضی صاحب مرحوم کا یہ خط ہی تھا، جس سے متاثر ہوکر دھرمپال دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور غازی محمود دھرمپال بی اے کے نام سے دوبارہ مسلمانوں سے روشناس ہوا۔ خادم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

15412

دھرم پال بی اے کا اپیل

میرے مسلمان، عیسائی، سکھ، آریہ، دیانندی اور ہندو بھائیو!
آپ میں سے اکثر اصحاب سالہا سال سے میری تحریروں میں اور میری زندگی میں دلچسپی لیتے رہتے ہیں، میں آپ کو اپنا سمجھ کر اپنی زندگی کی اُن باتوں کو بھی آپ کے سامنے اکثر کھول کر بیان کر دیتا رہا ہوں، جو کہ پرائیویٹ زندگی سے تعلق رکھتی ہیں، کیونکہ میرا خیال ہے، کہ پبلک آدمی کی ہر ایک بات پبلک کی امانت ہے، مَیں ان لوگوں سے اتفاق نہیں رکھتا ہوں جو یہ سمجھتے ہیں، کہ پبلک آدمی اپنی پرائیویٹ زندگی کا واحد مالک ہوا کرتا ہے، ہرگز نہیں بلکہ پبلک آدمی کی بیرونی سطح اور اندرونی تہ دونوں کی مالک پبلک ہے، کیونکہ میرے نزدیک پبلک آدمی کی بیرونی سطح قول ہے، جب کہ اس کی اندرونی سطح فعل ہے، ضروری ہے، کہ پبلک آدمی کے قول و فعل میں مطابقت ہو، جب سے میں پبلک کے سامنے آیا ہوں میں نے اپنے قول و فعل میں مطابقت رکھی ہے، اور میں نے ہرگز اس بات کی پرواہ نہیں کی، کہ میری یہ مطابقت میری نیکنامی کا موجب ہوگی یا بدنامی کا باعث، اگر مَیں نے یہ لکھا، کہ تمام انسان اسی خداوند قدوس کے بندے ہیں، جس نے کہ مجھکو پیدا کیا ہے، اور کہ مجھے کسی انسان کے ساتھ محض اس بنا پر کھان پان سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ وہ میرا ہم قوم یا ہم مذہب نہیں ہے، تو مَیں نے اس پر عمل کر کے بھی دکھایا، اور برملا مسلمانوں، عیسائیوں چوہڑے چماروں کے ہاتھ کا کھایا اور کھاتا ہوں، اگر مَیں نے یہ لکھا، کہ چھوت چھات کا مسئلہ برا ہے، تو میں نے اس کو توڑ کر رکھ دیا، اگر میں نے یہ لکھا، کہ ذات پات توڑ ڈالنی چاہیئے، تو مَیں نے خود بھی توڑ ڈالی، اگر میں نے گن کرم، سوبھاؤ کے اصول کے حق میں آواز اٹھائی، تو مَیں نے پہلے آپ اس پر عمل کیا، اگر مَیں نے نیوگ کے حق میں آواز اٹھائی، تو خود بھی نیوگ کیا، اگر مَیں نے دو مختلف قوموں میں دامادی کے تعلقات کے حق میں آواز بلند کی، تو پہلے میں نے خود اس پر عمل کیا، اگر مَیں نے ایک مذہبی سوسائٹی کو پالٹیکس میں حصہ نہ لینے کا وعظ کیا، تو مَیں نے سب سے پہلے پالٹیکس سے پرہیز کرنے کے فارم پر دستخط کئے۔
اگر مَیں نے یہ کہا، کہ آریہ سماجیوں کو آریہ سماج کے دس اصولوں کے سوائے سوامی دیانند کی لکیر کے فقیر بنکر دیانندی بننے سے بچنا چاہیئے، کیونکہ سوامی دیانند کی تعلیم کئی صورتوں میں محض باطل پرستی اور کئی صورتوں میں سخت خطرناک ہے، تو مَیں نے سب سے پہلے خود سوامی دیانند کی اندھی "تقلید کے جوئے کو گردن سے اتار پھینکا، اگر مَیں نے یہ لکھا، کہ ہمیں دیگر مذاہب کے ساتھ اُلجھنے کے بجائے ویدوں کے پرچار میں لگ جانا چاہیئے، تو سب سے پہلے مَیں نے خود یجروید بھاشیہ کا اردو میں ترجمہ کر ڈالا، اگر مَیں نے یہ کہا، کہ مروجہ ستیارتھ پرکاش

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وہ حصہ جو کہ دیگر مذاہب کے کھنڈن کے بارہ میں سخت دل آزار تحریروں سے پُر ہے، ستیارتھ پرکاش سے الگ کر کے جلا دینا چاہیے، یا مروجہ ستیارتھ پرکاش کو ہی جلا دینا چاہیے، تو میں نے ایسا لکھنے سے پیشتر پہلے اپنی اسی قسم کے کھنڈن کی کتابوں کو ہزاروں کی تعداد میں ڈھیر لگا کر برسر عام جلا کر خاک سیاہ کر دیا، اگر میں نے یہ لکھا، کہ مروجہ ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند کا اصلی ستیارتھ پرکاش نہیں ہے، اور اصلی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء کا ہی ہے، تو میں نے ۱۸۷۵ء کے اصلی ستیارتھ پرکاش کو بہت سا روپیہ خرچ کر کے پبلک کے سامنے چھپوا کر رکھدیا، اگر میں نے یہ لکھا، کہ آریہ سماج کے کسی ممبر کو ہتک عزت وغیرہ کے معاملات میں عدالت کی پناہ نہیں لینی چاہیئے، تو میں نے خود اس پر عمل کر کے دکھایا، جب کہ آریہ سماج کے ممبروں کی طرف سے میرے برخلاف فحش سے فحش کتابیں شائع کی گئیں، اور مجھ پر بڑے سے بڑے الزام لگائے گئے، مگر میں نے آج تک کبھی بھی عدالت کا دروازہ نہ کھٹکھٹا کر اس بات کا ثبوت دیا، کہ میرے قول و فعل میں مطابقت ہے،

میرے دوستو! آپ جانتے ہیں، کہ میں جنم کے لحاظ سے مسلمان ہوں، اور مجھے اس بات کا ہمیشہ فخر ہے، کہ میرے والدین بہت متقی، پرہیزگار اور عالم باعمل تھے، لیکن میں آریہ اور آریہ سماجی ہوں، آپ جانتے ہیں، کہ آریہ سماج کا اپنا کوئی الگ مذہبی قانون نہیں ہے، بلکہ بیاہ شادی اور وراثت وغیرہ تمام معاملات میں آریہ سماج ہندو قانون ہی کے ماتحت ہے یہاں تک کہ سرکاری مردم شماری میں بھی وہ ہندوؤں کا ہی ایک فرقہ تسلیم کیا گیا ہے، چونکہ آریہ سماج ہندوؤں کا ایک فرقہ اور موجودہ ہندو قانون کے ماتحت ہے، اس لئے بطور آریہ اور آریہ سماجی کے میں بھی اپنی مرضی کے قطعی برخلاف ہندوؤں میں شامل سمجھا گیا، مگر موجودہ ہندو قانون غیر ہندوؤں یا مسلمانوں کا ہندو بنایا اُن کو ہندوؤں کے برابر مجلسی اور مذہبی حقوق دینا تسلیم نہیں کرتا، گویا ہندوؤں نے میری موجودگی سے اپنی تعداد میں پولیٹیکل نقطۂ خیال سے اضافہ کرنے کا تو فائدہ اٹھایا، لیکن اگر میں اُن سے کوئی مذہبی یا مجلسی حقوق مانگوں، تو وہ مجھے کھشتریوں، برہمنوں یا کسی بھی ودیج کے مساوی کسی قسم کے مجلسی یا مذہبی حقوق نہیں دینگے، اس لئے کہ ہندو قانون کے مطابق میری کنورشن (شدھی) بالکل بے معنی بلکہ سراسر ناجائز ٹھہری، تو اس صورت میں اگر میں ہندو طریقہ سے کسی جنم کی ہندو عورت سے خواہ وہ چوہڑی، چماری، شودرانی، ویشانی، کھترانی یا برہمنی ہو شادی کروں، تو وہ موجودہ ہندو قانون کے مطابق ناجائز شادی ہوگی، میرے دوستو! اس بات کو واضح کرنے کے لئے میں آپ کی توجہ کو بمبئی، الہ آباد وغیرہ کی ہائیکورٹوں کے اُن فیصلوں کی طرف کھینچنا چاہتا ہوں، جن میں کہ ہندوؤں کی دو مختلف ذاتوں کی شادی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، جن میں سے بمبئی ہائیکورٹ کا منکو اور کاشی بائی کا فیصلہ قابل ذکر ہے، منکو بائی چند

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک تعلیم یافتہ اور متمول ہندو تھا، مگر وہ برہمن نہیں تھا، کانشی بائی ایک برہمن بیوہ تھی، رائے چند نے ہندو طریقہ سے اس سے شادی کرلی، اور اس کے ہاں کئی لڑکے بھی ہو گئے، آخر کسی بات پر جھگڑا ہوا، کانشی بائی نے اپنے خاوند کے برخلاف اپنے اور اپنے بچوں کے گذارہ کے لئے اور اپنے خاوند کی جائداد سے حصہ پانے کے متعلق دعویٰ کیا۔ مگر کانشی بائی یا اُس کے بچوں کو گذارہ ملنا تو ایک طرف رہا، اُلٹا عدالت ماتحت نے یہ فیصلہ دیا، کہ موجودہ ہندو قانون کے مطابق ایک غیر برہمن ہندو کی برہمن عورت سے شادی ناجائز ہے، اور کہ موجودہ ہندو قانون کے مطابق ایسی شادی کی اولاد چنڈال کہلاتی ہے، چنانچہ ہائیکورٹ نے بھی عدالت کے فیصلہ کی تائید کی۔ اس واقعہ کے بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہے، کہ جس صورت میں کہ موجودہ ہندو قانون کے مطابق ایک غیر برہمن ہندو کی ایک برہمن عورت سے شادی ناجائز اور اس کی اولاد چنڈال ٹھیرتی ہے، تو اس صورت میں ایک جنم سے مسلمان کا ایک برہمن عورت کے ساتھ شادی کرنا موجودہ قانون کے مطابق سخت ناجائز اور اُن کی اولاد مہا چنڈال کیوں نہیں ہو گی؟ میرے دوستو! میں خیال کرتا ہوں، کہ آپ تمام معاملہ کو سمجھ گئے ہونگے، آپ جانتے ہیں، کہ میں نے ایک برہمن دیوی سے شادی کی ہے، اگر یہ شادی موجودہ ہندو قانون کے مطابق ہوئی ہوتی، تو یہ ناجائز ہوتی، مگر میں نے یہ شادی موجودہ ہندو قانون کے مطابق نہیں کی، بنابریں یہ شادی موجودہ ہندو قانون کی رو سے باہر ہے، مگر ناجائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ شادی پراچین آریوں کے سوئمبر طریقہ پر کی گئی ہے، جو کہ عالموں فاضلوں کے نزدیک سب سے افضل مانا گیا ہے، چنانچہ سوامی دیانند نے بھی لکھا ہے کہ:-

"جیسے سوئمبر کا طریقہ آریہ ورت میں زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے، وہی بیاہ افضل ہے، ستیارتھ پرکاش سمولاس چہارم ص۱۰۱"

میرے دوستو! میری شادی صرف یہی نہیں کہ جائز ہے، بلکہ اگر آریہ سماج کا شادی کے بارے میں اپنا قانون ہو، تو یہ شادی سب سے افضل بھی ہے؛ اور اگر آریہ سماج ہندو قانون کے ماتحت نہ ہوتا، بلکہ اس کا اپنا الگ قانون ہوتا، تو میری اولاد آریہ سماج میں سب سے افضل سمجھی جاتی، لیکن چونکہ آریہ سماج کا شادی کے بارے میں اپنا کوئی قانون نہیں ہے، بلکہ وہ ہندو قانون کے ہی ماتحت ہے، اس لئے اگر میری اولاد آریہ۔ آریہ سماجی یا دیانندی رہتے ہوئے ہندوؤں میں شامل سمجھی گئی، تو وہ ہندو قانون کی زد میں آکر کبھی بھی افضل یا درج تسلیم نہیں کی جائے گی، بلکہ اس پہ مہا چنڈال کا فتویٰ لگ جائے گا، حالانکہ ہندو قانون کے مطابق ایسے بچوں کو بھی جائز اور ہندو تسلیم کیا گیا ہے، جو کہ گندھرب، آسر، راکھشس اور پشاچ وواہوں کا نتیجہ ہوں،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ منو سمرتی کے تیسرے ادھیائے کے ۲۰ ویں شلوک میں لکھا ہے، کہ برہمن کھشتری ویش اور شودر کے لئے مفصلہ ذیل آٹھ قسم کے وواہ ہیں:۔

(۱) برہم (۲) دیو (۳) آرش (۴) پرجاپت (۵) اسُر (۶) گندھرپ (۷) راکھشس (۸) پشاچ۔ ان وواہوں کی منو سمرتی میں جو تشریح کی گئی ہے، اُن کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ عالم فاضل مرد عورت کا برضا و رغبت وواہ ہونا برہم وواہ ہوتا ہے،

۲۔ بڑا بھاری یگیہ کر کے داماد کو زیوروں سے آراستہ و پیراستہ لڑکی کا دینا دیو وواہ کہلاتا ہے،

۳۔ داماد سے کچھ روپیہ وغیرہ لیکر لڑکی دینا آرش وواہ کہلاتا ہے،

۴۔ محض دھرم کی ترقی کے لئے دونوں کا وواہ ہونا پرجاپت کہلاتا ہے،

۵۔ دولہا اور دلہن کو کچھ لے دیکر بیاہ کرنا اسُر وواہ کہلاتا ہے،

۶۔ اپنی مرضی سے لڑکے اور لڑکی کا کسی تنہائی جگہ میں مل بیٹھنا گندھرپ وواہ کہلاتا ہے،

۷۔ روتی چلاتی ہوئی لڑکی کو اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر یا لڑ جھگڑ کر زبردستی اُٹھالیجانا راکھشش وواہ کہلاتا ہے،

۸۔ کسی جگہ اکیلی سوتی ہوئی یا نشہ پی ہوئی لڑکی سے زنا بالجبر کر ڈالنا پشاچ وواہ کہلاتا ہے،

مذکورہ بالا آٹھ قسم کے وواہوں میں سے منوسمرتی کے ۲۳ ویں شلوک کے مطابق پہلے چھ وواہ یعنی برہم، دیو، آرش، پرجاپت، اسُر، گندھرپ برہمنوں کے لئے افضل مانے گئے ہیں، اور ۲۴ ویں شلوک میں کھشتریوں کے لئے راکھشش وواہ اور ویش اور شودروں کے لئے اسُر وواہ افضل مانا گیا ہے، اس تمام بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر چاروں ورنوں کے آدمی اپنی اپنی ورن کے مذکورہ بالا طریقے کے مطابق وواہ کریں، تو ان کی شادی جائز اور اُن کی اولاد بھی جائز تصور ہوگی، یہاں تک کہ منو مہاراج نے زنا بالجبر کو بھی وواہ ہی بتلایا ہے، تاکہ زنا بالجبر کی اولاد کے حقوق بھی تلف نہ ہونے پائیں، جس سوسائٹی میں شادی اور شادی کے نتائج کی حدود اس قدر وسیع ہوں، دیکھنا چاہیئے، کہ اس سوسائٹی میں میری شادی اور میری اولاد کے لئے کوئی گنجائش ہے یا نہیں، میرے دوستو! میری شادی سوئمبر طریقہ پر ہوئی، جو کہ تمام طریقوں سے افضل مانا گیا ہے، اگر سوئمبر کو نظر انداز کر کے مذکورہ بالا آٹھ وواہوں کی فہرست میں میں نے اپنی شادی کو رکھنا ہو، تو یقیناً برہم وواہ کی فہرست میں آئے گی وجہ عالموں، فاضلوں، یا گیانی پرشوں یعنی برہمنوں کے وواہ کے طریقوں میں سے سب سے افضل

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقہ ہے، مگر کیا موجودہ ہندو قانون کے مطابق میری شادی برہمنوں کی شادی کی فہرست میں رکھی جا سکتی ہے، ہرگز نہیں، کیا وہ کھشتریوں کی شادی کی فہرست میں رکھی جا سکتی ہے، ہرگز نہیں، کیا وہ ویش اور شودروں کی شادی کی فہرست میں رکھی جا سکتی ہے، ہرگز نہیں گویا اگر میری شادی ہندو طریقہ کے مطابق ہوئی ہوتی، تو وہ موجودہ چاروں ورنوں کی شادیوں میں سے کسی ورن کی شادی کی فہرست میں بھی نہیں رکھی جا سکتی، بلکہ وہ قطعی ناجائز تصور کی جاتی، اب اگرچہ میری شادی ناجائز نہیں ہے، لیکن اگر میری اولاد کو ہندو قانون کے ماتحت رہنا ہو، تو اُن کو برہمن، کھشتری، ویش تو ایک طرف رہے، شودروں میں بھی جگہ نہیں مل سکتی، بلکہ میری اولاد کا ٹھکانا موجودہ ہندو قانون کے مطابق چنڈالوں بلکہ مہا چنڈالوں میں ہوگا،

میرے دوستو! ذرا انصاف کرو، کہ ایک میلے کچیلے برتن صاف کرنے والے اَن پڑھ رسوئے برہمن کی اولاد کو تو موجودہ ہندو قانون کے مطابق برہمنوں میں جگہ دی جائے، مگر ایک عالم فاضل شخص کی اولاد کو برہمن چھوڑ شودروں کی اولاد میں بھی جگہ نہ مل سکے، کیونکہ جنم کے لحاظ سے وہ مسلمان ہے، کیا موجودہ ہندو قانون کے مطابق یہ ایک صریحاً اندھیر، ظلم، اور بے انصافی کی بات نہیں ہے؟ چونکہ آریہ سماج اس اندھیر، ظلم اور بے انصافی کے قانون کے ماتحت ہے، اس لئے اگر میری اولاد کو آریہ، آریہ سماجی یا ویا نندی رہنا ہو، تو یقیناً ان کو اسی اندھیر، ظلم اور بے انصافی کا شکار ہو کر چنڈال بلکہ مہا چنڈال کہلانا پڑے گا،

میرے دوستو! جس صورت میں کہ ایک میلا کچیلا اَن پڑھ برتن مانجنے والا رسوئیا برہمن اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا، کہ اس کی اولاد چنڈال کہلائے، تو کیا اس صورت میں میری پوزیشن کا آدمی اس بات کو گوارا کر سکتا ہے؟ کہ میری اولاد آریہ، آریہ سماجی یا دیانندی رہ کر ہندو قانون کی زد میں آئے، اور چنڈال کہلائے، ہرگز نہیں، پس اپنی اولاد کو اس لعنت کے طوق سے بچانے کے لئے مجھے مفصلہ ذیل باتوں میں سے مجبوراً ایک پر عمل کرنا ہوگا،

اوّل - اگر میں آریہ یا آریہ سماجی رہنا بنا بریں ہندوؤں میں شمار کئے جانا پسند کروں، تو مجھے اپنی بیوی سے بچہ پیدا کرنے کا فعل نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ اگر بچہ پیدا ہوگا، تو وہ خواہ آریہ رہے، یا ہندو، مگر چنڈال ہی کہلائے گا، اس طرح اس کی تمام زندگی آریوں یا ہندوؤں میں ایک لعنت کی زندگی ہوگی،

دوم - اگر میں آریہ یا آریہ سماجی رہ کر بچہ پیدا کروں، تو مجھے وہ بچہ فوراً مسلمانوں یا عیسائیوں کو دے دینا چاہیئے، کیونکہ اسلامی یا مسیحی قانون کے مطابق وہ چنڈال نہیں کہلا سکے گا، اور اس کو مسلمانوں یا مسیحیوں میں اس کی لیاقت کے مطابق

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساوی حقوق مل سکیں گے ۔

سوم ۔ اگر میں آریہ یا آریہ سماجی رہ کر اپنے بچوں کو بھی آریہ یا آریہ سماجی رکھنا چاہوں ، تو پیشتر اس کے کہ میری بیوی حاملہ ہو ، وائسرِیگل کونسل میں آریہ سماج کے لئے ایک ایسا قانون بن جانا چاہیئے ، جس کے مطابق آریہ سماج موجودہ ہندو قانون کی ماتحتی سے نکل آئے ، تاکہ مسلمانوں سے آریہ بنے ہوئے اصحاب کی شدھی اور اُن کی شادی اس قانون کے مطابق جائز ہو جائے ، اور ان کی اولاد بھی چنڈال وغیرہ کے فتووں سے بچی رہے ۔ اگر یہ قانون میری بیوی کے حاملہ ہونے سے پیشتر بن جائے ، تو میرا بچہ اس سے فائدہ اٹھا سکے گا ورنہ نہیں ۔

چہارم ۔ اگر میں آریہ یا آریہ سماجی رہنا چاہوں ، تو مجھے اپنی بیوی کو طلاق دے دینا چاہیئے ، تاکہ نہ میری بیوی ہو نہ میں بچے پیدا کروں ، نہ میرے بچوں کو آریہ سماج کی معرفت موجودہ ہندو قانون کی زد میں آکر چنڈال وغیرہ بننا پڑے ۔

پنجم ۔ میں خود کسی ایسی سوسائٹی کی پناہ لوں ، کہ جس کا قانون میرے بچوں کو صحیح النسب تسلیم کرے ، اور ان کو سوسائٹی کے دیگر ممبروں کے ساتھ مساوی حقوق دے ،

میرے دوستو ! میں نے اپنی اولاد کو ہمیشہ کی لعنت سے بچانے کے لئے جو حل سوچا ہے وہ مذکورہ بالا پانچ طریقوں میں سے ہی کوئی نہ کوئی ہو سکتا ہے ، شادی کے بعد ابھی تک میری بیوی کو حمل نہیں ہوا ، مگر نہیں معلوم ، وہ کس وقت حاملہ ہو جائے ، پیشتر اس کے کہ وہ حاملہ ہو ، مجھے اس مشکل کا دو ٹوک فیصلہ کرنا چاہیئے ،

اے میرے مسلمان ، عیسائی ، سکھ ، آریہ سماجی ، دیانندی اور ہندو بھائیو ! میری آپ کے دربار میں یہ ایک زبردست اپیل ہے ، کہ آپ مجھے بتائیں ، کہ مجھے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے مذکورہ بالا طریقوں میں سے کس طریقہ پر عمل کرنا چاہیئے ۔

(منقول از گیان پرکاش)

قاضی صاحب کا جواب

مکرم بندہ سلطان القلم مسٹر دھرم پال صاحب بی اے ،

تسلیم و نیاز ، آپ کا یہ رسالہ گیان پرکاش نمبر ۱۱ جلد ۸ میرے سامنے ہے ، اس کے آخر میں آپ نے اپیل شائع کیا ہے ، یہ اپیل عیسائیوں ، سکھوں اور آریوں ، دیانندیوں ہندوؤں سے بھی کی گئی ہے ، اور مسلمانوں سے بھی ، مگر مسلمانوں کو سب سے پہلے مخاطب کیا گیا ہے ، اور میں ضروری سمجھتا ہوں ، کہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے اس کا جواب عرض کروں ، آپ نے پانچ باتوں کا جواب مانگا ہے ، مگر اول و سوم و چہارم شقیں وہ ہیں ، جن کا جواب مسلمانوں سے تعلق نہیں رکھتا ، اس لئے میں صرف شق دوم و پنجم کے متعلق

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض کروں گا۔

شق دوم یہ ہے:۔

"اگر میں آریہ یا آریہ سماجی رہ کر بچہ پیدا کروں، تو مجھے وہ بچہ فوراً مسلمانوں یا عیسائیوں کو دے دینا چاہیئے، کیونکہ اسلامی یا مسیحی قانون کے مطابق وہ چنڈال نہیں کہلا سکے گا، اور اس کو مسلمان یا مسیحیوں میں اس کی لیاقت کے موافق مساوی حقوق مل سکیں گے"

جناب من! اگر آپ شق دوم پر عمل کرنے پر آمادہ ہوں، تب بھی وہ بچہ مسلمانوں کو ملنا چاہیئے،

(اول) اس لئے کہ آپ جنم سے مسلمان ہیں، اور مسلمانوں کا حق اس بارہ میں بروئے اصول فطرت غالب ہے، کہ وہ آپ کے بچہ کو اپنی آغوشِ شفقت میں لیکر اس کی فرزندانہ پرورش کریں، اور کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ کے نعرے خوشی سے لگائیں،

(دوم) عیسائیوں کو اگر آپ اس لئے دینا چاہتے ہیں، کہ اسے مسیحیوں میں مساوی حقوق مل سکیں گے، تو ایسا سمجھنا صرف خوش آیند امید ہی ہے، یہ ایک ایسا خوش کن خیال ہے جس میں اصلیت ذرا بھی نہیں،

میں مان سکتا ہوں، کہ آپ کے بچہ کو دیسی عیسائیوں کے برابر حقوق مل سکیں گے، لیکن میں نہیں مان سکتا، اور آپ کو بھی بھولے سے تصور نہیں کرنا چاہیئے، کہ ہندوستانی ماں باپ کے بچہ کو یورپین والدین والے بچے کے برابر بھی حقوق مل سکتے ہیں، یا مل سکیں گے،

آپ مہربانی سے دیسی عیسائیوں کی حالت پر جو مشن کے احاطہ میں رہتے ہیں، ذرا غور سے نظر ڈالیں، ان کی نگرانی، ان کی حرکات و سکنات کی نگہداشت، اُن کی تحریر و تقریر کی آزادی کا محدود دائرہ کے اندر محدود ہونا سب کچھ دیکھ جائیں، اور پھر بنظر تعمق دیکھیں، کہ کیا آپ جیسا آزاد منش شخص اپنے جگر پارہ کے لئے اُن آہنی دیواروں کو پسند کرتا ہے،

دیسی عیسائیوں اور یورپین عیسائیوں میں جو بین تفریق مراتب ہے، وہ کوئی راز نہیں، بلکہ بالکل کھلا واقعہ ہے:۔

یورپین کے گرجا الگ، دیسیوں کے الگ،

اُن کے کھانے کی میز الگ، اُن کی الگ،

اُن کا قبرستان الگ، ان کا گورستان الگ،

ہندوستانی ماں کا بچہ جو عیسائیوں کو دیا گیا ہو، جب جوان ہو کر اور رشد و تمیز میں کامل ہو کر اس تفاوت و مراتب کو کھلی آنکھوں سے دیکھے گا، تو کیا وہ حقارت و ذلت کو قدم قدم پر اپنا ساتھی نہ پائے گا، اور کیا وہ اپنے ایسے ماں باپ کو جنہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساوی حقوق کی امید پر اس بچہ کو دے ڈالا تھا، نیکی سے یاد کرے گا، یا ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم کریگا، کہ اس کے والدین کا یہ فعل خود اس کے خیر خواہانہ خیالات پر مبنی تھا؟ ہرگز نہیں،

بوجوہات بالا میں پر زور الفاظ میں کہوں گا، کہ بچہ کے حق میں آپ کی جانب سے خیر خواہی یہی ہوگی، کہ وہ مسلمانوں کے سپرد کیا جاوے،

مسلمانوں کے نزدیک اسلام میں داخل ہونے والے بچہ کا احترام شریف ترین قوموں کے برابر ہوتا ہے، اور مقدس ترین مقامات میں بھی وہ محبت و عزت سے دیکھا جاتا ہے، اور مساوی حقوق کے ساتھ ساتھ خاص مراعات کا بھی مستحق سمجھا جاتا ہے،

اب میں شق پنجم کے متعلق تحریر کروں گا، آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"میں خود کسی ایسی سوسائٹی کی پناہ لوں، کہ جس کا قانون میرے بچوں کو صحیح النسب تسلیم کرے، اور اُن کو سوسائٹی کے دیگر ممبروں کے ساتھ مساوی حقوق دے"

جنابِ من! اگر آپ شق پنجم پر عمل کرنا چاہیں، تب بھی مسلمانوں کا دعویٰ قوی ہے، اور اس لئے میرا حق ہے، کہ میں آپ کو اسلامی سوسائٹی میں داخل ہونے کی دعوت دوں،

(اول) اس لئے کہ آپ جنم سے مسلمان ہیں،

(دوم) اس لئے کہ آپ ہمیشہ توحید خالص کے شیدا رہے ہیں، اور مختلف تبدیلیوں میں بھی آپ نے اس اصول کو دانستہ اپنے ہاتھ سے ضائع نہیں ہونے دیا، اور میں یہ بات نہایت وثوق سے کہتا ہوں، اور علی الاعلان اپنے مسیحی دوستوں کے اندر کہنے کو بھی تیار ہوں، کہ توحید خالص جسے اسلام پیش کرتا ہے، اس توحید سے بہت اعلیٰ ہے، جسے عیسائیت پیش کرتی ہے، اور جس میں تثلیث ملی ہوئی ہے،

(سوم) اس لئے کہ آپ ریشنلزم کو سب سے اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں، اور ریشنلزم میں ہر ایک واقعہ کا درست و صحیح ہونا بروئے مشاہدہ و تجربہ یا بروئے برہان و دلیل ہونا چاہیئے، نہ صرف اعتقاد کی بنیاد پر،

لیکن عیسائی بننے والے کے لئے چند مسائل ایسے پیش کئے جاتے ہیں، جن میں نہ عقل و برہان کو دخل ہے، اور نہ مشاہدہ و تجربہ سے کوئی نظیر اس کی بیان کی جاسکتی ہے اور نہ ایک طالب حق کا یہ استحقاق تسلیم کیا جاتا ہے، کہ وہ آزادی سے ان مسائل پر اپنے روحانی باپ یا روحانی استاد سے گفتگو کرسکے،

ایسے مسائل جن میں پراٹسٹنٹ یا ارتھوڈکس، یا کیتھولک سب کے سب متفق ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جن کی بابت فتویٰ یہ ہے، کہ اُن پر اعتقاد کر لینا اُن کے سمجھ لینے سے پیشتر فرض و واجب ہے، متعدد ہیں، مثلاً:-

(الف) ابنیت و الوہیت مسیح (ب) کفارہ (ج) توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید،

کیا آپ ریشنلزم کے اصول کو خیرباد کہہ کر ایسے مسائل پر ایمان لانے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں، جن کو آپ نے ابھی سمجھا نہ ہو، اور جن کی صداقت پر آپ کے سامنے کوئی برہان موجود نہ ہو۔

میں دعویٰ سے کہوں گا، کہ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ کا ترانہ لگانے والا صرف اسلام ہی ہے، وہ ہر ایک شخص کو صادق ماننے کے لیے تیار ہے، اور ہر ایک چیز میں صداقت ماننے کے لئے تیار ہے، جس کے لئے برہان صحیح اور دلیل محکم پیش کر دی جائے۔

بیشک سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ریشنلزم کے سرتاج ہیں، جو باوجود توحید خالص کے سب سے بڑے واعظ اور سب سے بڑے معلم ہونے کے بھی محض دلیل و برہان کی برتری و تفوق کے دکھلانے اور اپنی حق پسندی و حق جوئی کا ثبوت دینے کے لئے یہاں تک بھی فرما دیتے ہیں:- قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ اے محمد کہدے، کہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا، تو سب سے پہلے مَیں اس کی عبادت کرتا (زخرف)

اب مجھے اصول ریشنلزم کی پابندی کا خیال کرتے ہوئے یہ بھی کہدینا چاہیے، کہ آپ کبھی عیسائی نہیں بن سکتے، اور کوئی مسیحی آپ کو عیسائی بنا لینے کی جرأت نہیں کر سکتا، کیونکہ آپ اپنی کانشنس سے مجبور ہو کر ہر ایک مسئلہ کو عقل و برہان سے وزن کرنا چاہیں گے، اور وہاں یہ تعلیم دی جائیگی، کہ سمجھنے سے پیشتر اس پر ایمان لانا فرض ہے، یا یہ کہا جائیگا، کہ یہ ایسا راز ہے جسے انسان کی سمجھ دریافت نہیں کر سکتی،

اور یہ جوابات یقیناً آپ کی بے اطمینانی کو اور زیادہ ترقی دینے والے اور طلب دلیل کی درخواست پر زیادہ زور دینے والے بن جائینگے،

(چہارم) اس لئے کہ اسلام اختیار کرنے سے عیسائیت سے انکار کلی لازم نہیں آتا، بلکہ ایک یونیٹیرین عیسائی ہو جانے کے بعد چند محاسن مزید اور مکارم جدید اس کی ذات میں جمع ہو جاتے ہیں،

لیکن عیسائیت کے اختیار کرنے سے اسلام کا انکار قطعی لازم آتا ہے، اور اسی معیار سے معلوم کیا جا سکتا ہے، کہ اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کو اختیار کرنے والا ضرور نقصان و خسران میں رہتا ہے،

جناب من! غالباً آپ کو معلوم ہوگا، کہ مسلمان ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے پانچ انبیاء کو خصوصیت سے نہایت عظیم الشان نبی تسلیم کرتے ہیں، اور اُن پانچ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ جناب سیدنا عیسیٰ مسیح کا نام بھی لیا کرتے ہیں

ہمارے سیدنا و مولانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں فرما دیا، کہ جو کوئی شخص مسیح پر ایمان نہیں لاتا، وہ مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا،

آپ کو کوئی مسلمان ایسا نہ ملے گا، جو سیدنا مسیح علیہ السلام کو مقدس و برگزیدہ بارگاہ خدا نہ سمجھتا ہو، جو اُن کی والدہ کو سیدۃ النساء العالمین نہ کہتا ہو، جو انجیل کو ہدایت و رحمت کی کتاب نہ کہتا ہو، جو حضرت مسیح کے حواریوں کے صادق و برگزیدہ ہونے کا ایمان نہ رکھتا ہو،

پس جب مسلمان ہونے کے لئے بھی مسلمان ہونے والے کے ایمانیات میں یہ مسائل داخل و شامل اور لازم دین اور جزو ایمان رہتے ہیں، تو پھر انصاف سے آپ ہی فرمائیں کہ کیوں ایک منصف اِن سب باتوں کو لیتا ہوا، اور ان سب نعمتوں کو اپنے خزانۂ قلب میں ذخیرہ بناتا ہوا ان سے آگے بڑھ کر دیگر نعمتوں کو بھی حاصل نہ کرے، جو سید الانبیاء محمد مصطفیٰ کی صداقت کے اعتقاد سے اسے حاصل ہونے والی ہیں،

(پنجم) آپ اس رسالہ گیان پرکاش کے صفحہ ۳۰ کی دفعہ ششم کو ملاحظہ فرمائیے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"میرے پاس جو اکثر دوستوں کے خانگی معاملات کے تصفیہ کے بارے میں خطوط آتے رہتے ہیں، اور میں اُن معاملات میں غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں کوئی یقینی رائے نہیں دیتا، شادی ہوجانے کی صورت میں مَیں ایسے معاملات میں اپنے دوستوں کی مشکلات میں تجربہ کی بنا پر کوئی یقینی رائے دے سکوں گا"

یہی حال سیدنا مسیح علیہ السلام کا ہے، کہ خود غیر شادی شدہ تھے، اور اسی لئے معاملات خانہ داری اور تمدن میں ان کے احکام بہت ہی اقل قلیل ہیں،

(الف) آپ اپنی شادی ہوجانے کے بعد اپنی اولاد کو مساوی حقوق اور صحیح النسبی کا امتیاز دلانے کے لئے کسی سوسائٹی کی پناہ میں آنا چاہتے ہیں، پس اندریں صورت عیسائیوں کی پناہ میں جانا آپ کے لئے فائدہ بخش نہیں ہوسکتا، کیونکہ انجیل کا حکم تو یہ ہے:۔

"اگر کوئی میرے پاس آوے، اور اپنی ماں، باپ اور جورو، لڑکے اور بھائی بلکہ اپنی جان کی دشمنی نہ کرے، میرا شاگرد ہو نہیں سکتا"

(لوقا باب ۱۴ درس ۲۶)

(ب) آپ شادی ہوجانیکی وجہ سے سوسائٹی کی تلاش ضروری سمجھتے ہیں، اور جناب مسیح علیہ السلام ضرورت شادی کے شاڈالنے کو آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے ایک پسندیدہ فعل قرار دیتے ہیں، انجیل کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بعض خوجہ ہیں، جو ماں کے پیٹ سے ایسے پیدا ہوئے، اور بعضے خوجہ ہیں، جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا، اور بعضے خوجہ ہیں، جنہوں نے آسمانی بادشاہت کے لئے اسے قبول کیا، پس جو اسکو قبول کر سکتا ہے سو کرے" (متی باب ۱۹ درس ۱۲)

جن الفاظ کے تحت میں نے خط کھینچ دیا ہے، کیا اُن الفاظ کو کوئی شادی شدہ مرد بخوشی و رغبت دوسری بار پڑھنا بھی پسند کرے گا، میں آپکی توجہ میں یہ امر بھی لانا چاہتا ہوں، کہ حضرت مسیح کا مندرجہ بالا ارشاد شاگردوں کے اس خیال کے اظہار کر دینے کے بعد ہے، کہ اگر مرد کا جورو کے ساتھ یہ حال ہے، تو جورو کرنا ہی ٹھیک نہیں،

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں، کہ عیسائیوں کے اندر جو لاکھوں کی تعداد منک اور نن کی موجود ہے جو آسمانی بادشاہت کے لئے سخت زاہدانہ زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ بھی اسی تعلیم کا نتیجہ ہے،

لیکن کیا ایسی تعلیم اور ایسی تعداد آپکے سوال کو حل کر سکتی ہے، یا شادی شدہ شخص ایسی تعلیم کی پناہ میں اپنی مشکلات کو آسانی کے ساتھ تبدیل کر سکتا ہے، اور اگر نہیں، تو مجھے حق حاصل ہے، کہ میں یہ عرض کروں، کہ اسلام میں ہی پناہ لینا آپکے لئے زیادہ تر مناسب حال ہے،

دششم) اس لئے کہ عیسائیت انسان کو تمدن سے دور کرتی ہے، اور اسلام انسان کو متمدن بناتا ہے، اور چونکہ متاہل شخص کو فی الواقع تمدن ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور تمدن ہی اُس کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے، اس لئے یہ ضروری ہے، کہ آپ اسلام ہی کی پناہ میں آجائیں،

براہ مہربانی انجیل کے مندرجہ ذیل مقامات پر غور فرمائیں:-

"کوئی آدمی دو خاوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا، اس لئے کہ یا ایک سے دشمنی رکھے گا اور دوسرے سے دوستی، یا ایک کو مانے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا، تم خدا اور مال دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے"
(متی باب ۶ درس ۲۴)

"میں تم سے کہتا ہوں، کہ اپنی زندگی کے لئے فکر نہ کرو، کہ ہم کیا کھائیں گے، اور کیا پئیں گے، نہ اپنے بدن کے لئے کہ کیا پہنیں گے، کیا جان خوراک سے بہتر نہیں اور بدن پوشاک سے" (متی باب ۶ درس ۲۵)

"تب یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا، میں تم سے سچ کہتا ہوں، کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے، بلکہ میں تم سے کہتا ہوں، کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا اس سے آسان ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ایک دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (باب ۱۹ ورس ۱۳ و ۱۴)

کیا آپ خیال فرما سکتے ہیں، کہ یورپ جس اعلیٰ تمدن پر پہنچا ہے، اور جس تمدن کی برتری آج دنیا پر حکومت کر رہی ہے، یہ تمدن اور برتری حضرت مسیح کے اُن مذکورہ بالا احکام کی تعمیل اور پابندی کرنے سے بھی حاصل ہو سکتی تھی؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے، تو میرے دعویٰ کا اثبات ہوگیا، ان احکام کے ساتھ قرآن مجید کا یہ فرمان بھی پڑھ لیجئے:۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا (بیوقوفوں کو اپنے مال نہ دے دیا کرو، خدا نے تو مال و دولت کو تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا ہے)

(ہفتم) اس لئے کہ آپ نے کسی سوسائٹی کی پناہ میں آنے کا خیال کرتے ہوئے خصوصیت سے دو بڑی بڑی سوسائٹیوں کا نام لیا ہے، مسلمان یا عیسائی۔ اب میں مسلمانوں کے دعویٰ کی تائید میں سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کی عطا کردہ ڈگری ہی کو پیش کروں گا۔ اور اس ڈگری کے موجود ہوتے ہوئے کسی مسیحی کا کوئی حق نہ ہوگا، کہ اپنی ذاتی رائے یا ذاتی فہم کے بھروسہ پر جناب کو اپنی جانب دعوت دینے کی جرأت کر سکے، ڈگری سے مراد وہ پیشگوئیاں ہیں جو سیدنا مسیح نے سیدنا و مولانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمائیں۔ میرا یہ فقرہ سن کر ایک مسیحی ضرور چونک اٹھے گا، اور بڑی جلدی سے اور بڑے زور سے کہے گا، کہ حضرت محمد صاحب کی بابت خداوند مسیح نے کچھ بھی نہیں فرمایا، میں عرض کرونگا، صاحب ذرا ٹھہر جائیے، فرمائیے، کیا آپ کے نزدیک حضرت مسیح کی بابت عہد نامہ قدیم میں کوئی پیشگوئی موجود ہے، میرے مسیحی دوست کو اقرار کرنا پڑے گا، کہ بیشک دو چار پیشگوئیوں کا ذکر تو کیا، بہت سی پیشگوئیاں ہیں، مسلمان عرض کریگا، کہ کیا یہودی بھی مانتے ہیں، کہ عہد نامہ قدیم میں حضرت مسیح کی بابت کوئی پیشگوئی موجود ہے، میرے مسیحی دوست کو اقرار کرنا پڑے گا، کہ نہیں وہ تو نہیں مانتے، مسلمان عرض کرے گا، کہ جس طرح پرانے عہد نامہ میں حضرت مسیح کی پیشگوئیاں فی الواقع موجود ہیں، مگر یہودی کو وہ نظر نہیں آتی ہیں، اسی طرح عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید (تورات و انجیل) میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئیاں موجود ہیں، گو مسیحی دوست کو نظر نہیں آتی ہیں، پس جس اعتماد و وثوق سے ایک مسیحی پرانے عہد نامہ کو ایک یہودی کے سامنے پیش کرنے اور اس سے استدلال کرنے کا حق رکھتا ہے، اسی اعتماد اور وثوق سے ایک مسلمان بھی ہر دو عہد نامجات کو ایک مسیحی کے سامنے پیش کرنے اور اُن سے تمسک کرنے کا حق رکھتا ہے، کیونکہ جس طرح پر مسیحی کو پرانے عہد نامہ کی صداقت پر ایمان ہے، اسی طرح ایک مسلمان کو بھی تورات و انجیل کی سچائی اور صداقت پر ایمان ہے۔

جناب من! آپ اناجیل اربعہ کا مطالعہ کرتے ہوئے معلوم کرینگے، کہ جناب متی نے اُن سب پیشگوئیوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، جو جناب مسیح کے حق میں پر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدنامہ کے اندر پائی جاتی ہیں، اور ہم کو یقین کرنا چاہیئے، کہ جو کچھ متی نے بیان کیا، اور جن جن پیشگوئیوں کو جناب مسیح کے بارہ میں فرمایا، وہ سب بالضرور جناب مسیح ہی کی ذات قدسی صفات سے تعلق رکھتی ہیں، اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا، کہ جو بے شمار پیشگوئیاں پرانے عہدنامہ میں ایسی موجود ہیں، جن کو جناب متی نے حضرت مسیح سے متعلق نہیں کیا، اُن کا فی الواقعہ کوئی تعلق جناب مسیح سے نہیں ہے، کیونکہ آج کون شخص ہے، جو یہ دعویٰ کرسکے کہ وہ پرانے عہدنامہ کے سمجھنے میں یا مسیح سے سچی محبت کے رکھنے میں یا مسیح کی شناخت میں جناب متی سے بڑھا ہُوا ہے،

اس اصولی بات کو بخوبی ذہن نشین کر لینے کے بعد مہربانی سے اُن پیشگوئیوں پر ایک نظر غائر بھی مکرر ڈال لینی چاہیئے، جو حضرت مسیح کی بابت بیان کی جاتی ہیں، اور جن کی بابت میں بھی اقرار کروں گا، کہ وہ اُن ہی کی شان میں ہیں، اس نظر غائر سے یہ فائدہ ہوگا، کہ پیشگوئیوں کی زبان سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ جب آپ یہ دیکھیں گے، کہ کیسے مبہم اشارات اور کیسے گول مول الفاظ پیشگوئیوں میں بیان کئے جاتے ہیں، اور کیسی کیسی تلمیحات سے حقائق اصلیہ مراد لی جاتی ہیں، تب اس کے بعد جناب یہ بھی دیکھ سکیں گے، کہ مسلمان جن پیشگوئیوں کو سیدالانبیاء محمد مصطفےٰ کی ذات قدسی صفات سے متعلق کرتے ہیں، وہ نسبتاً کس قدر زیادہ صاف اور واضح مفصل اور محکم ہیں، خیر میں اسے مختصر کرتا ہوں، اب سیدنا مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیاں بیان کروں گا،

مہربانی سے یوحنا کی انجیل ہاتھ میں لیجئے، پادری صاحبان کے نزدیک یوحنا کی انجیل کا ایک خاص درجہ ہے، کیونکہ پادری صاحبان کے نزدیک متی، مرقس ولوقا کی انجیلیں مسیح کی عام خدمت کو ظاہر کرتی ہیں، لیکن یوحنا کی انجیل خاص کر مسیح کی اقنومیت اور الوہیت کی انجیل تسلیم کی گئی ہے،

ہاں انجیل یوحنا کا ۱۶ باب نکال لیجئے، اس کے ۱۰ درس سے معلوم ہوگا، کہ مسیح شاگردوں سے اعلان کر رہے ہیں، کہ اپنے باپ کے پاس وہ جاتا ہے، اس باب میں حضرت مسیح کا آخری وعظ بیان کیا گیا ہے، اس آخری وعظ کا اختتام ان فقرہ ہائے پر ہوتا ہے،

۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں (الف)، کہ میں تمہیں کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے

۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق (ب) آوے گا، تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتلاوے گا (ج)

لے بعض انجیلوں میں بتادے گی لکھا ہُوا ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ یہ ترجمہ لفظ روح کو مؤنث سمجھ کر اس کے لئے مؤنث لفظ لکھا گیا ہے، ورنہ یہ مطلب نہیں، کہ اس جگہ کسی مؤنث موعود کی خبر دی گئی ہو (باقی بصفحہ ۳۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ (ہ) وہ اپنی نہ کہے گا ، لیکن جو کچھ وہ سنے گا ، (و) سو کہے گا ، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا (ز)"
۱۴- وہ (ح) میری بزرگی کرے گا"

مندرجہ بالا پیشگوئی پر میں نے حروف ابجد لگائے ہیں ، تاکہ ہر ایک فقرہ پر مختصراً کچھ کچھ لکھا جاسکے ،

(الف) "میری اور بہت سی باتیں ہیں ، کہ میں کہوں"

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے ، کہ حضرت مسیح نے جس قدر تعلیم شاگردوں کو دی تھی ، اس کی مقدار بمقابلہ اُن باتوں کے جو بیان نہیں کی تھیں ، بہت تھوڑی تھی ، کیونکہ حضرت مسیح صاف لفظوں میں فرما رہے ہیں ، کہ جو باتیں کہی جانے والی تھیں ، اور وہ کہی نہیں گئیں ، وہ "بہت سی ہیں"

(ب) "پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے"

اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے ، کہ اُن کہی جانیوالی باتوں کے بیان نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حضرت مسیح اپنا کامل فیض شاگردوں کو دینا نہیں چاہتے یا وہ کسی بات کو بطور راز کے رکھنا چاہتے ہیں ، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے ، کہ حضرت مسیح کے نزدیک اُس روز اور اُس وقت حواریوں میں اُن بہت سی باتوں کے برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی ، یہ جواب اس مثل کے مطابق ہے ، جو سعدی نے بیان کی ہے :۔

پدر را عسل بسیار است لیکن پسر گرمی دار است

ایک طرح سے یہ وجہ بہت ہی دلشکن ہے ، کہ حبیب مسیح کے وہ بزرگ حواری جنہیں مسیح نے خود اپنے لئے چن لیا تھا ، اور جنہیں مسیح نے اس لئے تیار کیا تھا ، کہ وہ دوسروں کو تعلیم دیں ، جو گھر بار ، خویش و اقربا ، کو چھوڑ کر مسیح کے ساتھ اس لئے ہوئے تھے ، کہ اس کی پوری تعلیم حاصل کر سکیں ، جن کو مسیح کے بعد مسیح کے رسولوں کے نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے ، غرض یہ بزرگ حواری حبیب مسیح کی تعلیم کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور اُن ہی کی کمزوری کی وجہ سے مسیح نے اپنی تعلیمات کے حصہ کثیر کو ناگفتہ چھوڑ دیا اور بن کہا رکھا تھا ، تو اب امت مسیحی میں کون شخص اس تعلیم کو برداشت کر سکتا ہے ، اور اگر کوئی نہیں ، جیسا کہ بادی النظر میں یہ کہنا چاہیئے ، کہ کوئی ہو بھی نہیں سکتا

(بقیہ صفحہ ۳۰) اس خیال کی تائید عربی انجیل سے ہوتی ہے ، عربی الفاظ یہ ہیں :۔ متی جاء ذاک روح الحق فھو یرشدکم ، دیگر الفاظ بھی سب مذکر ہیں :۔ لا یتکلم من نفسہ ، ما یسمع یتکلم بہ ، ویخبرکم بہ یمجدنی ، والیہ ، اردو انجیلوں میں بھی اب مذکر کے صیغے لکھے گئے ہیں ، انگریزی میں بھی ایسا ہی ہے :

www.KitaboSunnat.com

توکس قدر حوصلہ شکن امر ہے، افسوس مقدس مسیح کی تعلیم دنیا سے کیوں پوشیدہ رہی، اور کیوں حضرت مسیح کو اپنی تعلیم کا پورا حصہ بیان نہ کر سکنے کی حسرت اٹھانی پڑی،

(ج) "لیکن جب وہ"

حضرت مسیح نے اس جگہ اول صرف اسم اشارہ استعمال کیا ہے، اور ایسا استعمال صرف اس وقت کیا جاتا ہے، اور کیا جا سکتا ہے، جب متکلم اور سامع دونوں کے نزدیک ایک شخص معین کا ذکر چل رہا ہو، اور اسی سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں، کہ حواریین اس مقدس کو جسے یہاں "وہ" کہہ کر بیان کیا گیا ہے، اس فقرہ سے پیشتر بھی جان چکے تھے،

اس زمانہ پیشتر کو خواہ بہت قریبی زمانہ قرار دے لیا جائے، اور اس لئے اس کا مصداق اسی انجیل کے اسی باب کی ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ ورس کو ٹھیرا لیا جاوے، جو درج ذیل ہیں:-

۷- "میں تم سے سچ کہتا ہوں، کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں، تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آوے گا، پر اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجدوں گا"

۸- "اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے قصوروار ٹھیرائے گا"

۹- "گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے"

۱۰- "راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں، اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے"

۱۱- "عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے"

یا اس زمانہ پیشتر کو تھوڑے عرصہ پہلے کا شمار کر لیا جاوے، تو ہمیں انجیل یوحنا باب اول کے ۱۹ تا ۲۸ ورس پڑھ لینے چاہئیں،

یوحنا کہتے ہیں، کہ میں نہ مسیح ہوں، نہ الیاس ہوں، نہ وہ نبی ہوں، اور اس سے پتہ چل جاوے گا، کہ یوحنا پر تین موعود بزرگوں میں سے ایک موعود ہونے کا گمان کیا گیا تھا، اور وہ تین موعود الگ الگ اشخاص ہیں، اور چونکہ یوحنا سے سوال کرتے وقت بھی "وہ نبی" کا ذکر پہلے دو موعودوں کے ذکر کے بعد کیا گیا ہے، اور حضرت مسیح بھی زیر شرح آیت میں اُسے اپنے بعد کا آنے والا بتلاتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو یہ کہنے کا حق ہے، کہ اس جگہ "وہ" سے وہی مراد ہیں، جسے مسلمانوں کی زباں پر "آنحضرت" کے اسم علم سے یاد کیا جاتا ہے، جس کے سننے کے بعد کسی سامع کو کوئی شک نہیں رہ جاتا، کہ کہنے والا اس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر خیر کر رہا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ت دہ کی شرح میں میں یہ عرض کر دیتا ہوں، کہ اس کو کہیں "رسول موعود" بھی کہا گیا ہے جیسا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں ہے، اور کہیں "موعود" بھی، جیسا کہ پولوس نے تحریر کیا ہے، اور یہ سب اگلی پچھلی درمیانی تحریریں ایک ہی وجود باجود پر اشارہ کر رہی ہیں،

(د) "یعنی روح حق آوے"

روح حق کی شرح کرنے سے پہلے میں خصوصیت سے لفظ روح حق پر جناب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں، کیونکہ آپ نے ایک روح کی ہدایت پر کار بند ہو کر نیوگ کیا، مگر جس نتیجہ کی امید پر کیا تھا، وہ نہ نکلا، بلکہ والدین کو دکھ اور رنج بھی ہوا، اس سے سبق ملتا ہے، کہ ہر ایک روح کے کہنے پر عمل نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ واجب العمل روح حق کا ارشاد ہوتا ہے،

اس درس میں جس بزرگوار کو روح حق بتلایا گیا ہے، اس کا ذکر مکاشفات یوحنا باب ۱۹ میں ہے، اور اُسے امین و صادق بتلایا گیا ہے، جناب کو عرب کی تاریخ سے معلوم ہوگا، کہ یہ وہ خطاب ہے، جو آنحضرتؐ کا نبوت سے بھی پیشتر تھا،

(ک) "وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گا"

ساری سچائی سے یہ نکلتا ہے، کہ جو کچھ اس وقت یعنی اس وعظ سے پہلے پہلے حضرت مسیح اُن شاگردوں کو بتلا چکے تھے، اُس میں ضرور سچائی تھی، مگر تعلیم کے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے اُسے ساری سچائی نہیں کہہ سکتے تھے،

ساری سچائی کا لفظ آخری تکمیل کو ظاہر کرتا ہے، اگر آنجناب حضرت مسیح کے اس وعظ کی بیخ و بُن بھی تلاش کرنا چاہیں، تو آپ کو حضرت موسیٰ کی پیشگوئی بھی دیکھ لینی چاہیئے، جو پانچویں کتاب کے ۱۸ باب میں ہے، اس باب میں یہ پیشگوئی درس ۱۵ میں بھی ہے، اور درس ۱۸ و ۱۹ میں بھی، پولوس نے اپنے خط میں درس ۱۵ کے اُن الفاظ کو چھوڑ دیا ہے، جسے مسلمان بھی صحیح نہیں سمجھتے ہیں، اور اس لئے وہ پیشگوئی یہ ہے، جو خدا نے حضرت موسیٰ کو مخاطب کرتے فرمائی، خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا، اور ۱۰ و ۱۱ درس کے الفاظ یہ ہیں:-

میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا"

حضرت موسیٰ کی اس پیشگوئی کو ملاکی نبی کی پیشگوئی تک (جو مجموعہ تورات کی سب سے آخری کتاب ہے) آپ مسلسل دیکھتے چلے آئیں، نتیجہ یہ ملے گا، کہ عہدنامہ قدیم میں ہر ایک نبی نے اپنے زمانہ نبوت کے اختتام پر ضرور ایک موعود کی خبر دی ہے، یہ نتیجہ وہ ہے، جس سے مسیحی بھائی بھی اختلاف نہیں کرتے، ہاں امید کہ وہ اِن پیشگوئیوں کا مصداق ومورد جناب مسیح کو بنالیں گے، لیکن جب جناب مسیح بھی گزشتہ ہزاروں سال اور ہزاروں انبیاء کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے ایک موعود

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خبر دیتے ہیں، تو مسیحی بھائیوں کی فہم کی غلطی صاف آشکار ہو جاتی ہے، اور معلوم ہو جاتا ہے کہ جس عظیم الشان نبی کی بابت پیشگوئیوں کا سلسلہ ہزاروں سال سے چلا آتا تھا، وہ حضرت مسیح پر ختم نہیں ہوا، بلکہ خود حضرت مسیح بھی اس کی بابت خبر دیتے ہیں، اور اُس کی ذات قدسی صفات کی بابت بعض خاص خاص علامات کا تذکرہ بھی فرماتے ہیں، تاکہ شناخت کرنے والے کو آسانی ہو، اور وہ کسی دھوکہ یا مغالطہ میں نہ آجائے، اُن علامات میں سے ایک بڑی علامت یہ بھی ہے، کہ "وہ ساری سچائی کی راہ بتاوے گا" ساری سچائی کی راہ بتانے سے مراد یہ ہے، کہ وہ تکمیل اور اتمام تک پہنچا کر اس کا اعلان بھی کر دے گا،

اب آپ براہ مہربانی انجیل کے اِن الفاظ کو کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں، کہ میں تم سے کہوں، قرآن مجید کے اِن الفاظ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ" کے ساتھ ملا کر دیکھیں، اور غور فرمائیں، کون فرماتا ہے، کہ اس کی تعلیم ابھی مکمل نہیں،

اور کون فرماتا ہے، کہ اُس کی تعلیم مکمل کر دی گئی،

حضرت مسیح نے "ساری سچائی کی راہ" کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اسی تکمیل و اتمام کے اعلان کو موعود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت خاص قرار دیا ہے،

مسیح کے الفاظ ساری سچائی کو حضرت موسیٰ کے الہامی کلام " وہ سب اُن سے کہے گا " سے ملاکر دیکھنے سے یہ بھی پتہ لگتا ہے، کہ موسیٰ اور مسیح کا موعود ایک ہی ہے، اور وہ مسیح کے وقت بھی موعود ہی تھا، جیسا کہ موسیٰ کے وقت،

استثناء ۱۸ باب کے شروع میں جو خلاصہ پادری صاحبان دیتے ہیں، اُس میں یہ الفاظ ہوتے ہیں، کہ "مسیح موسیٰ سا نبی ہے" یہ خلاصہ اوّل تو اس لئے غلط ہے، کہ مسیح کو نبی نہیں اعتقاد کیا جاتا، بلکہ خدا، اقنوم خدا، ابن خدا، دوم۔ تورات نے فیصلہ کر دیا ہے کہ "بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا" (استثناء ۳۴ / ۱۰)

(د ۱) " اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گا "

قرآن مجید میں آنحضرت سے کہلوایا گیا ہے۔ وَمَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ (اے محمدؐ ان سے کہدے، کہ میں اس کلام میں اپنی طرف سے کچھ ادل بدل نہیں کر سکتا،

پھر کہا گیا ہے:۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (میں تو صرف وحی کی پیروی کرنے والا ہوں، جو میرے پاس آتی ہے،

اور مقام پر ہے:۔ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (ہمارا رسولؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتا، وہ تو وحی کو بیان کر دیتا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(و) "لیکن جو کچھ وہ سنے گا، وہ کہے گا"

استثناء باب ۱۸ میں ہے، کہ میں اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا، اور یہاں حضرت مسیح نے جو سنے گا، کہے گا، بیان کیا، یہ دونوں بھی ایک مطلب کو ظاہر کرتے ہیں،

عیسائیوں کو اقرار ہے، کہ حضرت مسیح پر کوئی کلام نازل نہیں ہوا، اور اسی طرح عیسائیوں اور یہودیوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے، کہ موسیٰ کے دس احکام کے سوا بائبل کے جملہ الفاظ الہامی نہیں ہیں، اس لئے حضرت مسیح کی تبلائی ہوئی مندرجہ بالا علامت ایسی ہے، جو صرف سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ پر صادق آتی ہے،

ایسے مسیحی دوست جن کا مطالعہ اسلامی کتابوں پر بہت محدود ہے، وہ قرآن مجید کو کلام محمد کہتے ہیں تامل نہیں کیا کرتے، اور گاڈفری ہیگنس جیسے تو اسے کلام عثمان بھی کہہ دیتے ہیں، لیکن بیرونی شہادتوں کی طرف جانا فضول ہے، قرآن مجید کا اپنا بیان اس بارہ میں صاف اور واضح ہے، اور ایسی شہادت ہم کو نہ انجیل کے اندر موجود ملتی ہے، اور نہ توراۃ میں نظر آتی ہے، اور اسی لئے اس وصف میں صرف قرآن مجید ہی منفرد رہ جاتا ہے،

(ز) "اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا"

بعض عیسائی صاحبان کہا کرتے ہیں، کہ قرآن پاک یا آنحضرت ﷺ کی کوئی پیشگوئی ثابت نہیں ہوتی ہے، میں نے اس پر اپنی کتاب رحمۃ للعالمین جلد اول میں حضرت مسیح کے مندرجہ بالا الفاظ کی شرح کرتے ہوئے اُن پیشگوئیوں کا بھی ذکر کیا ہے، جو قرآن مجید میں ہیں، یہ بیان اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ پیشگوئیوں کے سامنے بہت مختصر ہے، اور میں نے اس کے تفصیلی ذکر کو جلد سوم کے لئے اٹھا رکھا ہے، جو پڑھ لینے کے لائق ہے، میں اس جگہ اُن کا ذکر نہیں کرتا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں، کہ میری یہ تحریر جو صرف ایک خط کی حیثیت رکھتی ہے، بہت طویل ہو رہی ہے، براہ مہربانی رحمۃ للعالمین صفحہ ۲۵۰ سے ۲۶۲ تک ضرور ملاحظہ فرمالیں،

(ح) "وہ میری بزرگی کرے گا"

جس قدر مذہب دنیا میں پائے جاتے ہیں، (عیسائیت کا ذکر نہیں) وہ یا تو مسیح کے متعلق محض بے خبر ہیں، یا اُن کی روش اس بارہ میں بالکل مخالفانہ ہے، وہ یہود جو کتاب توراۃ کے اولین امانتدار، یا حضرت مسیح کے مقتدوں میں موسیٰ کے گدی نشین ہیں، نہ صرف مسیح کی تعلیم کے مخالف ہیں، بلکہ اُس کے چلن پر بھی الزام رکھتے تھے، اس کی اور اُس کی ماں کی نسبت ذلیل ترین الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے ذرا جھجک نہیں ہوتی تھی، کیا اگر یہ لوگ اصرار نہ کرتے، تو یونانی حکومت انہیں قید کرتی، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن کی وعظ و نصائح کے سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیتی، غرض کہ اخلاقی و ملکی قوانین کی رُو سے جتنے الزامات وہ لگا سکتے تھے، انہوں نے مسیح پر لگائے، وہ بڑے زور سے دو ہزار سال سے یہ کہتے چلے آتے تھے، کہ مسیح کی بابت اُن کی کتاب میں ایک نقطہ یا ایک اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا ہے،

ایک اسلام ہی ہے، جس نے مسیح کی عظمت و بزرگی کو اصل الاصول قرار دے دکھا ہے، قرآن مجید کو کھول کر دیکھو، وہ حضرت مسیح کے گھرانے کی، اُن کی نانی کی، اُن کی ماں کی کس قدر توصیف کرتا ہے، حضرت مسیح کی شان میں کتنے عظمت سے بھرے ہوئے الفاظ استعمال کرتا ہے، اُن کی تعلیم کو کس قدر سراہتا ہے، مسیح کے منتخب کردہ حواریوں کو کس طرح بطور نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، انجیل پر عمل کرنے والوں کی خوش اخلاقی و نرم دلی کے گنوں کو ظاہر کرتا ہے، اُن کی خداترسی و غریب نوازی کا مذکور کیا گیا ہے، اُن کی ہمت اور اتفاق کی خدا کے رسول نے مدح کی ہے، میں اگر چاہوں، تو ان امور کی بابت بیسیوں آیات اور احادیث اس جگہ لکھ دوں، لیکن مجھے یقین ہے، کہ یہ وہ باتیں ہیں، جن کا انکار کوئی متعصب عیسائی بھی نہیں کر سکتا پس کیا "وہ میری بزرگی کرے گا" کا عملی نمونہ اس سے بڑھ کر اور کچھ ہو سکتا ہے اُس پاک تعلیم کا جو آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو دی، پاک نتیجہ یہ ہوا، کہ آج دنیا میں قریباً ۸۰ کروڑ مسلمان عیسائیوں کے حق میں شہادت ادا کر رہے ہیں، اور اُن سب دشمنوں کو جو حضرت مسیح کی ذات یا شان یا تعلیم یا خاندان پر سفیہانہ حملے کرتے تھے، محکم و مضبوط شہادت سے جھٹلا رہے ہیں،

اللہ اکبر جب مسلمانوں کی موافقت مسیحیوں سے یہاں تک دیکھتا ہوں۔ اور پھر مسیحیوں کو قرآن پاک اور رسول کریم کی شان میں ناشائستہ الفاظ کہتے ہوئے سنتا ہوں، تو حیران رہ جایا کرتا ہوں، کہ جب یہ لوگ خود اپنے گواہ کے اعتماد میں شک پیدا کرتے ہیں، تو دنیا میں اپنا دعویٰ کیونکر ثابت کر سکیں گے،

جنابِ من! شاید آپ دل میں خیال کریں، کہ عیسائی صاحبان حضرت مسیح کے اِن الفاظ مندرجہ درس ۱۲ تا ۱۴، یوحنا باب ۱۶ کے معنی کیا کرتے ہیں، تو اس کی بابت میں اس جگہ عرض کر دیتا ہوں، کہ وہ اعمال کے دو باب کا حوالہ دیتے ہیں، جس روز روح القدس کا نزول حواریوں پر ہوا تھا۔ میں مانتا ہوں، کہ روح القدس کا نزول حواریوں پر ہوا تھا، اور اُس روز روح القدس کی وجہ سے حواریوں نے لوگوں کو مختلف بولیاں بول بول کر حیران کر دیا تھا، حواریوں کے سروں پر آگ کے زبانے بھی دیکھے گئے تھے، لیکن اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں ہوئی تھی،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب جانتے ہیں، کہ پطرس کا درجہ سب حواریوں میں بڑھا ہوا ہے۔ پطرس وہی ہے، جسے مسیح نے آسمانی بادشاہت کی کنجیاں سپرد کردی تھیں، اس روز بھی روح القدس سے بھرپور ہونے کے بعد پطرس ہی نے لوگوں کے سامنے سپیچ کی تھی، اُن کی سپیچ ۱۴، ۱۵، ۱۶ ورس میں (اعمال باب دوم) درج ہے، انہوں نے بتلایا ہے، کہ آج یوئیل نبی کی پیشگوئی کا ظہور ہم پر ہو رہا ہے،

جناب من! جب پطرس اس واقعہ کو یوئیل نبی کی پیشگوئی سے منسوب کرتا ہے، اور مسیح کی پیشگوئی سے منسوب نہیں کرتا، تو پھر کسی مسیحی کا کیا حق ہے، کہ وہ اسے مسیح کی پیشگوئی سے نسبت دے سکے، کیا کوئی مسیحی جناب پطرس سے بڑھ کر مسیح کے کلام کو سمجھنے والا ہے، کیا پطرس مع روح القدس اپنے بیان میں زیادہ سچے سمجھے جانے کے لائق نہیں،

علاوہ ازیں حضرت مسیح کے یہ الفاظ ایسے گول مول نہیں، کہ جو کوئی جدھر چاہے، ادھر لگالے، مسیح کی پیشگوئی کے مطابق ضرور ہے، کہ آنے والا شخص:۔

(۱) ایسی تعلیمات کا معلم بھی ہو، جو حضرت مسیح سے دنیا کو حاصل نہیں ہوئی،

(۲) وہ ایسے لوگوں کے سامنے اپنی تعلیمات کا اظہار کرے، جو حواریانِ مسیح سے برداشت میں زیادہ تر قوی ہوں،

(۳) وہ سچائی کی راہ کو مکمل کر دے،

(۴) وہ اپنی تعلیمات میں صرف پیغام رساں (رسول) کا درجہ رکھتا ہو، جو سنے وہی کہے، نہ کم نہ بیش،

(۵) امورِ مستقبلہ کی اطلاعیں اس سے ملی ہوں،

(۶) مسیح کی عزت وعظمت کو اس نے بیان کیا ہو،

آپ اعمال باب ۲ کو دس بیس دفعہ پڑھ جاویں، اُس روز تو کوئی نئی تعلیم حواریاں کو نہیں ملی، روح نے حق کی جانب سے اُن کو کوئی بات نہیں بتائی، روح نے سچائی کی بابت ذکر کا آغاز بھی نہیں کیا، اتمام کا تو کیا ذکر ہے، روح نے یا حواریوں نے اُس حالت میں مسیح کا نام تک نہیں لیا، مسیح کی عزت وعظمت تو کیا کرنی تھی، روح نے کسی واقعہ موجودہ کا بیان بھی نہیں کیا تھا، آنے والی باتیں تو کیا سنانی تھیں، یہ تمام اندرونی شہادتیں ایسی زبردست ہیں، جو مسیحی بھائیوں کو بتلاتی ہیں، کہ پنتیکست کے دن تو حضرت مسیح کی پیشگوئی مندرجہ انجیل یوحنا کا ایک حرف بھی پورا نہیں ہوا، اس لئے بحیثیت مسلمان میرا حق ہے، کہ میں جناب مسیح کے ارشاد کے موافق آپ کو اس روح حق کی طرف بلاؤں، جس میں حضرت مسیح کی بتلائی ہوئی علامات بیّن و واضح

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق سے پائی جاتی ہیں،

میں حضرت مسیح کی اس پیشگوئی کے بعد مکاشفات یوحنا کے بھی بہت سے مقامات نقل کر سکتا ہوں، مکاشفات یوحنا میں یوحنا حواری کے لکھ دینے کے مطابق یہ بات بالکل مسلمہ ہے، کہ وہ آئندہ ہونے والی باتوں کا ذکر کرتا ہے، اور یہ بھی مسلمہ ہے، کہ اُس نے یہ کتاب زمانہ عیسویت مسیح میں لکھی تھی، یعنی اس زمانہ میں لکھی تھی، جب اُن کے اعتقاد میں مسیح صلیب پر عیسائیوں کا کفارہ بن چکے تھے، میں مکاشفات کا اس جگہ صرف ایک ہی مقام درج کروں گا۔

"میں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لئے ہوئے دیکھا، کہ آسمان کے بیچ بیچ اُڑ رہا تھا، کہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سنائے"

پادری ڈبلیو ہوپر صاحب ایم اے اپنی تفسیر مکاشفات میں (جسے کرسچن کالج سوسائٹی پنجاب نے ۱۸۸۵ء میں چھپوایا) اس درس کے تحت لکھتے ہیں:۔

"عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرانسسکی کے نام سے موسوم ہے، اس درس سے ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی نکالتا ہے، وہ کہتا ہے، کہ یہ انجیل جو اب ہمارے ہاتھوں میں ہے، اُس ابدی انجیل کے سامنے عہد عتیق کی طرح منسوخ ہو جائے گی، اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی جس کا نام "ابدی انجیل ہوگا" وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے، اُن کا معلم یہو یا قیم تھا"

اگر مجھے معزز یہو یاقیم سے ملنے کا اتفاق ہو جاتا، تو میں کہتا، کہ صاحب آپ کی رائے کی تائید یوحنا کی انجیل میں لکھے ہوئے اور حضرت مسیح کے فرمائے ہوئے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:۔

"اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا، اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا، کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے" (یوحنا باب ۱۴ درس ۱۶)

میں یہ بھی عرض کرتا ہوں، کہ ابدی انجیل اسی کی ہوگی، جو خود سب کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا ہوگا، یہ ہمیشہ ساتھ رہنے والا وہی ہوگا، جس کی بابت یسعیاہ فرماتے ہیں:۔

"وہ داؤد کے تخت پر اور اُس کی مملکت پر ابد تک بندوبست کریگا"

ابد کا لفظ ذرا زیر نظر رہے، اور ملک شام کی جانب بھی ایک نظر ہو جائے، کہ داؤد کی مملکت کس کے زیر نگیں ہے،

مسٹر یہو یاقیم سے میں یہ بھی کہتا، کہ یوحنا نے نیا یروشلم بھی آسمان سے اُترتے دیکھا ہے، اور یہ وہی پچھلا گھر ہے، جس کا ذکر حجی نبی نے بھی باب ۲ درس ۹ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے، اور تبلایا ہے، کہ پہلے گھر (بیت المقدس) سے پچھلے گھر (بیت الحرام) کا جلال زیادہ ہے،

میں ان سے کہتا، کہ خداوند کے لئے ایک نئے گیت کا بھی ذکر ہے، اور خداوند کے نئے نام کا بھی، اور یہ سب باتیں تبلا رہی ہیں کہ:۔

قرآن کریم (جسے ابدی انجیل کہا گیا

اور خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جنہیں تسلی دینے والا ہمیشہ ساتھ رہنے والا کہا گیا)

خانہ کعبہ (جسے نیا یروشلم اور پچھلا گھر کہا گیا)

نماز پنجگانہ (جسے نیا گیت کہا گیا)

اسماء حسنیٰ (جسے نیا نام تبلایا گیا) کی بابت پیشگوئیاں ہیں، ان پیشگوئیوں کا سلسلہ ہنوز ختم نہیں ہو چکا ہے، (مکہ و مدینہ عرب کے نام کھلے کھلے درج ہیں، عرب کی پہاڑیوں تک کے نام ملتے ہیں، عرب کے قبائل کے نام موجود ہیں، منیٰ جہاں عید الضحیٰ پہ قربانیاں کی جاتی ہیں، بیت اللہ جہاں حج کیا جاتا ہے، ان سب کا ذکر ہے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعاتِ ہجرت درج ہیں، قبائل انصار کی نصرت و یاوری کا واقعہ نوشت شدہ ہے، جنگ بدر اور اس وقوعہ کی تاریخ مدت بھی لکھی ہوئی ہے، فتح مکہ اور اس موقعہ پر لشکر ہمرکاب کی تعداد تک بیان شدہ ہے، حلیہ نبوی بھی درج ہے، مجھے کوئی تعجب نہیں، اگر کوئی مسیحی بھائی ان سے بے خبر ہے، یا ان سے انکار کر رہا ہے، لیکن اگر کوئی بھائی درخواست کرے، تو میں خوشی سے ان سب مقامات کو بائیبل سے نکال کر لکھ دینے کے لئے تیار ہوں، بلکہ ان سے بھی زیادہ واقعات کا اثبات کر سکتا ہوں،

جنابِ من! ان وجوہات سے میں یقین کرتا ہوں، کہ حضرت مسیح نے ہمیں جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ کے اتباع کی ہی ہدایت فرمائی ہے، اور میں جناب مسیح کے ارشاد ہی پر بھروسہ کرکے آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اور میں یقین کرتا ہوں، کہ کوئی مسیحی جناب سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ کے ارشاد کے حوالہ سے مسیحیت کی دعوت آپ کو نہ دے سکے گا،

اس کی وجہ یہ نہیں، کہ سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا و مولانا مسیح کی عظمت کے قائل نہ تھے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے، کہ جس دین کو مسیح صاحبان حضرت مسیح کی جانب منسوب کرتے ہیں، آنحضرت نے فرما دیا ہے، کہ وہ مسیح کا تلقین کردہ دین نہیں ہے، مسیحی صاحبان کو جناب آقا کا ارشاد تو گراں گزرے گا، اس لئے میں ایک عیسائی عالم کی تحریر اس کی تائید میں پیش کرتا ہوں:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ڈریپر اپنی کتاب موسومہ مذہب و سائنس میں تحریر کرتا ہے، عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں سالہا سال تک تین اصولوں کی تلقین کرتا۔ :۔

حق اللہ، یعنی انسانوں کو چاہیئے، کہ خدائے بزرگ و برتر کی تعظیم کریں۔

حق الذات، یعنی انسانوں کو چاہیئے، کہ ذاتی طور پر نیک ہوں،

حق العباد، لازم ہے، کہ ابنائے جنس کے ساتھ بھلائی کریں،

اس کے بعد ڈاکٹر موصوف لکھتا ہے :۔

"اُن ترمیمات و اصلاحات کا اندازہ صحیح اندازہ کرنے کے لئے جو مذہب عیسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے، اور آج تک قائم ہیں، اول ٹرٹلین کی تحریر مرقومہ ۲۰۰ء عیسوی دیکھنی چاہیئے، جو اُس نے قیصر سیویرس کے زمانہ میں رجب کہ عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے) بمقام روما قلبند کی تھی، اُس تحریر میں تثلیث کا ذکر نہیں، اور کفارہ کا تو سرد پایا جاتا ہے، کیونکہ ٹرٹلین کے الفاظ یہ ہیں " خدا نے انسان کے اعمال حسنہ و سیئہ کے لحاظ سے جزاو سزا مقرر کی ہے، جو نیک ہونگے، اُنہیں لذت جاودانی عطا فرمائے گا، اور جو بد ہونگے، اُنہیں ابدی شعلوں میں جھونک دیگا"

اس کے بعد پھر ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے :۔

" قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت میں بت پرستی شامل ہوگئی، اور پادریوں کی بھی کونسل اُس کی صدارت میں ۱۳۲۵ء میں قائم ہوئی، پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی، اور ہر ایک کونسل مذہب اور اعتماد میں نئی نئی ترمیمات و اصلاحات عمل میں لانے لگی"

ڈاکٹر ڈریپر کی تحریر سے جو ٹرٹلین کی زبردست شہادت کی تائید رکھتی ہے، یہ ثابت ہوگیا، کہ موجودہ عیسائیت جن مسائل کو دین کا اصل الاصول قرار دیتی ہے، وہ حضرت مسیح سے صدیوں بعد کی ایجادات ہیں، اور یہ ایجادات، تخیلات شاعروں کی طرح ہر ایک کونسل، ہر ایک پوپ، ہر ایک سرگروہ فرقہ کی طباعی ذہانت کا نتیجہ ہوا کرتی تھیں،

اور اسی وجہ سے سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق تھا، اور ہر ایک راستی پسند کا حق ہے، کہ جو بات حضرت مسیح نے نہیں کہی، اُس سے اُن کو پاک ٹھیرائے، اور جب نوبت تحقیقات یہاں تک پہنچ گئی ہے، تو بے شک آپ کو ایسے اصولوں کی طرف غور نہیں کرنا چاہیئے، جو غصہ کے فرزندوں، اور گناہ کے بندوں نے تراشے ہیں، اگرچہ ایسا کرنے میں اُن کی کیسی ہی نیت مخلصانہ کیوں نہ ہو،

یہ دلیل ہفتم بہت لمبی ہوگئی ہے، لیکن امید ہے، کہ اس کا طول میرے معزز مخاطب کو ملول نہ کرے گا،

ابھی میں نے پیشگوئیوں کی بابت ایک حرف بھی نہیں لکھا، اگر جناب کو اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح مطلوب ہو، تو مہربانی سے میری کتاب رحمۃ للعالمین صفحہ ۲۵۲ سے صفحہ ۲۶۲ تک ملاحظہ فرمالیں،

(ہشتم) آپنے سوئمبر وواہ کیا ہے، اور جہاں تک مجھے قدیم آریہ کی روایات پر نظر ہے، ایسا مکمل سوئمبر وواہ شاید ہی کوئی ہوا ہو، وہ سوئمبر وواہ جن کے بیان ہم نے پڑھے ہیں ان میں دلہن بیشک ایک ہار پھولوں کا ہاتھ میں لئے ہوتی تھی، اور وہ اس خوش طالع کی گردن میں ڈال دینے پر آمادہ ہوتی تھی، جو شرط جیت جاتا تھا، لیکن نہ اس بیچاری کو کچھ علم ہوتا تھا، اور نہ اس کے والدین اور عزیزوں کو، کہ شرط جیتنے والا ویگر اوصاف و اخلاق کے اعتبار سے کیسا ہے، اور کون ہے، ذرا دروپدی کے سوئمبر وواہ پر نظر ڈالئے، جب ایک برہمن کا غریب لڑکا (جو بعد میں ارجن ثابت ہوا تھا) شرط جیت گیا تھا، تو سب لوگوں میں کیسا تہلکہ پڑگیا تھا، لڑکی والوں پر کتنا بھاری کوہ الم ٹوٹ پڑا تھا، کہ اُن کی لڑکی ایک غریب برہمن نے جیت لی ہے، لیکن جب انہیں ارجن کا نام اور خاندان معلوم ہوگیا تھا، تو اُن کی افسردگی کیونکر مسرت سے بدل گئی تھی، غرض اس زمانہ کے بعد سے سوئمبر وواہ نشانہ بازی یا قوت بازو کے معاوضہ میں ایک لونڈی خرید کرنے کا سودا ہوا کرتے تھے، جب کہ قدیم روما میں روپیہ پیسہ کے معاوضہ میں یہ سودا ہوتا تھا، روما میں جن کے پاس روپیہ زیادہ ہوتا وہ سب سے زیادہ حسینہ کو بیجا سکتا تھا، آریہ ورت میں جو سب سے زیادہ نشانہ باز ہوتا وہ سب سے زیادہ حسینہ پر قبضہ کر سکتا تھا، لیکن وواہ میں زر و دولت یا شق و قوت سے بڑھ کر کچھ اور بھی ہونا چاہیے۔

آپکے سوئمبر وواہ میں گیان دیوی کی جانب سے سچی محبت کا اظہار ہوتا ہے، وہ خانہ داری کے اوصاف کا امتحان دیتی ہے، اُس کا خلوص اُس کی خدمت اُس کا تیار کردہ بھوجن، اُس کی شبانہ روز کی مصاحبت، اُس کی صداقت آپ پر آشکارا ہو جاتی ہے، گیان دیوی کو آپ کے علم و فضیلت، وسیع الخیالی، آزاد منشی، صداقت پسندی کے اوصاف بخوبی معلوم ہو جاتے ہیں، وہ سمجھ لیتی ہے، کہ نہ یہ ظاہر پرست ہے، اور نہ شیدائیان آب و رنگ کی طرح حقیقت افعال کا ناقدر شناس ہے، جانبین مَاطَابَ لَکُمۡ کی کیفیت سے واقف ہوجاتے ہیں، اور وواہ ہو جاتا ہے،

اسلام آپکے وواہ کو جائز ٹھیراتا ہے، اور اس امر کی ضرورت نہیں سمجھتا، کہ جب زوجین اسلام میں آجائیں، تو اُن کا نکاح از سر نو عمل میں لایا جائے، عکرمہ بن ابوجہل کی نظیر موجود ہے، اُن کی بیوی مسلمان ہوگئی تھی، اور عکرمہ کفر پر رہ کر بھاگ نکلے تھے، اُن پر جرم یہ تھا، کہ انہوں نے معاہدہ کے خلاف مسلمانوں کے حلیف قبیلہ پر حملہ کیا، اور قتل عام کیا تھا، بیوی نے شوہر کی تلاش میں سفر کیا، اُسے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجامعة السلفية JAMIA SALAFIA FAISALABAD PAKISTAN

سمندر کے کنارہ پر جالیا، ایک گھنٹہ کا اگر تفاوت رہ جاتا، تو عکرمہ جہاز پر سوار ہو کر افریقہ کو چلا گیا ہوتا مسلمان بیوی اپنے بت پرست شوہر کو ساتھ لئے آئی، اور جب اُس نے یقین دلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے گناہ معاف کر دینگے، اگر عکرمہ معافی کی درخواست کرے گا، تو وہ حیران رہ گیا، آخر مکہ آیا، اور امید و بیم میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی تقصیرات کی معافی کی درخواست کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے، اُسے گلے لگایا۔ اور آئندہ کی بابت اُس سے وعدہ لیکر معافی دیدی،

اتنی درگذر، ایسا عفو دیکھ کر اُس کا دل کیونکر نرم نہ ہو جاتا، وہ کیونکر خیال نہ کرتا، کہ یہاں سلطنت کے کاروبار نہیں، بلکہ جنت کا کارخانہ ہے۔

آنحضرتؐ نے میاں بیوی کو میاں بیوی کی طرح رہنے سہنے کی اجازت دے دی، نہ کوئی نیا نکاح ہُوا، نہ کوئی رسم جدید عمل میں لائی گئی،

مَیں دیکھتا ہوں، کہ آپ نے اس دیوی کے ایجاب کے بعد اُسے قبول کیا ہے۔ اور عزیز گواہوں کی موجودگی میں یہ ایجاب و قبول عمل میں آیا ہے، اور یہی وہ دو ضروری رکن ہیں، جو اسلامی نکاح میں ہونے چاہئیں۔

عورت عاقلہ بالغہ ہے، اُسے کسی ولی کی ضرورت نہیں، باپ، بھائی، بیٹا یا پہلے شوہر کا باپ یا پہلے شوہر کے بھائیوں میں سے کوئی اُسے روک نہیں سکتا ہے، اور شکر کا مقام ہے، کہ شرع محمدی کے مندرجہ بالا حکم کے ساتھ اس جگہ گورنمنٹ آف انڈیا کا قانون بھی موافق ہے،

شرع میں کم از کم دو گواہ عادل ہونے چاہئیں، اس سوئمبر وواہ میں تو گواہوں کی تعداد دو سے کہیں زیادہ ہے۔ بلکہ مسلمانوں اور اہل کتاب گواہوں کا مجموعہ دو سے دگنا ہو جاتا ہے، اور یہ گواہ ایسے ہیں، جو شرعاً پوری صلاحیت شاہد ہونے کی رکھتے ہیں، پس آپ کا سوئمبر وواہ ایسا جائز ہے، کہ اس وواہ سے پیدا شدہ بچہ اسلام میں صحیح النسب کہلائے گا، اور کوئی مسلمان بھولے سے بھی اُس کی نسب کے خلاف کوئی خیال نہیں کرے گا، (حتیٰ کہ آپ اور وہ بچہ بھی ہماری سوسائٹی کے اندر آنا قبول کریں یا نہ کریں، لیکن ہم اُس بچہ کو برابر صحیح النسب ہی یقین کریں گے)

اب مَیں اس خط کو جو ایک پرائیویٹ خط کی حیثیت میں ہے، ختم کرتا ہوں، مَیں نے اس خط کو صرف آپ کی عام اجازت سے مستفیض ہو کر اتنا لکھا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے وہ آپکے ذاتی عزت و خوشی کے لئے لکھا ہے۔

کسی دلیل یا پیرایہ بیان سے میرا مقصود اپنے اہل کتاب بھائیوں یا آریہ بھائیوں پر کوئی گرفت کرنا مقصود نہیں ہے، اگر آپ اس خط کے ساتھ میرے مختصر سے رسالہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"استقامت" کو بھی پڑھ لیں گے، تو میں سمجھوں گا، کہ مجھے محضر نویسی کا حق تھا،
ہاں مجھے اس قدر اور لکھنا چاہیئے، کہ آریہ سماجی ہونے کی حالت میں نیوگ اور سوئمبر
وواہ کے متعلق جو کچھ آپ نے کیا، اُس پر بے شک ودیانندیوں کا بھی کوئی حق نہیں، کہ وہ آپ کو
گنہگار ٹھیرائیں، اور اسلام کا تو مسئلہ مسلّمہ ہے، کہ جو شخص جس مذہب کا پابند ہے، اُس
مذہب کے اندر رہ کر جو کچھ وہ اس مذہب کے مطابق کرتا ہے، اسلام اُس پر گرفت میں کرتا،
مثلاً بیاج اسلام میں جائز نہیں، لیکن جو ہندو بیاج کھاتا ہے، اُس کے مال کو اسلام
ناجائز نہیں ٹھیراتا

مجھے آپ کے ان مصائب کے کمال ہمدردی ہے، جو ودیانندیوں کے وحشیانہ سلوک سے
آپ کو پہنچیں، اگر وہ وواہ کے طے شدہ معاملہ پر غور کر لیتے۔ تو لازم تھا، کہ اس سمبندھ کی
عزت کرتے۔ مجھے اس رسالہ سے پیشتر آپ کے مصائب کا ذرا علم نہ تھا، شکر ہے کہ ان
مصائب نے آپ کو بتلا دیا ہے، کہ ایک صلح پسند آشتی طلب، امن جو شخص بھی کیونکر
مدافعت کے لئے مجبور ہو جایا کرتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمانوں کو بھی
جب مدافعت کا حکم ملا تو وہ بھی ایسی ہی مجبوریوں کی وجہ سے تھا، میں آپ کی
نزہت طبع کیلئے اصل حکم بھی درج کر دیتا ہوں:-

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ
لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا
رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ
كَثِيرًا

(سورۃ حج آیت ۳۹، ۴۰)

ترجمہ:- جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ اُن پر ظلم ہوا ہے،
اور خدا اُن کی مدد پر بیشک قادر ہے، یہ مظلوم اپنے وطن سے بلاوجہ صرف اس قصور
میں نکالے گئے - انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے، ایسی حالت میں اگر خدا بعض
(حملہ آوروں) کو بعض (مسلمانوں) سے دفع نہ کرتا، تو ضرور عیسائیوں کے گرجا، یہودیوں
کے معابد، ترساؤں کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے
ضرور گرا دی جاتیں،

اس آیت سے جناب دیکھیں گے، کہ کیوں مسلمانوں کو حق مدافعت دیا گیا، اور
مسلمان نہ صرف اپنے لئے بلکہ عیسائیوں، یہودیوں اور ترساؤں کے لئے بھی
اپنے آپ کو سینہ سپر بناتے تھے، اور اُن کا مقصد صرف ایسا امن بسیط قائم کر دینا
اور ایسے امن بسیط کی حفاظت رکھنا تھا، جو جملہ بزرگ مذاہب کی آزادی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز تسلیم کرتا ہو،

اس آیت کے بعد مجھے اپنے بھائیوں عیسائیوں، یہودیوں وغیرہ پر کس قدر افسوس آتا ہے، جب وہ مسلمانوں کے اس حق مدافعت پر اعتراض کیا کرتے ہیں، کاش ایسے اعتراضات سے پہلے متی، ۵ باب کو کوئی سلیم الطبع پڑھ لیا کرے،

اب میں اپنے خط کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں، کہ توفیق ازلی آپ کی رفیق ہو،

والسلام مع الاکرام،

(احقر محمد سلیمان عفی عنہ از بھٹنڈا ۴ مئی ۱۹۱۴ء)

تیسرا خط

قاضی صاحب مرحوم کا دوسرا خط جو غازی محمود دھرمپال نے اپنے پرچہ المسلم ماہ جولائی ۱۹۱۴ء میں شائع کر دیا تھا۔ کوئٹہ بلوچستان کے ایک پادری صاحب کی نظر سے گذرا۔ تو انہوں نے قاضی صاحب کو ایک آزاد محقق تصور کرتے ہوئے ایک خط لکھا، جس میں آپ سے چند سوال کئے گئے تھے۔ قاضی صاحب مرحوم نے اُن کا وہ خط معہ جواب وبعض احباب کے اصرار پر، برہان کے نام سے شائع کر دیا، چونکہ رسالہ برہان اب ختم ہو چکا ہے، اس لئے ہم اس خط کو بھی من وعن یہاں نقل کئے دیتے ہیں، تاکہ اہل علم اس سے استفاضہ کر سکیں ——

پادری صاحب کا اصل خط چونکہ ٹوٹی پھوٹی عبارت میں ہے، اس لئے ہم اسے نقل کرنے کی بجائے صرف اُن کے وہ سوالات جو بطور خلاصہ انہوں نے خود پیش کئے ہیں۔ نقل کئے دیتے ہیں، تاکہ ناظرین جواب پڑھتے ہوئے انہیں پیش نظر رکھیں۔

سوالات

۱۔ توریت وصحف انبیاء وانجیل وقرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟

۲۔ حضرت موسیٰ وعیسیٰ ومحمدؐ کے مدارج کیا ہیں۔ کیا نسبت رکھتے ہیں؟

۳۔ حضرت عیسیٰ کس بات میں نمونہ ہیں، اور حضرت محمد صاحب کس میں؟

۴۔ حضرت محمد صاحب کی ذاتی زندگی کا برتاؤ۔ انسانی حاجتوں میں کس زمانہ کے لوگوں سے مقابلہ کریں، تاکہ عمدہ اور اعلیٰ ثابت ہو؟

۵۔ کیا آپ میرا مطلب جان گئے ہیں۔ اور میری مدد کس قدر کر سکتے ہیں؟

خاکسار۔۔۔۔۔۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب

مکرم بندہ جناب پادری ..... صاحب زاد عنایتکم

تسلیم ۔ یکم اگست کا خط ملا، مشکور فرمایا، آپکے خط سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ ٹھنڈے دل سے چند مسائل کو آزادانہ بحث میں لانا چاہتے ہیں، بیشک یہ مناسب ہے، خط کے شروع میں جو کچھ آپنے تحریر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر نہیں، اور آپ کی شریعت کو شریعت بھی تسلیم کرتے ہیں، یہ جملہ امور جناب کی تحریر سے صاف نمایاں ہیں، اور مخاطب کو راقم کے منصفانہ رویہ کا تیقن دلانے کے موید ہیں،

جناب نے چند سوالات کئے ہیں، لہٰذا اُن کے متعلق ذیل میں گذارش کیا جاتا ہے،

پہلا سوال جناب کا یہ ہے:۔ کہ توریت و صحف انبیا اور انجیل و قرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں:۔

پہلا جواب:۔ آپنے اپنے خط میں ایک جگہ توریت کو شریعت اور انجیل کو کمال تحریر کیا ہے آپ اس فقرے کو صحیح سمجھتے ہوئے مجھے صرف یہ بتلا دینا ہے، کہ قرآن مجید مہیمن ہے، مہیمن کے معنی یہ ہیں، کہ جامع ہو شریعت اور کمال دونوں پر حاوی ہو، قرآن مجید کا یہ نام خود قرآن مجید میں موجود ہے، مگر مجھے شک ہے کہ انجیل میں بھی اس کا نام کمال موجود ہے یا نہیں،

دوسرا جواب:۔ توریت اور قرآن مجید میں ایک خاص بات ہے، جو انجیل میں نہیں ہے یعنی توریت اور قرآن مجید کے الفاظ و عبارات کی اشاعت خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں ہو گئی تھی، لیکن موجودہ انجیلوں میں سے کسی انجیل کو حضرت مسیح کے ملاحظہ میں آنے کا شرف حاصل نہیں ہوا متی، مرقس، لوقا، یوحنا کی انجیلوں کے لکھے جانے اور ترتیب دیئے جانے کی ہسٹری سے جو آنجناب نے بھی مشن سکول میں پڑھی ہوگی، معلوم ہوتا ہے، کہ وہ حضرت مسیح کے صعود کے بعد لکھی گئی تھیں، اور اُن میں سے بعض کا سن تالیف حضرت مسیح سے ۵۰ سال بعد کا ہے،

توریت و قرآن شریف کے مقابلہ میں انجیل کا یہ ایسا فرق ہے، جو بدیہی ہے، اور جس کا علمائے مسیحی کو بھی اقرار ہے، اور یہ ایسا اقرار ہے، جس سے کوئی مسیحی عالم انکار بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ جناب لوقا اپنی انجیل کے شروع میں فرماتے ہیں

"چونکہ بہتوں نے کمر باندھی، کہ ان کاموں کا جو فی الواقع ہمارے درمیان انجام ہوئے، بیان کریں، جس طرح سے انہوں نے جو شروع

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے، ہم سے روایت کی، میں نے بھی مناسب سمجھا، کہ سب کو سرے سے صحیح طور پر دریافت کرکے تیرے لئے بزرگ تھیوفلس بہ ترتیب لکھوں، تاکہ تو ان باتوں کی حقیقت کو جن کی تو نے تعلیم پائی جانے

ہم کو بزرگ لوقا کا مشکور ہونا چاہیئے، کہ انہوں نے بتلا دیا، کہ جو روایت اُن تک پہنچی تھی، اُسے اول بزرگ لوقا نے صحیح طور پر دریافت کیا، اور پھر ترتیب دیا۔ اس بیان سے ثابت ہوگیا، کہ ان انجیلوں کا درجہ ایسا ہی ہونا چاہیئے، جیسا مسلمانوں میں کتب احادیث کا ہے، کیونکہ وہ بھی بزرگ عالموں نے روایت کے ساتھ بیان کی ہیں، البتہ کتب احادیث کا درجہ اس لئے بالاتر رہیگا، کہ انہوں نے رعایت کے ساتھ راویوں کا سلسلہ بھی بیان کر دیا ہے، اور ہر ایک راوی کی لائف بھی بیان کی ہے، اور اُن اصول کو بھی بیان کر دیا ہے جن پر مصنف نے اپنی دریافت کے وقت عمل کیا تھا، مگر یہ سب باتیں انجیلوں میں نہیں ہیں،

بزرگوار لوقا کی شہادت کے بعد آپ انجیل کو اُس ضروری اور بزرگ ترین صفت سے جو قرآن مجید و توریت کو حاصل ہے، خالی دیکھیں گے،

اب آپ اس امر سے بھی واقف ہیں، کہ متی، مرقس، یوحنا و لوقا کے بعض بعض بیانات وہ ہیں، جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے، چونکہ لوقا کے سوا اور کسی بزرگ مصنف نے یہ نہیں کہا، کہ اس نے بھی صحیح طور پر دریافت کے بعد ان روائتوں کو لکھا ہے، اس لئے اگر یا ہم یہ تصور کرلیں، کہ صرف لوقا کی انجیل ہی صحیح ہے، اگر ہم اسے صحیح قرار دیں گے، تو اُن وہ بزرگوں کی تحریر کو کیا کہیں گے، جن کی بابت یہ بیان ہے، کہ انہوں نے مسیح کے کاموں کو خود دیکھا تھا، اور اگر وہ صحیح ہیں، تو بزرگ لوقا کی تحریر کے کیا معنی ہونگے،

جہاں تک میں جانتا ہوں، لوقا تو پولوس کے ممتاز شاگرد ہیں، اور پولوس وہ ہیں، جن کی نسبت مسیحی علماء کا اعتقاد ہے، کہ مسیح کی روحانیت نے عالم روحانی سے اُن کی دستگیری کی تھی، اسی لئے بزرگ پولوس اکثر مسائل میں اُن حواریوں کو بھی ڈانٹ بتلا دیتے ہیں، جن کو مسیح نے اپنے سامنے اپنی تعلیم کے لئے منتخب کر لیا تھا،

الغرض ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ایک محقق کے لئے یہ دشوار ہو جاتا ہے، کہ اس صفت میں انجیل کو توراۃ و قرآن کے برابر سمجھ سکے،

اب یہ سوال رہ جاتا ہے، کہ کیا توراۃ بھی قرآن کے برابر ہے؟ کچھ شک نہیں، کہ وہ دو لوحیں جو موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے لائے تھے، قرآن کے برابر تھیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے جو نقل ان دو لوحوں کی کی، وہ بھی قرآن کریم کے برابر تھی، لیکن سوال کہ اس وقت بائبل میں جو پانچ کتابیں حضرت موسیٰ کی طرف منسوب ہیں، وہ بھی قرآن

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے برابر سمجھی جاسکتی ہیں یا نہیں، قابل غور ہے،

یہودی اور عیسائی عالموں کی رایوں میں ان کتابوں کی نسبت عجیب عجیب اختلاف ہیں،

جن عالموں کا یہ اعتقاد ہے، کہ پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ کی ہیں، ان میں بھی اختلاف ہے، اور وہ ان کتابوں کو بالکل وحی نہیں مانتے ہیں، مشہور محقق یوسی مبین کا اعتقاد ہے، کہ کتاب پیدائش حضرت موسیٰ کی تصنیف اُن ایام کی ہے، جب وہ اپنے خسر کے پاس مدائن میں ٹھیرے ہوئے تھے، یعنی زمانہ نبوت سے پہلے کی،

ان اختلافات سے یقین ہوتا ہے، کہ موجودہ تورات میں سے وہی حصہ قرآن کے برابر ہے، جو بلا کسی اختلاف کے الہامی ہے،

ایسا حصہ صرف دس احکام ہیں، اور بادی النظر میں باور ہوتا ہے، کہ ان پر کچھ اختلاف نہ ہوگا، لیکن مذہب پراٹسٹنٹ کے بانی لوتھر صاحب کے جو سخت ریمارک ان دس احکام اور اس کے تعمیل کنندہ کے متعلق ہیں، وہ تو دل ہلا دینے والے ہیں،

صحف انبیاء سے آپ کی مراد غالباً وہ صحیفے ہیں، جو مجموعہ بائیبل میں آج کل شامل ہیں، لیکن اُن پر بھی علمائے یہود و مسیحی کا اتفاق نہیں ہے،

یہود کا فرقہ سامریہ حضرت موسیٰ کی پانچ کتابوں اور کتاب یوشع اور کتاب القضاۃ کے سوا اور کسی کتاب کو نہیں مانتا، کتاب یوشع کی بابت جناب کو معلوم ہوگا:-

ڈاکٹر لائٹ فٹ اسے فینحاس کی تصنیف بتاتا ہے،

کالون اُسے العازر کی تصنیف بتاتا ہے،

ہنری اُسے یرمیا علیہ السلام کی تصنیف بتاتا ہے،

وانٹس اسے سموئیل کی تصنیف بتاتا ہے،

کتاب القضاۃ کے مصنفوں میں اور زمانہ تصنیف میں بھی اسی طرح اختلاف ہے، اسی طرح بہت کتابوں کا حال ہے، اور بعض کتابوں کی نسبت تو علماء یہود و مسیحی کی رائیں بہت ہی سخت ہیں،

کتاب ایوب کو فرضی شخص کا قصہ بتلایا گیا ہے،

غزل الغزلات کو وسٹن نے اوباشانہ راگ بتلایا ہے،

امثال سلیمان کا مصنف بھی ایک شہزادہ کا گارڈین بتلایا جاتا ہے،

زبور میں سے کوئی تو داؤد علیہ السلام کی مناجاتیں صرف دس بابوں کو بتلاتا ہے، کوئی بیس کو

کوئی عالم کتاب زبور کو آدم، ابراہیم، موسیٰ و اریساف و سلیمان وعدو لغن اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرزندان قوسح کی تبلاتا ہے،

کوئی حضرت سلیمان کا نام بھی ایزاد کرتا ہے،

نکتہ بیں اس مجموعہ میں ایسی ہیں، جنہیں یہود بالکل تسلیم نہ کرتے تھے، اور مسیحی بھی اُن میں سخت اختلافات رکھتے تھے،

ان حالات پر میرے دوست کا سوال ہی عجیب ہے، کہ قرآن مجید کے ساتھ اُن کی باہمی نسبت کیا ہے،

یہ جواب اُن تاریخی علومات پر مشتمل ہے، جو علمائے مسیحی نے ہمارے لئے بہم پہنچائے ہیں،

اگر معزز مخاطب اسے پسند نہ فرمائے، تو مجھے بھی اُن کی بابت کچھ زیادہ اصرار کرنا ضروری نہیں، میرا پہلا جواب جو آپکے الفاظ کو ملا کر دیا گیا ہے، پسند فرمایئے، تورات شریعت ہے انجیل کمال، اور قرآن مجید مہیمن،

قرآن مجید کے مہیمن ہونے کا آپ کو اقرار نہ ہوگا، گو آپ اُسے ایک شریعت مان لینے پر تیار ہیں،

قرآن مجید کو مہیمن ثابت کرنے کے لئے مجھے دو ہی باتوں کا ثبوت دینا چاہیئے ۔

(۱) وہ مثل تورات شریعت ہے،

(۲) وہ مثل انجیل فضل و کمال ہے،

جزو اول کا آپ کو اقرار ہے، بس اب مہربانی سے یہ فرما دیجئے، کہ جزو دوم سے کیوں انکار ہے، کیا انجیل میں کوئی ایسی تعلیم ہے، جو قرآن مجید میں نہیں،

میرے مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھ کر آپ کا ذہن شاید فوراً کفارہ و تثلیث و ابنیت و الوہیت کے مسائل کی جانب منتقل ہوگا، اور ممکن ہے، کہ آپ مجھے یہ تحریر فرمانا چاہیں کہ یہ ہیں، وہ خاص معارف و اسرار و رموز و غوامض جن سے قرآن خالی ہے، لیکن ایسی رائے قائم فرمانے یا قلمبند کرنے سے پیشتر جناب کو یہ غور کر لینا ضروری ہوگا، کہ میرے نزدیک اور سب مسلمانوں کے نزدیک حضرت مسیح کے الفاظ تو حجت و دلیل بن سکتے ہیں، لیکن کسی دوسرے کے الفاظ یہ درجہ ہرگز نہیں رکھتے،

حضرت مسیح کے الفاظ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے فہم یا عبارت یا مذہبی کونسلوں کی کسی قرارداد کو بطور دلیل کے پیش نہ فرمایئے، اور جب اس احتیاط سے آپ دلیل کی تلاش کریں گے، تو پھر آپ کو مجموعۂ اناجیل میں کوئی نئی بات جو قرآن مجید میں نہ ہو، نہیں ملے گی، غالباً چاروں انجیل میں سب سے بڑا رتبہ عیسائیوں کے ہاں یوحنا کی انجیل کا ہے، لیکن وہ بھی اس مدعا میں قاصر رہ جائے گی، میرا مدعا خدانخواستہ اس جگہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اناجیل اربعہ میں سے کسی انجیل کی وقعت کے خلاف کچھ کہنے کا نہیں، کیونکہ میرا شعار ہی نہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے، کہ فی الواقعہ اناجیل اربعہ سے یہ مسائل اور یہ مطالب مستخرج نہیں ہو سکتے، مَیں اس کی تائید میں یونی ٹیرین کی تصنیفات کو بھی پیش کروں گا، اور مذہبی کونسلوں میں پیش شدہ رایوں اور منظور شدہ رایوں کو بھی، اور یہ سب مجموعۃً ثابت کریں گے، کہ اگر اناجیل اربعہ خود ان مسائل میں کافی ہوتیں، تو یہ تمام جدوجہد محض بیکار تھی،

غرض مَیں ان مسائل کو بروئے تحقیقات مسائل بعد از مسیح قرار دیتا ہوں، اور اُن کے سوا دیگر جس قدر مسائل متعلق تکمیل انسانی و عرفان ربانی آپ انجیل سے ثابت کر سکتے ہیں، قرآن مجید میں وہی مسائل زیادہ کمال اور زیادہ نور و تبیان کے ساتھ آپ کو ملاحظہ کرائے جا سکتے ہیں، جس سے ایک محقق بخوبی مطمئن ہو سکتا ہے، کہ فی الواقع مہیمن ہونے کا درجہ قرآن مجید ہی کو حاصل ہے،

یہاں تک پہلے سوال کا جواب ختم ہُوا، یہ جواب بلحاظ اہمیت سوال کے بہت مختصر ہے، مگر امید ہے، کہ میرا مطلب واضح کرنے کے لئے کافی ہو گا،

مَیں جب کہ قرآن حکیم کا مہیمن ہونا اس جگہ لکھ رہا ہوں، تو یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں، کہ بعض مسیحی عالم قرآن پاک کی تفتیش اس طریقے سے کیا کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے، کہ ہم مضامین قرآن مجید کو بائیبل کے سامنے پیش کریں گے، اور دیکھیں گے، کہ اس کا کونسا حصہ بائیبل سے مطابقت رکھتا ہے، اور کونسا حصہ نہیں، جو حصہ مطابق ہو جائے گا، وہ صحیح ہے، اور جو حصہ مطابقت نہ کھائے گا، وہ قابل تسلیم نہیں،

یہ اصول بظاہر خوشنما ہے، مگر فریبندہ بھی، خوشنما اس لئے کہ کلام الٰہی کی مطابقت کلام الٰہی سے کی جاتی ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں کرنا چاہیئے،

اور فریبندہ اس لئے ہے، کہ اسی اصول کے موافق کوئی مسیحی عالم پسند نہیں کرے گا، کہ عہد نامہ جدید (یعنی اناجیل اور اعمال وخطوط) کی مطابقت عہد نامۂ قدیم کے ساتھ کی جائے،

مسلمانوں کی طرف سے مَیں یہ عرض کرنے کو تیار ہوں، کہ ہم اس اصول پر عمل کرنے کو آمادہ ہیں،

یہ ظاہر ہے، کہ اس اصول پر عمل کرنے کے لئے اس قدر قرار داد کا ہونا ضروری ہے کہ کلام کا کونسا حصہ ایسا ہے، جس کے ساتھ باقی تمام حصص کی مطابقت کرنی چاہیئے، ہم رفع نزاع کے لئے مان لیتے ہیں، کہ عہد نامہ قدیم کی قدیم تر کتابوں کو یہ درجہ عطا کیا جائے، یعنی حضرت موسیٰ کی کتابوں کو بطور معیار ٹھہرا لیا جاوے، اور پھر ان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں پر ہر ایک تعلیم کا اسی ترتیب کے ساتھ جو بلحاظ زمانہ ونیا کے اندر پائی گئی ہے، پیش کیا جائے، یعنی یوشع کی کتاب سے لیکر ملاکی نبی کی کتاب تک کو،

اور ان کتابوں میں سے جس جس کتاب یا جس جس باب یا جس جس درس کی سیدنا موسیٰؑ کی تعلیم سے مطابقت نہ ہو، اُسے چھوڑ دیا جائے،

اس کے بعد یہی طریق متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی کتابوں کے ساتھ جاری رکھا جائے، تحقیق کنندہ حیران رہ جائے گا، جب یہ دیکھے گا، کہ عہد نامہ قدیم کی سب کتابیں آپس میں کس قدر زیادہ متفق و متحد ہیں، اور کیسے کیسے لطیف پیراؤں اور متعدد عبارتوں کے ساتھ ایک واحد مدعا کو بیان کر رہی ہیں،

لیکن عہد نامہ جدید کا آغاز ہوتے ہی ایک جدید دروازہ کھل جاتا ہے، اور مطابقت ڈھونڈنے والے کی پریشانی و حیرانی ترقی پر ترقی کرتی جاتی ہے،

اس حیرانی سے رہائی پانے کے لئے کبھی کبھی بیچارہ تحقیق کنندہ یہ چاہا کرتا ہے، کہ قدیم کے لئے تو لفظ قدیم ہی ایک ایسا عذر ہے، کہ وہ جدید سے مطابقت نہ کھائے،

اس لئے بہتر ہے، کہ عہد نامہ جدید کی کتابوں کو باہم متوافق کر لیا جاوے، اس نیت سے جب یہ بیچارہ ان کتابوں کو دیکھتا ہے، تو اُسے متی کے واقعات لوقا میں نہیں ملتے، اور لوقا کی بہت باتیں مرقس میں پائی نہیں جاتیں، یوحنا کی انجیل کا تو کیا ہی کہنا ہے، وہ تو اصول اور ارکان میں تینوں سے زیادہ چلتا ہے، عیسائی محقق سے اندریں صورت یہ امید ہو سکتی تھی، کہ وہ اس انجیل کو جو سب سے نرالی ہے، اور نئے نئے اعتقاد سکھانے والی ہے، بالکل نظر انداز کر دے گا، لیکن مشاہدہ بالکل ہمارے خلاف توقع یہ ہے، کہ اسی انجیل کو سب سے بالاتر درجہ دیا جاتا ہے اور اسے جناب مسیح کی اقنومیت کی خاص انجیل بتلایا جاتا ہے، اس کے بعد لسے اعمال اور خطوط نظر پڑتے ہیں،

محقق کو جلد نظر آجاتا ہے، کہ یعقوب اور برناس و پطرس وغیرہ مسیح کی تعلیم کو جس طرح پر بیان کر رہے ہیں، پولوس کا بیان اُن سے مطابقت نہیں کھاتا ہے، بلکہ چند در چند ایسے مسائل ہیں، جن میں جناب پولوس استحکام کے ساتھ اپنی رائے پر قائم رہے ہیں، اور اُن حواریوں کا قول نہیں سنتے، جن کو مسیح نے اپنی تعلیم کا گواہ بنایا، اور جن کو دنیا بھر سے برگزیدہ کر کے اپنے لئے پسند فرمایا تھا،

عیسائی محقق کے لئے یہ اختلاف سخت کش مکش میں ڈال دینے کا سبب بن جاتا ہے اور وہ اس سے رہائی پانے کا ذریعہ صرف ایک ہی سمجھتا ہے، اور وہ یہ ہے، کہ اپنی تحقیق کو ادھر سے ہٹا کر قرآن پاک پر لگا دے،

ہم اس محقق کو خیر مقدم کہتے ہیں، اور نہایت کشادہ پیشانی سے آمادہ ہیں، کہ خود بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی تحقیق میں شامل ہو کر انہیں کافی معلومات بہم پہنچا سکیں،

البتہ اپنی ناواقفیت کو دور کرنے کے لئے اس قدر ضرور پوچھ لینا چاہتے ہیں، کہ جناب من اس اصول کے مطابق آپ قرآن مجید کو انجیل کے ساتھ مطابق کرنے کا کام پہلے شروع کرینگے، یا تورات کے ساتھ مطابق کرنے کا، ہماری طرف سے آپ دونوں طرح اپنی کارروائی کے آغاز کا اختیار رکھتے ہیں،

مگر آپنے پہلے پہل تورات کے ساتھ قرآن مجید کو مطابق کرنا چاہا، اور یہ دونوں کتابیں پیشتر اور اکثر مقامات میں متحد و مطابق ہو گئیں، مگر انجیل کے مضامین ان متحدہ مضامین سے نہ ملے، تب غلبہ کس طرف رہے گا، اور اگر بعض مسائل میں انجیل و قرآن پاک متحد ہو گئے، اور تورات سے اختلاف رہا، تو کیا وہاں تورات کو چھوڑ دیا جاوے گا، غالباً تورات کا چھوڑنا اس لئے دشوار ہوگا، کہ آپنے شروع شروع میں اُسی کو معیار ٹھہرایا تھا، کیا اب آپ انجیل و قرآن دونوں کو چھوڑ دیں گے؟ اگر آپ ایسا کرنے پر آمادہ ہیں، تو ہم کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی، کہ آپ انجیل و تورات کے باہم متحد ہو جانے کی حالت میں اُن مسائل کو بھی چھوڑ دیں، جو قرآن پاک نے تنہا بیان کئے ہیں، لیکن اگر آپ انجیل کو بہت زیادہ مسائل میں تورات سے مختلف پاکر بھی نہ تورات کی صحت پر شک رکھتے ہیں، اور نہ انجیل کا زائد اختلاف آپکے یقین و ایمان کو متزلزل کر سکتا ہے، تب ایسی حالت میں مسلمان نہایت زور سے کہیں گے، کہ آپ خصوصیات قرآن مجید پر بھی کوئی اعتراض نہیں کر سکتے،

جناب من! مندرجہ بالا فقرات میں نے لکھ دیئے ہیں، کہ آپ کے سوال کا تعلق بھی ان تینوں کتابوں کے باہمی تعلقات پر تھا،

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا، کہ تورات میں طلاق دینے کی کتنی آسانیاں ہیں، اور جناب مسیح[1] نے کیوں کر طلاق کو صرف ارتکاب زنا سے محدود کر دیا ہے[2]، حالانکہ جناب مسیح کا یہ بھی قول ہے کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، تورات کا ایک شوشہ کم نہ ہو گا[3]،

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا، کہ ختنہ کے متعلق تورات میں کتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے[4]، اور یہاں تک حکم دیا گیا ہے، کہ با ایمان کو سبت کے دن غیر مختون کے گھر کے اندر نہیں داخل ہونا چاہیئے[5]، اور برخلاف اس کے جناب پولوس نے ختنہ کو کس قدر غیر ضروری ٹھہرایا ہے[6]،

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا، کہ جناب مسیح نے شریعت کو کتنی فضیلت دی ہے[7]، اور پولوس نے کتنے مقامات پر شریعت کو لعنت تبلایا ہے[8]،

[1] متی ۵-۳۲ [2] ۵-۱۸ [3] پیدائش ۱۰-۱۰ تا م [4] گلاتیوں ۵-۲ [5] ۵-۵
[6] متی ۵-۱۸ و ۱۹ [7] گلاتیوں ۳-۱۳

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا۔ کہ مسیح کے شاگردوں میں کتنا سخت اختلاف پایا جاتا ہے، اس بارہ میں کہ نجات صرف ایمان پر ہے، یا ایمان اور اعمال دونوں پر ؎،

میں آپ کو توجہ دلاؤں گا، کہ انجیل کے ایک مقام پر کس طرح روزہ کی عدم ضرورت یہ کہہ کر بتلائی گئی ہے، کہ جب دولہا کے ساتھ بات ہوتی ہے، تو وہ بھوکے نہیں مرتے، اور دوسرے مقام پر بڑی بڑی کرامتوں کی طاقتوں کو دعا و روزہ کے ادا کرنے پر منحصر رکھا گیا ہے ؎

غرض جہاں ایسے ایسے بیسیوں مسائل پائے جائیں، اور ایک مسیحی ان سب پر بطور ایمان کے اعتقاد رکھتا ہو، اُسے یہ حق نہیں ہے، کہ پہلے ایک طبع زاد اصول بنائے، اور پھر اُس کے موافق صرف قرآن مجید کی تفتیش کرنا چاہے،

دوسرا سوال جناب کا یہ ہے:۔

کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد (صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین) کے مدارج کیا ہیں، کیا کیا خاص خدمت اُن کے سپرد ہے۔

جنابِ من! یہ تینوں مقدس ہیں، خدا کے برگزیدہ ہیں، نبی ہیں، رسول ہیں۔ اولوالعزم ہیں، ان کے صدق و امانت پر ایمان لانا ہر ایک مومن کے لئے لازمی ہے۔ اب ان کی جداگانہ شان ملاحظہ ہو:۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام

کتاب خروج کا ۳ باب ملاحظہ ہو، ۱ درس سے ۹ درس تک خدا کا موسیٰ سے ہمکلام ہونا بیان ہوا ہے، اور ۱۰ درس میں موسیٰ کی خاص خدمت ان الفاظ میں ہے:۔

پس تو اب جا، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں، مصر سے نکال،

پس حضرت موسیٰ کا اصل مشن یہی تھا، مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کو شریعت بھی دی گئی، اور وعدہ کی زمین کی طرف سفر جاری رہا، خدا کا وعدہ تھا، کہ موسیٰ اس قوم کو وعدہ کی زمین تک پہنچائیں گے، لیکن قوم کی نافرمانیوں اور گستاخیوں کا نتیجہ یہ ہوا، کہ حضرت موسیٰ کے دن پورے ہو گئے، اور وہ خود بھی وعدہ کی زمین میں داخل نہ ہو سکے،

مصر سے قوم کو نکال لانا، اُن کے لئے ایک شریعت دے جانا، حضرت موسیٰ کے

؎ یعقوب ۲-۲۴-۱۰، گلاتیون ۳-۱۰، ؎ مرقس ۲-۱۹، ؎ مرقس ۹-۲۹ ؛

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاندار کارنامے ہیں، لیکن اُن کا انجام اپنے مشن کی پوری کامیاب خوش مندی کے ساتھ نہیں ہُوا تھا،

حضرت مسیح علیہ السلام

سیدنا مسیح نے اپنی بابت خود ہی خبر دیا ہے، کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور کسی کی طرف نہیں، اس قول کی تائید میں حضرت مسیح کی زندگی کے طرز عمل کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے، کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو بھی غیر قوموں کی طرف جانے سے روکا اور خود بھی کسی غیر قوم کی طرف تشریف نہیں لے گئے،

کچھ شک نہیں، کہ حضرت مسیح کے مخاطب موسیٰ کی گدی پر بیٹھنے والے تھے، انہوں نے ان ہی کو مخاطب کیا، اور ان ہی کی اصلاح میں اپنا تمام وقت اور تمام توجہ و ہمت کو خرچ کیا، مسیح نے بارہ حواری بھی بنی اسرائیل ہی میں سے چنے، اور ان کی تعداد بھی بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کے موافق رکھی، جس سے ثابت ہوتا ہے، کہ وہ بنی اسرائیل کے ہر ایک سبط کے لئے اپنے ایک ایک شاگرد کو تیار کر رہے تھے،

ہم حضرت مسیح علیہ السلام کے شاندار کارناموں کی خود بھی شہادت دیتے ہیں، اور تسلیم کرتے ہیں، کہ انہوں نے خدا کی راہ میں اولی العزم انبیا کی طرح صداقت اور استقامت کے اعلیٰ ترین نمونے دکھلائے تھے،

آپ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ کہا ہے، مگر اناجیل کو دیکھئے، جن میں ۳۰ دفعہ حضرت مسیح کو ابن آدم کہا گیا ہے، (متی ۱۶ مرقس ۵ لوقا ۸ مکاشفات ۱۔۳ اور ۲۲) دفعہ اُن کو ابن انسان کہا گیا ہے، (متی ۵ مرقس ۲۶ لوقا ۲ یوحنا ۵ ۔ ۳۲) اور اسی طرح ابن داؤد کا لفظ بھی بار بار اُن کے لئے مستعمل ہُوا ہے،

مہربانی سے اناجیل پر یہ بھی غور کریں، کہ کس مخلوق نے سب سے پہلے مسیح کو خدا کا بیٹا کہا، کیا یہ وہی آزمایش کرنے والا نہ تھا، جو مسیح کو جنگل میں لے گیا تھا، اور حضرت مسیح نے اس کے لفظ خدا کا بیٹا کا جواب دیتے ہوئے اپنے لئے لفظ آدمی کا استعمال کیا تھا (ملاحظہ ہو متی ۴ باب)

اس لئے میں نہیں سمجھتا، کہ اس خطاب میں اب کیا بزرگی مخفی ہے، آپ نے مسیح کو روح کہا ہے، لیکن انجیل کے محاورہ میں تو یہ لفظ کوئی عظمت کا لفظ نہیں، ملاحظہ ہو "اُس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گئی" (متی ۴ ورس ۱ باب)

مجھے اشتباہ ہے، کہ آپ انجیل کو چھوڑ کر اس جگہ محاورات قرآنی کا استعمال کرنے لگے ہیں، قرآن مجید میں بیشک کلمۃ اللہ روح کے الفاظ موجود ہیں، پس اگر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب نے الفاظ قرآنی ہی کا استعمال کیا ہے، تو مناسب ہوگا، کہ ان الفاظ کے معانی بھی آپ قرآن مجید ہی سے معلوم کریں، اور پھر اپنی رائے کو دخل نہ دیں،

مَیں اس جگہ یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں، کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح کو روح تبلایا گیا ہے، اور انجیل میں حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح حق فرمایا گیا ہے اور ایک محقق غور کرنے سے اس راز کو سمجھ سکتا ہے،

آپ نے حضرت مسیح کو آدم ثانی تبلایا ہے، لیکن انجیل میں تو مسیح کا یہ خطاب مجھے کہیں نہیں ملا، یہ ظاہر ہے، کہ ثانی اپنے اوّل کا مشابہ ہُوا کرتا ہے، لیکن آپ نے جو توجیہ حضرت مسیح کو آدم ثانی کہنے کی تبلائی ہے، وہ بالکل اس اصول کے خلاف ہے، اگر آدم اوّل اپنی نسل میں گناہ چھوڑ جانے کا سبب بنا تھا، تو اس کا ثانی بھی (جو کوئی بتایا جائے) گناہ کے ازالہ کا سبب نہیں بن سکتا، مہربانی سے اچھی طرح غور فرمالیں،

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلعم نے صاف الفاظ میں دنیا کو آدم کی نسل کے ہر ایک بچہ کو ہر ایک اس شخص کو جو لفظ انسان سے مخاطب کیا جاسکتا ہو، اس طرح دعوت دی ہے:۔

یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا

(ترجمہ) اے نسل انسانی کے بچو! مَیں تم سب کے لئے اللہ کا پیغام لیکر آیا ہوں،

اس پاک کلام میں جو الٰہی کلام ہے، محمد رسول اللہ کو رحمۃ للعالمین تبلایا گیا ہے، اور رحمۃ للعرب نہیں،

اب آنحضرتؐ کے طرز عمل سے ان الفاظ کی تائید ہوتی ہے، آنحضرتؐ کے دربار میں صرف اپنی ہی قوم کے اشخاص نہیں پائے جاتے، بلکہ ہر ایک قوم کے پائے جاتے ہیں، آنحضرت صلعم کے دربار میں صرف بت پرست ہی نظر نہیں آتے، جو مکہ والوں کا مذہب تھا، بلکہ ہر ایک مذہب کے مستند فاضل دیکھے جاتے ہیں،

ملک حبش کا بلال، ملک روم کا صہیب، ملک ایشیائے کوچک کا عداس، ملک ایران کا سلمان، ملک یمن کا ابو ہریرہ، صوبہ دومتہ الجندل کا اکیدر، ملک شام کا فروۃ الخزاعی رضی اللہ عنہم اجمعین، اپنی اپنی نسل اور قوم اور ملک کی جانب سے حاضر ہیں، تو خالد بن ولید بت پرستوں میں سے، ورقہ بن نوفل موحد عیسائیوں میں سے، عدی بن حاتم رومن کیتھولک عیسائیوں میں سے، صرمہ بن ابی انس عالمان مسیحی میں سے، عبداللہ بن سلام عالمان یہود میں سے، عثمان بن ابو طلحہ عالمان مذہب ابراہیمی میں سے رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دربار محمدی میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور اپنے اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مذہب پر حقانیت اسلام کی حجت ختم کر رہے ہیں،

عبداللہ ذوالبجاد و بے سروساماؤں میں سے + مصعب بن عمیر امیرزادوں میں سے
لبید ابن ربیعہ۔ شاعروں میں سے + طفیل دوسی زبان آوروں میں سے
عکرمہ بن ابوجہل شمشیر افگنوں میں سے + ابوسفیان بن حرب سپہ سالاروں میں سے
عمر فاروق سیاست دانوں میں سے + عمرو بن عاص، اہل تدابیر میں سے
علی مرتضیٰ عالموں میں سے + معاذ بن جبل اہل فتاویٰ میں سے
زید بن ثابت اہل انشاء و کتابت میں سے + رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، وغیرہ
وغیرہ مختلف اجناس و مختلف طبقات و استعدادات کے سربرآوردہ موجود ہیں،
اس پر بھی نبی کریم صلعم مختلف قبائل کی جانب بہ نفس نفیس سفر فرماتے ہیں،
اور ہر ایک کو بالمشافہ ہدایت دیتے ہیں، پھر مزید برآں دنیا بھر کی مختلف حکومتوں
اور سلطنتوں کے فرمانرواؤں اور سلطانوں کے نام سفیر روانہ کئے جاتے ہیں، اور خاص
اس ملک اور قوم کی زبان میں تبلیغ کی جاتی ہے،

ایک غریب رانڈ عورت کا یتیم بچہ جس کی تربیت بیکسی و درماندگی نے کی ہو جسے
افلاس و فلاکت نے پالا ہو جسے علم و فن نے کبھی منہ نہ دکھایا تھا، جو سیاست مذہب
کے معاملات سے کوئی شناسائی نہ رکھتا تھا، وہ کل دنیا کو بے دھڑک تعلیم دے رہا ہے
وہ تمام دنیا کو انصاف اور عدالت کے ملزم ٹھہرا رہا ہے،

وہ راستبازی سے ہر ایک کو اس کی حالت سے آگاہ کر رہا ہے،

وہ مہربانی سے گم گشتہ قوموں کو نامور بنا رہا ہے،

وہ شفقت سے گڈریوں کو تخت و تاج بخش رہا ہے،

وہ غلاموں کو ممالک کا فاتح بنا رہا ہے،

وہ غم زدوں کو حاجت روائی کے منصب پر پہنچا رہا ہے،

وہ اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان، غافلوں کو دل، اور مُردوں کو حیات عطا
کر رہا ہے،

کیا اس رسول، اس نبی، اس معلم، اس سراج منیر، اس داعی الی اللہ کی شان ابھی
تک ظاہر نہیں ہے،

کیا ایک محقق صرف اسی طرح کہہ سکتا ہے، کہ وہ صرف عرب کے نبی یا مصلح تھے،
کیا عرب اپنے محل وقوع کے اعتبار سے وسط عالم نہیں ہے؟
اور کیا دنیا کو حقیقی اعتدال کے موافق تعلیم دینے والے کا مقام اس وسط سے
بہتر موزوں کوئی اور بھی ہو سکتا ہے!

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اس کی تعلیم کے فیوض سے عیسائیت زیر بار احسان نہیں ہے،
کیا لوتھر نے اسلامی تعلیم سے استفادہ نہیں اٹھایا ہے، کیا یونی ٹیرین نے توحید کا سبق یہیں سے نہیں سیکھا ہے،
کیا ایمان اور عقل کے ملاپ کا قاعدہ اسی ہادی نے نہیں سکھلایا ہے،
کیا تمدن کا سبق رہبانیت کے خدائیوں کو اسی سرور عالم نے نہیں پڑھایا ہے؟
کیا دولتمندوں کے لئے آسمانی بادشاہت میں داخلہ کا ٹکٹ اسی سید نے عطا نہیں کیا ہے؟
کیا عورت و مرد کے برابر کے حقوق اسی محسن نوع انسان نے عطا نہیں کئے ہیں؟
اگر یہ تمام باتیں اہل نظر کے نزدیک مسلمہ ہیں، اور تاریخ دان اس کا انکار نہیں کر سکتے ہیں، تو مجھے تعجب ہے، کہ آپ جیسے باخبر سے یہ کیونکر پوشیدہ رہے،

جناب من! جب آپ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی عرب تسلیم کرتے ہیں، اور ان کی شریعت کو شریعتِ عرب بھی مان لیتے ہیں، تو یہ صاف ظاہر ہے، کہ آپ یہ بھی مانتے ہیں، کہ عرب کو فی الواقع ایک نبی اور ایک شریعت کی اس وقت میں بھی ضرورت تھی، جب کہ مسیح کی تعلیم کو دنیا میں ظاہر ہوئے چھ صدیاں ہو چکی تھیں، اچھا اس تسلیم ضرورت کے بعد مہربانی سے بتلا دیجئے، کہ دیگر ممالک کو ایک نبی اور ایک شریعت کی کیوں ضرورت نہ تھی؟

جس قدر زیادہ آپ اس پوائنٹ پر غور فرمائیں گے، اسی قدر زیادہ وضاحت سے آپ کو ثابت ہو جائے گا، کہ اسلام کو دنیا کی ضرورت کیا تھی!

جناب من! آپ کو تحقیق کرنے سے واضح ہو جائے گا، کہ تمام دنیا کے لئے واحد تعلیم کی ضرورت کا اقرار بھی صرف اسلام ہی نے کیا ہے، اور اس ضرورت کو پورا بھی اسلام ہی نے کیا ہے،

پادری صاحب! ابھی آپ کا تیسرا اور چوتھا سوال باقی رہ گیا ہے، جن میں آپ دریافت فرماتے ہیں، کہ حضرت مسیح علیہ السلام کس چیز کا نمونہ ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کا نمونہ ہیں،

میں ان دونوں سوالات کا جواب ایک ہی جگہ عرض کر دونگا، لیکن کیا مجھے خود جواب عرض کرنا چاہئے، یا کہ حضرت سیدنا مسیح اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بیان کر دیا ہے، اس کو لکھ دینا بہتر ہوگا،

میں تو سمجھتا ہوں، کہ سیدنا مسیح اور سیدنا محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مقدس اور اعلیٰ تر مدارج ایسے ہیں، کہ ہم اپنی عقل ناقص سے اور فہم نارسا سے نہیں سمجھ سکتے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے سن لیجئے! کہ حضرت مسیح اپنے سب سے آخری وعظ میں جو انہوں نے اپنی تعلیم کے سیکھنے والوں کے سامنے بیان فرمایا تھا، کیا فرمایا ہے:۔

۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں، کہ میں کہوں، پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے،
۱۳۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے، تو وہ تمہیں سچائی کی راہ بتائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا، سو کہیگا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا (انجیل یوحنا ۱۶ باب)

اب سُن لیجئے! کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب سے آخری وعظ میں جو انہوں نے اپنی تعلیم کے سیکھنے والوں کے سامنے (جن کی تعداد ایک لاکھ ۴۴ ہزار تھی) کیا کہا تھا، کون سے کلام الٰہی کی قرأت فرمائی تھی، وہ یہ ہے:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(ترجمہ) آج تمہارا دین کمال کو پہنچ گیا، آج اللہ کی نعمت تمام ہونے کے درجے کو پہنچ گئی آج خدا ظاہر فرماتا ہے، کہ اس کی رضامندی اسی امر میں ہے، کہ نوع انسان کا مذہب ہمیشہ کے لئے اسلام ہی ہو،

دیکھو دونوں مقدس دونوں برگزیدہ ربانی اپنی اپنی آواز میں کیا کیا کچھ فرما گئے ہیں، سیدنا مسیح نے ایک آنے والے، ایک سچائی کی راہ بتلانے والے کی بشارت ہم کو سنائی، اور نوع انسان کو ایک مسرت آمیز انتظار، ایک سراپا امید وعدہ میں چھوڑ کر الگ ہوئے، اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتظار کو ختم فرمایا، وہ بھرپور نعمتیں اور مکمل دین ہمارے سپرد کرتے گئے، اور ابدی رضامندی الٰہی کے مژدہ سے فانی انسان کو حیات باقی عطا فرماتے ہوئے دنیا سے سدھار گئے، دونوں سچے تھے، ایک بشارت لایا اور دوسرا بشارت کو ہمارے سپرد کر گیا، اب کسی زید و خالد کا انکار ان پاک انبیاء کے پاک کلام پر کوئی وقعت نہیں رکھتا، بہت سے جلد باز حضرت مسیح کے مندرجہ بالا ارشاد کو روح القدس کے آنے سے منسوب کیا کرتے ہیں، لیکن روح القدس کب حواریوں کے ساتھ نہ تھا، یا کب مسیح کے ساتھ نہ تھا، جس کے آئندہ آنے کی وہ خبر دیتے،

میرے دوستو! یہاں تو روح حق کی خبر دی گئی ہے، روح القدس کی نہیں، دونوں کے مفہوم میں بھاری تفاوت ہے، دونوں کے کام اپنی اپنی خصوصیتیں اپنے اندر لئے ہوئے ہیں، روح القدس حواریوں کے سروں پر پینتی کسٹ والے دن اُترا تھا، تو سب حواری سرشار مسرت بن گئے تھے، اور مختلف بولیاں بولنے لگے تھے، جنہیں دیکھ کر بے خبر لوگ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھے، کہ انہوں نے شراب پی رکھی ہے،

اس روح حق نے اس سچائی کو مکمل کرنا تھا، جس کا آغاز حضرت مسیح فرما چکے تھے، اس نے سنے ہوئے کو جوں کا توں ادا کرنا تھا، اس نے علوم غیب کے دروازوں کو کھول دینا اور خشک میدانوں میں علم کے دریا بہا دینے تھے، اس نے مسیح کی عظمت کو جانشین و دل گزین بنانا تھا، اب دیکھو اور خوب غور سے دیکھو، کہ سیدنا محمد النبی الامی صلعم کے سوا اور کس نے ان کاموں کو پورا کیا، کس نے ابتدائے عالم سے لیکر تا ایں دم دعوئی تکمیل کا اعلان کیا ہے، اتمام نعمت الٰہیہ کا شاہی فرمان پڑھ کر سنایا ہے، کون خوشنودی ایزدی کو ابدالآباد کے لئے اپنے ہی طریقوں کے اندر محصور کر گیا، آپ کی نظر انبیاء بنی اسرائیل تک ہی جائے گی، مگر میں یہ کہوں گا کہ نہیں، طبقہ عالم کے دیگر بزرگان ملت اور مقدسان قوم کو بھی شامل کر لیجئے، یہ جامعیت کا تاج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرق مبارک ہی پر نور بخش عالم و عالمیان نظر آئے گا اور بس،

جناب من! آپ نے مہربانی سے استثنا، ۱۸/۱۵ کا مصداق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کر لیا ہے، اور اس سے آپ کی صداقت طلبی بالکل آشکار ہے،

بیشک آپ نے اس مقام کو راستبازی سے پڑھا، اور روح القدس کی مدد حاصل کی،

جناب پادری صاحب آپ کو معلوم ہے، کہ اعمال میں بھی اس مقام کا کوٹیشن (اقتباس) کیا ہے، اور اعمال نے ۲۲/۳ کے الفاظ کو تحریر کیا ہے، چونکہ ان الفاظ کو دوہری سند حاصل ہو گئی، اس لئے میں ان کو ذیل میں درج کرتا ہوں، لیکن اس وہم سے کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ۱۸/۱۵ اور ۱۸/۱۸ کے مصداق دو جداگانہ شخص ہیں، میں پورے درس نقل کر دیتا ہوں، استثنا، ۱۸ باب،

درس ۔ ۱۵ ۔ خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کریگا، تم اس کی طرف کان دھریو،

درس ۔ ۱۶ ۔ اس سب کی مانند جو تو نے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن مانگا، اور کہا، کہ ایسا نہ ہو، کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں، اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں، تاکہ میں مر نہ جاؤں،

درس ۔ ۱۷ ۔ اور خداوند نے مجھے کہا، کہ انہوں نے جو کچھ کہا، سو اچھا کہا،

درس ۔ ۱۸ ۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ اسے میں فرماؤں گا، وہ سب ان سے کہے گا،

درس ۔ ۱۹ ۔ اور ایسا ہوگا، کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکر کہے گا، نہ سنے گا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا،

مجھے آج تک کسی عالم مسیحی یا یہودی کی طرف سے یہ معلوم نہیں ہوا، کہ ۱۸/۱۵ کا مصداق الگ شخص ہے، اور ۱۸/۱۸ کا الگ، اس لئے مجھے آپ کے انصاف اور صداقت سے یہ بھی توقع ہے، کہ ۱۸/۱۸ میں جو اس کی خاص بات یہ بتلائی گئی ہے، کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا"، اس آیت پر آپ پورا پورا غور فرمائیں گے، اور قرآن مجید (کلام اللہ) پہ تدبر کرنا شروع کر دینگے، نیز آیت ۱۹ میں رب الافواج نے جو تہدید فرمائی ہے، اس سے بچنے کی کوشش پوری پوری کی جاوے گی، لیکن بفرض محال اگر میں خیال کر لوں کہ آپ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ۱۸/۱۵ استثنار، کا مصداق مانا ہے، اور ۱۸/۱۸ کا نہیں تب بھی کوئی ضعف میری دلیل پہ نہیں آتا، مہربانی سے آیت ۱۵ کے الفاظ "تم اس کی طرف کان دھریو" پر غور کیجئے، یہ لفظ اس خدا کے ہیں، جو زمین و آسمان کا مالک ہے، جس کے سامنے موسیٰ اور مسیح اور ابراہام و نوح سب کے سب سجدہ کرتے تھے، اس رب الافواج کا حکم تمام بنی اسرائیل کو یہ تھا، کہ اس کی طرف کان دھریں،

اب آپ براہ نوازش فرما دیں، کہ اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کی بابت کیا کوئی عذر کسی شخص کے پاس موجود ہو سکتا ہے، نہیں ہرگز نہیں،

اب میں اپنے خط کو ختم کرتا ہوں، کیونکہ میں آپ کے سوالات پر غالباً اتنا کچھ لکھ سکا ہوں، جو آپ جیسے دقیقہ رس اور رمز شناس کے غور و فہم کے لئے بالکل کافی ہے،

اور ہاں جناب اگر جناب اس بارہ میں مکرر کچھ تحریر فرمائینگے، تو میں خوشی سے اس کا مطالعہ کروں گا، اور جو کچھ میری سمجھ میں آئے گا، پھر دوبارہ گذارش کر دونگا،

اللہ تعالیٰ آپ کی تحقیق و تدقیق کا نیک پھل آپ کو عطا فرمائے،

محمد سلیمان عفی عنہ

(۲۷ ستمبر ۱۹۱۴ء مقام پٹیالہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

چوتھا خط

یہ خط ایک احمدی (مرزائی) کے جواب میں لکھا گیا ہے، جو اکثر آپ سے استفسار کرتا رہتا تھا، اس کا نام مرزا عبداللہ بیگ تھا، افسوس کہ ہمیں اس سلسلہ میں آپ کا صرف ایک ہی خط مل سکا، دوسرے خطوط مکتوب الیہ نے نہیں دیئے، خادم

جناب من! آپ کا خط مورخہ ۲۸ر اپریل ۱۹۱۷ء مجھے ملا، آپ نے مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے ایلیا کے قصہ کا حوالہ دیا ہے، یہ حوالہ خود مرزا صاحب نے بھی اپنی کتابوں میں دیا ہے، اب میں ظاہر کروں گا، کہ کیوں یہ نظیر ہمارے معتقدات پر پورے طور پر چسپاں نہیں ہوتی،

اول:۔ آپ نے اور آپ کے استاد مرزا غلام احمد صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے، کہ یہودی بھی ایلیا کی آمد کے اسی طرح منتظر تھے، جس طرح مسلمان حضرت مسیح کی آمد کے منتظر ہیں، یعنی یہودیوں کا اعتقاد تھا، کہ وہ آسمان سے زندہ نازل ہونگے،

اس دعویٰ کے ثبوت میں آپ نے اور آپ کے استاد مرزا غلام احمد صاحب نے یہودیوں کی کسی کتاب کا یا انجیل کے کسی فقرہ کا حوالہ نہیں دیا، اور جب تک آپ یہ ثابت نہ کر دیں، اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا، کہ ایلیا کا قصہ کچھ بھی شباہت مسلمانوں کے اعتقاد سے رکھتا ہے،

دوم:۔ انجیل میں یہ ضرور ملتا ہے، کہ حضرت مسیح نے یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو آنیوالا ایلیا بتلایا تھا، لیکن اسی انجیل میں یہ بھی ملتا ہے، کہ جب یحییٰ نبی سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے ایلیا ہونے سے انکار کیا ہے،

اب آپ براہ مہربانی غور کریں، کہ مسیح جو یوحنا کا شاگرد ہے، وہ اپنے استاد کی نسبت کچھ کہتا ہے، اور استاد اس سے انکار کرتا ہے، ایسی حالت میں آپ کیا فیصلہ کرینگے،

اگر آپ اس کا فیصلہ اسلامی اعتقاد سے کرنا چاہیں گے، تو یہ ہوگا، کہ مسیح اور یحییٰ دونوں خدا کے برگزیدہ اور رسول ہیں، دونوں سچے ہیں، ناممکن ہے، کہ ایک نبی کے قول کو دوسرا نبی جھٹلا دے، یا ایک نبی دوسرے کو جھوٹا ٹھہرا دے، اس لیے ہم کہیں گے، کہ اس تناقض اور تضاد کے ذمہ دار انجیل کے لکھنے والے ہیں، اور اس مقام پر ضرور تحریف ہے

اگر آپ اس کا فیصلہ ایک آزاد شخص کی طرح کرنا چاہیں، تو ظاہر ہے، کہ یوحنا جو کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابت بیان کرتا ہے، وہ زیادہ صحیح ہونا چاہیئے، بہ نسبت اس کے کہ کوئی دوسرا اس کی با
بیان کرتا ہو، میں اس جگہ آپ کی توجہ حکیم نورالدین صاحب کی کتاب "فصل الخطاب لم
اہل الکتاب" پر دلانا چاہتا ہوں، انہوں نے اس قصہ پر عیسائیوں کی ہنسی اڑائی ہے
یوحنا ہی کو ایلیا سمجھنا بالکل آواگون کا مسئلہ تبلایا ہے،

کیا آپ مہربانی سے مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کے اس با ہمی
اختلاف پر بھی کوئی روشنی ڈالیں گے، اور بتلا سکیں گے کہ جب حضرت مسیح کے
زمانہ میں اس نظیر کو یوحنا نے تسلیم نہیں کیا، اور ہمارے زمانہ میں حکیم نورالدین صاحب
نے اسے نہیں مانا، تو اب عبداللہ بیگ کا کیا حق ہے، کہ اسی کو پیش کرے، اور ایسی
مجروح نظیر کے بھروسہ پر مرزا غلام احمد صاحب کو آنے والا مسیح قرار دے، سو چو
غور کرو، کہ یہ کوئی پیچیدہ امر نہیں ہے،

سوم :- آپ نے لکھا ہے، کہ جن احادیث میں پیشگوئیاں ہیں، یہ ضروری نہیں،
وہ لفظاً لفظاً پوری ہوں،

ہاں صاحب! آپ کے استاد بھی اسی طرح کہا کرتے تھے، لیکن آپ نے اس خط میں یہ
درج کیا ہے، "جس قدر نشانات آنے والے کی نسبت احادیث میں درج تھے، مثلاً
سورج اور چاند کا رمضان کے مہینے میں گہن لگنا، اور حج بیت اللہ کا روکا جانا، ملک میں
طاعون کا پھیلنا، اونٹوں کا بیکار ہونا، کسر صلیب کا ہونا، وغیرہ وغیرہ سب نشان
جیساکہ درج تھے، ظہور میں آ چکے،

عبداللہ بیگ صاحب! اپنے خط کی ان دونوں عبارتوں کو دیکھو، پہلے تو بتلاتے
کہ پیشگوئیوں کا لفظاً لفظاً پورا ہونا ضروری نہیں، اور پھر جب آپ نشانات شما
کرنے لگے، تو سب کا لفظاً لفظاً پورے ہونا لکھ دیا، یہ تناقض کیوں ہے،

عزیز من! اس میں آپ کا کیا قصور ہے، یہ اسی تعلیم کی خامی ہے، جو مرزا غلا
صاحب دیتے تھے، احادیث کے متعلق ان کا طریق یہی رہا ہے، کہ جس بات کو
اپنے متعلق لفظاً لفظاً پورا ہونا ثابت کر سکتے تھے، اُسے جھٹ اپنی بابت لگا
دیتے تھے، اور جسے اپنی ذات پر منطبق نہ کر سکتے تھے، اس کی بابت شاگردوں
یوں تسلی کر دیتے تھے، اس کی پوری کیفیت آپ کو ازالۃ الاوہام سے مل سکتی ہے
انہوں نے صحیح مسلم کی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے، ایک جگہ
کہتے ہیں، کہ حکیم نورالدین صاحب نے مجھ سے کہا، کہ خدا تعالیٰ سے دعا کر
چاہیئے، کہ اس حدیث کے مطالب کو ہم پر کھول دے، مرزا صاحب نے دعا کی،
خدا نے تبلا دیا، کہ مسیح کا زرد کپڑے پہن کر اترنا یہ معنی رکھتا ہے، کہ وہ دائم المرض

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر اترنا یہ معنی رکھتا ہے، کہ علوم نقلی وعقلی اُس کے ہاتھوں کے نیچے ہونگے، ان مثالوں میں جہاں تک مرزا صاحب اُسے اپنی ذات پر تطبیق دے سکے، خدا کا الہام بھی حدیث کا مؤید رہا، لیکن جب اسی حدیث کے اس حصہ پر پہنچے، جو دجال کے ساحرانہ افعال کی بابت ہے، وہاں لکھدیا، کہ اس حدیث کے مضمون عقل اور سراج اور توحید کے خلاف ہیں، عبد اللہ بیگ صاحب! دیکھا کہ ایک حدیث کے متعلق کیونکر رنگ بدلے جاتے ہیں،

آپ نے استعارہ کا لفظ سن لیا ہے، لیکن آپ کو استعارہ، مستعار لہٗ، مستعار منہ، وجہ استعارہ، کی تعریفیں بھی معلوم نہیں ہیں، اگر آپ کو استعارہ کے متعلق تمام علمی باتیں معلوم ہوں، تو آپ یہ کبھی نہ کہہ سکتے، جیسا اب کہا ہے، بھلا یہ تو فرمائیے، کہ اگر حدیثوں میں صاف طور پر یہ درج ہوتا، کہ مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ساکن قادیان۔ ضلع گورداسپور ملک پنجاب کا ظہور ہوگا،

اور پھر کوئی شخص مرزا صاحب کا انکار کرتا، اور کہتا کہ نہیں، پیشگوئی میں استعارہ ہے، تو اس وقت آپ کیا فرماتے، کیا اس شخص پر کفر حقیقی کا فتویٰ نہ لگا دیا جاتا،

اب سنیئے، کہ احادیث میں بجائے لفظ مرزا کے لفظ مسیح موجود ہے، اور بجائے غلام احمد کے اسم مبارک عیسےٰ موجود ہے، اور بجائے ولد مرزا غلام مرتضےٰ کے ابن مریم موجود ہے، قادیان گورداسپور پنجاب کی جگہ بیت المقدس، دمشق اور شام کے الفاظ موجود ہیں، ذرا بتلاؤ، کہ اسماء حقیقی استعارہ کیونکر بن گئے۔

اب مَیں ان نشانات کا ذکر کروں گا، جن کو آپ نے درج رقعہ کیا ہے:۔

سورج چاند کا گہن، حج کا رو کا جانا، طاعون، اونٹوں کا بیکار ہونا، کسر صلیب،

اگر ان سب نشانات کو تسلیم کر لیا جاوے، کہ مرزا صاحب کے وقت میں پورے ہو گئے تھے، تو بھی اس سے اس زمانہ کی علامات پوری نہیں ہوتی ہیں، لیکن شخص خاص کی علامت ممیزہ تو ان نشانات میں ایک بھی نہیں، لیکن مَیں آپ کو بتلاؤں گا، کہ یہ نشانات بھی پورے نہیں ہوئے،

الف:۔ سورج۔ چاند کا رمضان میں گہن لگنا" اس کا ذکر امام باقر علیہ السلام کے ارشاد میں ہے، گو یہ حدیث نہیں ہے، اور اگرچہ جو راوی اسے امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، وہ رجال صحیح نہیں ہیں، لیکن ان تمام علمی بحثوں کو چھوڑ کر آپ الفاظ اثر مذکورہ پر غور فرمادیں،

امام باقر صاحب فرماتے ہیں، ان لمھدینا آیتین اس عبارت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا یہ معلوم ہوتا ہے، کہ امام باقر کے نزدیک مہدی موعود ان کی نسل کا شخص ہوگا، یا یہ معلوم ہوتا ہے، کہ وہ چغتائیہ خاندان کا ہوگا،

مجھے معلوم ہے، کہ مرزا صاحب نے اس کا مصداق بننے کے لئے ایک جگہ یہ بھی دعویٰ کیا ہے، کہ ان کے نسب میں ان کی ایک دادی بھی سیدزادی تھی، لیکن اس سعی سے کیا حاصل ہے؟ کیا وہ اس طرح پر دودمان باقر علیہ السلام سے بھی بن جاویں گے۔

اب اس سے آگے غور کیجئے، حدیث میں ہے، کہ اول رمضان کو خسوف ہوگا اور وسط رمضان کو کسوف ہوگا، لیکن مرزا صاحب پھر اس کی تاویل کرتے ہیں، کہ علم نجوم سے ایسا ہونا ناممکن ہے، اس لئے الفاظ حدیث پر احکام نجوم کو تقدم دینا چاہیئے اور اس کے معنی یہ ہونگے، کہ عادۃً جن تاریخوں میں خسوف ہوتا ہے، اور عادۃً جن تاریخوں میں کسوف ہوتا ہے، ان تاریخوں کا اول و وسط شمار کر لیا جاوے،

مرزا صاحب نے یہ تاویل تو بڑی گہری نکالی تھی، مگر حدیث کے اگلے الفاظ اسے بھی چلنے نہیں دیتے، ان میں یہ ہے، کہ ایسا واقعہ کبھی بھی جب سے زمین و آسمان ہوئے ہیں، ظہور پذیر نہ ہوا ہوگا،

عبداللہ بیگ صاحب! اگر پیشگوئی نے زیر احکام نجوم ہی ظاہر ہونا تھا، تو امام باقرؓ منذ خلق السمٰوٰت والارض کی تقیید کیوں کرتے،

جس طرح پر خسوف و کسوف ایک ہی ماہ رمضان کے اندر مرزا صاحب کی حیات میں ہوا، نہ ایک دفعہ، بلکہ دو دفعہ، ایسے خسوف و کسوف تو عالمان علم نجوم کے نزدیک پچاسوں دفعہ پہلے ہو چکے ہیں، اور پچاسوں دفعہ آئندہ ہونے کی تاریخ معین کی جا سکتی ہے، کیا آپ اور مرزا صاحب اب بھی علم نجوم کا حکم تسلیم کرینگے ہم آپ کو وہ قاعدہ علمی بتلا سکتے ہیں، جس سے گزشتہ خسوف و کسوف، یا آنے والے خسوف و کسوف کا حال آپ معلوم کر سکیں۔ اس تمام توضیح کے بعد آپ کو غور کرنے سے معلوم ہو جاوے گا، کہ الفاظ محولہ حدیث ہرگز ہرگز مرزا صاحب کے زمانہ میں پورے نہیں ہوئے،

ب :۔ حج بیت اللہ کا رک جانا :۔ شاید آپ کے نزدیک مسلمات میں سے ہو، اس لئے کہ جناب مرزا صاحب نے حج نہ کیا تھا، لیکن کیا صاحبزادہ محمود حج نہیں کر کے آئے، پھر رک جانا کیا معنی رکھتا ہے، کونسا سال ایسا گزرا، جس سال حاجی حج کو دنیا کے کسی ملک سے نہ جا سکے تھے، رک جانا تو یہ معنی رکھتا ہے، کہ اس ملک کا کوئی باشندہ جا ہی نہ سکا ہو،

ج :۔ طاعون، بیشک طاعون کو مرزا صاحب نے آیت بتلایا تھا، اور بڑے دعوی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہا تھا، کہ طاعون اس لئے آیا ہے، کہ خدا قادیان کو محفوظ رکھ کر دنیا کو تبلا دے، کہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے، لیکن وہ طاعون قادیان میں پہنچا، اور بڑے دعوے کرنے والے کو سر نیچا کرنا پڑا، خود بھی گھر بار کو چھوڑ کر باہر بھاگے تھے، اب آپ تبلائیے، کہ یہ نشان مرزا صاحب کو سچا کرنے کے لئے آیا تھا، یا جھوٹا ثابت کرنے کے لئے؟

د:۔ اونٹوں کا بیکار ہونا:۔ اس سے مراد آپ کی وہ تاویل ہے، جو آیت وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ کی مرزا صاحب نے کی ہے، مگر اس ملک، اس شہر، اس گاؤں کا نام تو بتا دیجئے، جہاں اونٹ بیکار بھیجے جاتے ہوں، یا بیکار رکھے گئے ہوں، اگر آپ نہ تبلا سکیں، تو پھر تخیلات کو مشاہدہ پر کیوں ترجیح دی جاتی ہے، اور مسلمات کا کیوں انکار کیا جاتا ہے،

بانگر، باگڑ جنگل، تھل وغیرہ ملک کے وہ بڑے بڑے قطعات ہیں؛ جہاں اونٹوں کی قیمت پہلے سے بھی دوچند زیادہ ہو گئی ہے،

عرب، نجد، شام، یمن، حضرموت، الاحساء، عراق، دیار بکر، مصر، طرابلس، افریقہ وغیرہ جیسیوں ممالک ہیں، جہاں اونٹ کے بغیر انسان کی زندگی بھی دشوار ہو جاتی ہے، کیا ان لاکھوں کوس کے رقبہ پر کروڑوں انسانوں کی زندگی کے آرام و آسائش کا منحصر ہونا اب تک آپ کو نہ سمجھا سکا، کہ اس آیت کی اس تاویل کا (بشرطیکہ یہی تاویل صحیح بھی مان لی جائے) زمانہ ابھی نہیں آیا،

ک:۔ آپ کہتے ہیں، کہ کسر صلیب ہو چکا، ہاں صاحب: مہربانی سے تبلائیے، کہ کس طرح، کیا یوروپین سلطنتوں کا راج دنیا پر سے اٹھ گیا؟

کیا تمام اسلامی سلطنتیں جو نابود ہو چکی تھیں، قائم ہو چکی ہیں؟

اگر ان کا جواب نفی میں ہے، تو کیا یہ صحیح نہیں ہے، کہ مرزا صاحب کے ظہور کے وقت سے جیسیوں ممالک، اسلامی آج تک صلیب کے نیچے جا چکے ہیں،

کیا سرویا، بلگیریا، مانٹی منگرو، اور رومانیہ کی سلطنتیں اسلامی علاقہ پر مرزا صاحب کی زندگی میں ہی قائم نہیں ہوئی تھیں،

کیا عہد نامہ برلن مرزا صاحب کی زندگی ہی میں نہ ہوا تھا،

کیا ارض باطوم وغیرہ روس کے تحت مرزا صاحب کی آنکھوں کے سامنے ہی نہیں ہوئے تھے۔

کیا بوسنیا و ہرزگوینا کے علاقہ جو پنجاب اور یوپی کے برابر ہیں، مرزا صاحب کے سامنے ہی اسلامی سلطنت سے نکل کر صلیب کے تحت میں نہیں چلے گئے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا بلقان کی لڑائی مرزا صاحب کے خلیفہ کے وقت میں نہیں ہوئی،
کیا مشہد میں روضہ امام ہمام پر اسی خلیفہ کے عہد میں گولہ باری نہیں کی گئی،
کیا ایران کی قوت و صولت کا خاتمہ روس نے اسی خلیفہ کے سامنے نہیں کیا
کیا حکیم نورالدین کے سامنے ہی کریٹ وغیرہ جزائر سے مسلمان باہر نہیں نکالے گئے؛

کیا ہزاروں مساجد پر بلقان کی عیسائی حکومتوں نے صلیب کو بلند نہیں کیا،
کیا ہزاروں مسلمانوں کو جبر اور سختی سے بلگیریا و یونان اور مانٹی نگرو و سرویا میں عیسائی نہیں بنایا گیا،
کیا ان کے کپڑوں، ان کے گھروں، ان کی پیشانیوں پر صلیب نہیں بنائی گئی،
کیا جبر اور سختی سے اُن کے اسلامی نام تبدیل نہیں کئے گئے،
یہ ایسے واقعات ہیں، جن سے منصف عیسائی بھی چلا اُٹھے ہیں، اور جن کی شہادت انگلستان کے باشندوں نے ادا کی ہے،
تو کیا آپ کے نزدیک اور آپ کے استاد کے نزدیک اسی کا نام کسر صلیب ہے،
لیکن اگر آپ کہیں، کہ کسر صلیب کے متعلق علمی دلائل بیان کئے گئے، تو جناب من! یہ تو ہم اسو برس سے ہو چکا ہے، کیا مرزا صاحب نے ایک بھی نئی دلیل کسر صلیب کی ایسی بیان کی ہے، جو پہلے سے بیان شدہ نہ تھی، اگر کچھ معلومات ہیں، تو مہربانی سے بیان کر دیجئے،
آپ لکھتے ہیں، کہ منہاج نبوت پر غور کرنا چاہیئے، اس کے یہ معنی ہیں، کہ پہلے تو مرزا صاحب کو نبی مان لو، اور پھر ان کی صداقت یا عدم صداقت پر غور کرو،
جناب من! یہ تو دیسا تحکم محض ہے، جیسے پادری کہا کرتے ہیں، کہ تثلیث کا مسئلہ خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مگر اس پر ایمان لانا چاہیئے،
اچھا منہاج نبوت پر یہ تو فرما دیجئے، کہ نبی جھوٹ بھی بولا کرتا ہے، مرزا صاحب ایک جگہ کہتے ہیں :-

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم ستم و ز خداوند منذرم

دوسری جگہ کہتے ہیں :-

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبے باشد!

کیوں جناب! مرزا صاحب کہتے ہیں، کہ امام بھی وہی ہیں، محمد بھی وہی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہدی بھی وہی ہیں ، حارث حراث بھی وہی ہیں ، مسیح بھی وہی ہیں ، ابن مریم بھی وہی ہیں ، مریم بھی وہی ہیں ، محمدؐ بھی وہی ہیں ، احمد بھی وہی ہیں وغیرہ وغیرہ

منہاج نبوت سے آپ ہی اس کی کوئی نظیر بیان کر دیجئے ،

آپ کہتے ہیں ، چار لاکھ آدمی اُس کے تابع ہیں ، اور مرزا صاحب کا الہام یہ ہے ، کہ دنیا میں ایک نذیر آیا ، پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا ، فرمایئے یہ چار لاکھ کہاں سے آگئے

منہاج نبوت تو یہ ہے ، جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ، وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ اشارہ ۱۸ انبیوں کی جانب ہے ، کہ اگر وہ بھی شرک کرتے ، تو اُن کے عمل حبط کئے جاتے ،

آپ دیکھیں ، کہ مرزا صاحب کے کلام میں ایک تثلیث مقدس ہے ، اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ بھی ہے ، اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِیْ بھی ہے ، مرزا صاحب کا اپنے مکاشفہ میں زمین و آسمان کا خالق بن جانا بھی ہے توضیح المرام میں مرزا صاحب اور مسیح کو بطور استعارہ ابن اللہ کہنے کا جواز بھی ہے ،

ہاں منہاج نبوت پر ان شعروں کا بھی موازنہ کرو ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ٭ اس سے بہتر غلام احمد ہے

کیا انبیاء کی زبان یہی ہوتی ہے ، دوسرا شعر بھی منہاج نبوت پر اہل ایمان کے لئے قابل غور ہے ؎

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ٭ عیسیٰ کجاست تابنہد پا بمنبرم

کبھی اپنے کو مسیح کہنا کبھی مسیح کو بھی دھتکار دینا ، سبحان اللہ منہاج نبوت میں بہت ہی موزوں ہوگا

ہاں منہاج نبوت پر سلاطین روم کے قصہ کو دیکھئے ، تورات نے بتلایا ، کہ چار سو بتوں کے پوجاری انبیاء اللہ کے ہاتھ پر ہلاک ہوئے ، مرزا صاحب بتلاتے ہیں ، نہیں ، وہ خدا کے ہی نبی تھے ، اور میرا الہام ان سے بھی بڑھ کر سچا ہے ، خدا کی کتاب جن کو بت پرست اور بتوں کا پوجاری بتلاتی ہے ، اُن کو انبیاء اللہ کہنا مرزا صاحب ہی کی جرأت ہے ،

عزیز من ! مجھے گندہ زبانی کا الزام دیتے ہو ، مرزا صاحب کی تصنیفات میں وہ مقام بھی پڑھا ہے ، جو گالیوں کے جواز میں انہوں نے لکھا ہے ، اور یہ بھی لکھ دیا ہے ، کہ قرآن میں بھی گالیاں ہیں ، اگر نہیں پڑھا ، تو خلیفۂ وقت سے اس مضمون کی بابت ہاں یا نہیں تو سن لو ، اچھا منہاج نبوت پر مرزا صاحب کے الہام "اِنَّا زَوَّجْنٰكَهَا" کو بھی پیش کرو ،

یہاں تو مرزا صاحب نے قصہ وہ لیا ہے ، جو رسول خدا کی زندگی مبارک میں گزرا تھا یہ الفاظ بھی قرآن پاک کے لئے ہیں ، ذرا بتلایئے ، کہ اس کا ظہور کیا ہوا ، یہ تو ظاہر تھا ،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ عورت مرزا صاحب ہی کی زوجہ تھی، کیونکہ خدا نے نکاح باندھ دیا تھا، اب جو شخص مرزا صاحب کی تمام زندگی میں اُن کی آنکھوں کے سامنے مرزا صاحب کی زوجہ کو خود دبائے رہا، کبھی مرزا صاحب نے اس کے خلاف کسی عدالت میں نالش زیر دفعہ ۴۹۷ یعنی زنا بازوجہ کی یا نالش زیر دفعہ ۴۹۸ فرار زوجہ بھی دائر کی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں، کہ قاضی جن کا نکاح باندھ دے، ایسی عورت پر غیرت والے ایسے حالات میں ضرور ایسی نالشیں کیا کرتے ہیں، اچھا اگر کوئی بس یا قابو مرزا صاحب کا نہیں چلتا تھا، تو یہ تو کر سکتے تھے، کہ اس زوجہ کو طلاق ہی دیدیتے، تاکہ یہ تو نہ ہوتا، کہ اپنی آنکھوں سے اپنی زوجہ کو رقیب کے آغوش میں دیکھا کرتے، اور بدترین لقب ...... شرعی کا اطلاق اُن پر ہوتا،

منہاج نبوت پر اگر آزمائش کرنی ہے، تو ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قصہ یاد رکھو، جب کفار قریش نے تبلیغ قرآن سے آپ کو روکا، ورنہ قتل کئے جانے کا ارادہ ظاہر کیا، جسے سن کر ابو طالب جیسا بہادر خیر خواہ بھی سٹ پٹا گیا، لیکن آنحضرت نے نہایت استقلال سے فرما دیا، کہ جان کی پرواہ نہیں ہے، مگر قرآن کو میں چھپا نہیں سکتا ہوں، دوسری طرف ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر کے سامنے مرزا صاحب کا ایک ہزار کا مچلکہ، کہ وہ دینا کو وہ کسی شخص کے خلاف مندالہام شائع نہیں کریں گے، اسی طرح منہاج نبوت پر سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، اے عزیزو! حب فی اللہ اور بغض للہ رکھنا ایمان کے دو پر ہیں، دشمنان دین کے ساتھ بغض رکھنا ضروری ہے، اور خادمان دین کے ساتھ محبت رکھنا ضروری ہے،

نجات صرف سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے،

جھوٹے مسیح پہلے بھی بہت ہو چکے اور آیندہ بھی بہت ہونگے، مرزا صاحب کے عہد میں بھی ایک مسیح موجود تھا، مرزا صاحب اُسے جھوٹا کہتے تھے، وہ مرزا صاحب کو جھوٹا کہتا تھا، اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے کلام پاک میں اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فرما چکا ہے، اب ہم کو نہ مرزا صاحب کی ضرورت ہے، نہ حکیم صاحب کی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو، اسی میں فوز کریم ہے، اسی میں نجات عظیم ہے، اسی میں فلاح روح ہے، اور اسی میں رضاء خداوندی، باقی سب شیطانی راہ ہیں، اللہ سے پناہ مانگو، اور مسلمان ہو کر مرنے کی سعی کرو،

در خانہ اگر کس است + یک حرف بس است

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتواں خط

مکرم بندہ مولوی عبدالحق حقانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کے رسالہ پیام اسلام بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء
میں مسلمانانِ لندن کا استفتاء چھپا ہے، جواب کی مجھ سے بھی امید کی گئی ہے
سوالات یہ ہیں:۔

۱۔ کیا مسلمان عیسائی دوکانداروں سے غیر مذبوحہ گوشت لے کر کھایا کریں،
جب کہ اُن دوکانوں پر لحم خنزیر بھی فروخت ہوتا ہے؟

۲۔ کیا یہودیوں کا ذبیحہ کھایا کریں، جو قیمت میں بہت گراں ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ کیا عیسائی دوکانداروں سے مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت خرید لیا کریں، جب کہ شبہ یہ ہے، کہ وہ انہی دوکانداروں سے غیر ذبح گوشت یا لحم خنزیر بھی کھاتے ہیں؟

۴۔ باوجود انتہائی گرانی کے مرغی ہی خود ذبح کر کے کھائیں؟

۵۔ گوشت ترک کر دیں، اور سبزیاں کھایا کریں، حالانکہ ملک سرد ہے اور سبزیاں بھی سستی نہیں؟

سوال نمبر ۴۔ ۵ کو نظر انداز کر دینا چاہیئے،

سوال نمبر ۱۔ ۲ و ۳ کا جواب ذیل میں ہے:۔

۱۔ اہل کتاب کا ذبیحہ جس آیت کی رُو سے حلال ہے، وہ سورہ مائدہ کی یہ آیت ہے:۔

وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ

اس آیت کے اوپر کلام ربانی یہ ہے:۔

قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ ۔۔۔ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۔۔۔ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ

آیت بالا میں تین قسم کے ذبائح کو حلال کہا گیا ہے:۔

(۱) الطّیّبات جس کی تفسیر مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے،

(۲) اسدھائے ہوئے شکاری کتوں کے شکار کا گوشت جس کے ساتھ بسم اللہ کی صراحت موجود ہو،

(۳) اہل کتاب،

جو اصول کہ ان تینوں پر حاوی ہوتا ہے، وہ سورہ انعام کی یہ آیت ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ

اب ہر سہ اقسام پر یہ اصول حاوی رہے گا، کہ جس پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو، وہ ہم کو نہیں کھانا چاہیئے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ انعام کی تفسیر میں فرمایا ہے، کہ اگر مسلمان بسم اللہ کا کہنا بھول جائے، تب وہ ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے، لیکن اگر وہ عمداً ترک کرے، تب مسلمان کا ذبیحہ بھی نہ کھانا چاہیئے، اب سورۂ مائدہ کی آیت اور سورۂ انعام کی آیت یعنی دونوں کو باہم ملانے سے نتیجہ یہ نکلا، کہ مسلمان اور شکاری کتوں اور یہود و نصاریٰ کے ذبائح کو کھا لینا چاہیئے جب

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو، ورنہ نہیں۔

نتیجہ یہ ہے، کہ زمانہ حال کے عیسائیوں کا غیر مذبوحہ گوشت آیت سورۃ انعام کی وجہ سے ممنوع ہے، استفتاء میں سوال یہ نہیں ہے، کہ اگر صرف عیسائیوں کا غیر مذبوحہ گوشت ہے، تب کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے، بلکہ یہودیوں کے گرانی گوشت اور عیسائیوں کے ارزانی گوشت کا تقابل ہے، یہ صاف ظاہر ہے، کہ یہودیوں کا ذبیحہ اسم الٰہی کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور عیسائیوں کا نہیں، گرانی اور ارزانی کا سوال طے کرنے کے لئے اول یہ غور کرو، کہ جو برادران اسلام اس وقت انگلستان میں مقیم ہیں، وہ ہندوستان یا دیگر شرقی ممالک کے معاملہ میں دیگر اشیاء کی گرانی کو بھی کس طرح برداشت کرتے ہیں، پھر کیوں نہ اُن سے امید کی جائے، کہ وہ دیگر اشیاء کی گرانی کی طرح اس پاک ذبیحہ کے گوشت کی گرانی بھی برداشت کر لیا کریں گے، ہم کو یہودیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے، جنہوں نے نصاریٰ سے الگ ہو کر اپنی دکانیں کھول لی ہیں، اور ارکان مذہبی کے مقابلہ میں گرانی کی پرواہ نہیں کی، مجھے امید ہے، کہ جب مسلمان بھی ذبائح یہود کے خریدار بن جائیں گے، تو موجودہ گرانی کم ہو جائے گی، کیونکہ جس چیز کی زیادہ مانگ ہوتی ہے، وہ ارزاں ہو جایا کرتی ہے۔

اب سوال نمبر ۳ کے متعلق بھی کچھ بیان کیا جاتا ہے، صحیح مسلمؒ و صحیح بخاریؒ میں ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، "انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ ہم لوگ اہل کتاب کے ملک میں رہتے ہیں، کیا ہم اُن کے برتنوں میں کھا لیا کریں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما ذکرت من اٰنیۃ اھل الکتٰب فان وجدتم غیرھا فلا تأکلوا فیھا وان لم تجدوا غیرھا فاغسلوھا وکلوا فیھا

اگر اُن کے برتنوں کے سوا اور برتن مل سکیں، تو اُن میں مت کھاؤ، لیکن اگر صرف اُنہیں کے برتن ملیں، تب اُن کو دھو لو، اور اُن میں کھا لو"

نتیجہ یہ ہے، کہ اس حدیث کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اگر کوئی عیسائی دوکاندار اس امر پر رضامند ہو جائے، کہ اُس کی چھری، کلہاڑی وغیرہ کو اسلامی طریقہ پر پاک کر لیا جاوے، اور پھر مسلمان اس جانور کو ذبح کر لیں، اور اپنی نگرانی میں گوشت کے ٹکڑے صاف کرا کے اپنے قبضہ میں لے لیں، تب ایسا گوشت درجۂ اباحت میں آ جائے گا، لیکن مسلمان کے ذبیحہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد وہاں سے چلے جانا اور گوشت پر پھر کسی دوسرے وقت میں آکر قبضہ کرنا درست نہیں،

سوال نمبر ۴ و ۵ کو اس لئے ساقط الاعتبار قرار دیا گیا ہے، کہ مرغی کھانے والے یا سبزی کھانے والے شائقین اپنی مرضی کے مطابق عمل کر سکتے ہیں، والسلام مع الاکرام، (محمد سلیمان عفی عنہ)

آٹھواں خط

مکرم بندہ! السلام علیکم، ۳۱ جولائی کا خط پہنچا، آپ لکھتے ہیں، کہ رحمۃ للعالمین میں جو حوالہ خطبات احمدیہ کا دیا گیا ہے، اس کا پتہ آپ کو نہیں ملا، میں نے خطبات کو دیکھا، اس کے صفحہ ۱۳۴ پر یہ عبارت صاف طور پر درج ہے، جس کا حوالہ رحمۃ للعالمین میں ہے، میرے سامنے منشی فضل الدین کے مطبع کی کتاب موجود ہے، باب یازدہم میں قریباً ۲ صفحے کے بعد یہ عبارت جناب کو ملے گی،

"عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ رکھا، مگر حضرت آمنہ نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا تھا، جس نے کہا تھا، کہ آپ کا نام احمد رکھنا، اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد رکھا، اور اس طرح توراۃ و انجیل دونوں کی بشارتوں کی تصدیق ہوگئی، (سر سید کے الفاظ ختم ہوئے)

۲- آپ نے دریافت فرمایا ہے، کہ یہ حدیث کیسی ہے؟

آنحضرتؐ کا اسم مبارک احمد ہونا بخاری و مسلم کی حدیث عن جبیر بن مطعم میں ہے آپ کو معلوم ہے، کہ جو حدیث صحیحین کی متفقہ ہوتی ہے، اسے صحت کا درجہ اعلیٰ حاصل ہوتا ہے،

۳- اب میں دیگر کتب کا ذکر کرونگا۔

امام ابن القیمؒ نے کتاب "جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام" میں نہایت عجیب بحث کی ہے، کہ اسم مبارک محمدؐ توراۃ میں ہے، اور اسم مبارک احمد انجیل میں، پھر بتلایا، کہ کیوں انجیل میں اسم پاک محمدؐ نہیں، اور توراۃ میں کیوں اسم پاک احمد نہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب کو ملاحظہ فرمائیے۔ یا میری کتاب "الصلوٰۃ والسلام" کو، امام ابن القیم کی کتاب زاد المعاد میں بھی یہ بحث مختصراً موجود ہے۔

۴۔ کتاب الشفاء میں ہے:۔

ان فی ھذین الاسمین محمد واحمد من بدیع آیاتہ وعجائب خصائصہ ان اللہ جلّٰھما عن ان یسمی بھما احد قبل زمان شیوع وجودہ

واما احمد الذی اتی فی الکتب القدیمۃ وبشرت بہ الانبیاء فمنع اللہ بحکمتہ ان یسمی بہ احد غیرہ ولا یدعی بہ مدعٍ قبلہ ومنذ خلقت الدنیا۔ وفی حیٰوتہ وقال الزین العراقی ولا فی زمن الصحابۃ وقال الزین العراقی اول من سمّی فی الاسلام احمد والد الخلیل العروضی۔

اس کا مطلب یہ ہے، کہ اسم پاک احمد آنحضرت صلعم کا ایسا خاص نام ہے، کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر آنحضرت صلعم تک اور کسی شخص کا نام احمد نہیں رکھا گیا، پھر حضورؐ کی حیات میں بھی احمد کسی کا نام نہیں رکھا گیا (اگرچہ صحابہ میں محمدؐ بہت بزرگوں کے نام تھے) پھر صحابہ کے عہد میں بھی احمد کسی کا نام نہیں رکھا گیا،

اسلام میں سب سے پہلے خلیل امام فن عروض کے والد کا نام احمد رکھا گیا تھا، گویا دوسری صدی تک اس نام کی اس قدر حرمت اور اسے آنحضرت صلعم کے ساتھ اتنی خصوصیت سمجھی جاتی تھی، کہ دوسرے شخص کا یہ نام ہی نہیں رکھا کرتے تھے،

۵۔ اب اس امر کا ثبوت کہ اسم پاک احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم ذاتی تھا، اول تو اس امر سے ثابت ہے، کہ یہ نام والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ نے رکھا تھا، دوم اس کا ثبوت صحابہ رضوان اللہ علیہم کی تصانیف سے بھی ملتا ہے،

۱۔ کعب بن مالک الانصاری شاعر خاص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امیر حمزہؓ در شہدائے اُحد کے بیان شہادت میں کہتے ہیں:۔

غداۃ اجابت باسیافھا جمیعاً بنو الاوس والخزرج
واشیاع احمد اذ شایعوا علی الحق ذی النور والمنھج

۲۔ حسان بن ثابتؓ المؤید بروح القدس کا مدح النبی صلعم میں شعر ہے:۔

فمن کان او من یکون کاحمد نظام لحق او نکال لملحد

۳۔ مرثیہ رسولؐ میں:۔

طالت وقوفا تذرف العین جُھدھا علی طلل القبر الذی فیہ احمد
فبورکت یا قبر الرسول وبورکت بلاد ثوی فیھا الرشید المسدد

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر پر فرماتے ہیں :۔

یری القتل مجدا ان اصاب شہادۃ   من اللہ یرجوھا و فوزًا باحمد

اشعار نمبر ۱، ۲، ۴ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں پڑھے گئے تھے، اور اشعار نمبر ۳ انتقال شریف کے بعد کے ہیں،

۵۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا شعر انتقال نبوی پر ہے :۔

ماذا علیٰ من شتم تربۃ احمدا   ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

ان جملہ اشعار کے انکار سے یہ لازم آتا ہے، کہ صحابہ اپنے نبی صلعم کا نام بلکہ بیٹی اپنے باپ کا نام نہ جانتی تھی،

بلکہ یہ بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس غلط استعمال کو جائز رکھتے تھے،

۶۔ مرزائیوں کے سامنے پیش کرنے کی ایک دلیل یہ ہے، کہ براہین احمدیہ جلد چہارم میں مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے، کہ محمدؐ و احمدؐ آنحضرت صلعم کے نام ہیں، محمدؐ جلالی نام ہے، اور احمد جمالی نام ہے،

۷۔ براہِ مہربانی قرآن پاک کے الفاظ پر غور فرمائیے :۔

وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ

یعنی احمد کو رسول تبلایا گیا ہے،

اب غور فرمائیے، مرزا صاحب کے شعر مندرجہ ازالۃ الاوہام پر سہ

"من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"

فرض کیجیے، کہ مرزا صاحب کا نام احمد تھا، غلام احمد نہ تھا، تب بھی آیت با کا تعلق اُن کی ذات سے کیونکر ہوا، کیونکہ آیت تو اس احمد کا ذکر کرتی ہے، جو رسول ہو، اور مرزا صاحب خود کہہ چکے ہیں، کہ وہ رسول نہیں،

۸۔ غلام احمد میں لفظ غلام کو اس وقت خاندان کا اسم مشترک تبلایا جاتا ہے لیکن الہام کو یہاں کیونکر نظر انداز کیا گیا،

مرزا صاحب نے "غلام احمد قادیانی" کو الہامی نام تبلایا، اِن الفاظ کے اعداد نکالے، اور پھر فخر کیا ہے، کہ ۱۳۰۰ھ میں جو غلام احمد قادیانی کے اعداد ہیں، اُن کے سوا اس نام کا اور کوئی شخص نہیں،

غور فرمائیے! کہ اگر لفظ غلام کو یہاں جزو نام نہ سمجھا جائے گا، تو ۱۰۰۱ کی کمی اعداد کو کیونکر پورا کر لیا جائے گا،

علاوہ ازیں اگر لفظ غلام خاندانی ناموں کے ثبوت اشتراک کے لئے ہی ضروری تھا، تو مرزا صاحب کے فرزندوں خصوصًا محمود صاحب کے نام میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ کیوں شامل نہیں رکھا گیا، کیا وہ خاندان کے ممبر نہ تھے،

۹۔ آپ یہ بھی عندیہ فرمائیں، کہ اگر غلام احمد نام کے شخص کو یہ حق ہے، کہ وہ آیت بالا کا مصداق اپنے آپ کو ٹھہرا سکے، اور لفظ غلام کی شمولیت اس کے دعوی کی مانع نہ ہو، تو جن لوگوں کے نام سید احمد تھے، وہ کیوں اس دعوی کو پیش نہیں کر سکتے، مثلاً ہندوستان ہی میں سید احمد (کے۔ سی۔ ایس۔ آئی) یا پیر سید احمد بریلوی، جن کے لاکھوں مرید تھے،

اس سے بھی بڑھ کر جن کے نام صرف "احمد" تھے، وہ تو بالضرور اس پیشگوئی کے مصداق ہونے چاہئیں،

مثلاً ہندوستان ہی میں حضرت مجدد الف ثانی جن کا نام "احمد" ہے، یا شاہ ولی اللہ صاحب جن کا نام احمد ہے،

مندرجہ بالا بزرگ ایسے ہیں، جن کی شان بلند ممالک اسلامیہ میں مسلمہ ہے،

جناب من! یہ ایسی باتیں ہیں، جو صرف ناواقفوں کے سامنے کوئی شخص بیان کر کے خوش ہو سکتا ہے، اہل علم کے پاس بیسیوں دلائل ان لوگوں کے ابطال کے ہیں، والسلام

۳ اگست   بھٹنڈہ   محمد سلیمان عفی عنہ

نواں خط

یہ خط منشی عبداللہ خانصاحب کے نام لکھا گیا تھا، سائل کے اصل سوالات محفوظ نہیں، البتہ قاضی صاحب مرحوم کے جوابات سے سوالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے،

خادم

پٹیالہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۹ء

مشفق من عبداللہ خانصاحب السلام علیکم! آپ کے سوالات کے جوابات لکھ کر ارسال خدمت ہیں، اگر آپ سے ہو سکے، تو طبیعت کو ایسے سوالات کی طرف مائل ہی نہ کریں، لیکن اگر یہ نہ ہو سکتا ہو، تب جواب کے ایک ایک لفظ پر پورا غور کر لیا کریں، اور ایسے سوالات صرف ایسے شخص سے ہی پوچھا کریں، جو ان کا جواب دے سکتا ہو،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا۔ معمار ایک عمدہ محل تیار کرتا ہے، اور چاہتا ہے، کہ فنِ عمارت کے لحاظ سے اُس میں سے کوئی نقص ..... نہ پایا جائے، اور جملہ ضرورت آسائش اور جملہ مناسباتِ موسم اس میں موجود ہوں،

تم معمار کی اس بڑی غرض کو خوب مدنظر رکھو، اس غرض کے پورا کرنے کے لئے صرفِ زر، صرفِ اوقات اور طرح طرح کی مشکلات کا سہنا، اور گوناگوں تکالیف کا اٹھانا کیونکر اسے گوارا ہوتا ہے،

وہ زینے بھی بناتا ہے، اور شاہ نشین بھی، بنیاد بھی بھرتا ہے اور منڈیر بھی بناتا ہے، زیب و آسائش کے لئے کارنس بناتا ہے، اور بول و براز کے لئے قدمچہ اور موری بھی، اور ان سب چیزوں کا بنانا اُس کی صنعت میں ضروری اور تکمیل میں داخل ہوتا ہے، اور اگر کوئی جگہ بنانے سے رہ جائے، تو اُس کی صنعت پر انگشت نمائی کی جاتی ہے، معمار کی غرضِ بالا کے سامنے بنیاد کی اینٹوں کا یہ کہنا، کہ ہم کو بنیاد میں کیوں بھرا گیا، اور منڈیر کی اینٹوں کو اوپر کیوں لگایا گیا، یا پاخانہ کی جگہ کا یہ کہنا کہ یہاں شہ نشین کیوں نہ بنایا گیا، یہ سب باتیں معمار کی مصلحت کلیہ کے خلاف ہیں، اور جس شخص کو فنِ عمارت میں ذرا بھی دخل ہوتا ہے، وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے، کہ بیشک پاخانہ کے لئے جگہ یہیں نکل سکتی تھی، اور بیشک شہ نشین کے لئے یہی جگہ موزوں اور مناسب تھی،

کُل عالم خدا کا تیار کردہ محل ہے، اور مصلحت کلیہ نے ہر ایک چیز کو ضروری ٹھہرا دیا ہے، اور جملہ اشیاء کی مناسبات نے ہر چیز کو اپنی اپنی جگہ پر موزوں کر دیا ہے، اگر بنیاد کی اینٹ کا منڈیر کی اینٹ پر اور پاخانہ کی جگہ کا شہ نشین کی جگہ پر اعتراض صحیح نہیں، تو افرادِ عالم کی نظر سے عالم میں موجودہ مختلف اشیاء کی نسبت جداگانہ شک یا اعتراض صحیح نہیں ہو سکتا، اس مثال سے آپ کو تقدیر کی ضرورت اور تقدیر میں اللہ تعالیٰ کا عدل و حکمت بخوبی واضح ہو جائیگا،

٢ قَالُوْا بَلٰی سب نے کہا تھا، اور سب میں حق بات کے سمجھنے کا مادہ موجود ہے، گو اُس پر حجابات طبیعت و رسم و رواج وغیرہ غالب ہو گئے ہوں،

٣۔ قبض ارواح پر ایک فرشتہ مامور ہے، حدیث شریف میں ہے، کہ کُل عالم اور اُس کی مخلوقات فرشتہ قابض الارواح کے سامنے ایسے ہے، جیسے انسان کے سامنے اُس کے طعام کا برتن ہوتا ہے، یعنی کُل عالم نسبتاً اُس سے چھوٹا بھی اسی قدر ہے، اور اُس کے تصرف میں بھی اُسی طرح، اس تفصیل کے بعد آپ کا اعتراض اُٹھ جاتا ہے، قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے، کہ ملائکہ قابض الارواح متعدد ہیں، گو یہ ایک عزرائیل کے ماتحت ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ ۔ قدر خیر وشر، اور نسبت خیر بہ خدا اور نسبت شر بہ شیطان کے لئے مثال سنو۔
ایک بادشاہ نے اپنی سلطنت میں عمدہ انتظام کرنا چاہا، اُس نے ہر ایک طبقہ، ہر ایک ملک ہر ایک قوم کے حقوق کی تفصیل وشرح کے متعلق قوانین بنائے، خیر خواہان سلطنت کیلئے انعام واکرام، عطائے جاگیر، ترقی تنخواہ، علو مدارج وغیرہ کے قانون اور بدخواہان وشریران ملک کے لئے مجموعہ تعزیرات، اس نے عہدے قائم کئے، جسے رعایا خاص اصول کی پابندی سے حاصل کرسکتی ہے، اُس نے جیلخانہ بنایا، جہاں خاص تعزیرات کی سزا بھگتنے کے لئے شریروں کو جانا پڑتا ہے، اُس کے مصاحب ان قوانین کی اشاعت کرتے ہیں، اور ظاہر کئے دیتے ہیں، کہ گو سلطنت نے انتظام باقاعدہ دونوں فریق کا کردیا ہے، مگر بادشاہ اپنی جبلت اور نیت سے نیک کام سے ہی خوش ہوتا ہے،
عزیز من! وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی تو اسی طرح ہے جس طرح بادشاہ کی جانب سے جیل خانہ اور سیرگاہ و باغات کا بنایا جانا، نیکی کا قدر سے منسوب ہونا اسی طرح ہے، جس طرح بادشاہ کی نیک۔ نیتی کا ملک میں ظاہر کیا جانا، اور بدی کا شیطان سے منسوب ہونا اسی طرح ہے، جس طرح جرائم پیشہ لوگوں کے جرم انہی لوگوں سے منسوب کئے جاتے ہیں، دیکھو عدالت میں اگر کوئی مجرم یہ کہے، کہ جب بادشاہ نے جیل خانہ بھی بنایا، اور مجموعہ تعزیرات بھی منظور کیا، اور اُس میں جرائم کے وقوع کی صورت تسلیم کر کے اُن پر سزائیں بھی قائم کی ہیں، تو معلوم ہوتا ہے، کہ بادشاہ کا منشاء یہی تھا، کہ ملک میں ارتکاب جرائم ضرور ہو، پس ہم نے منشاء بادشاہ پورا کیا ہے، اور کوئی جرم نہیں کیا، اُس کا یہ بیان، کیا عدالت اور سامعین عدالت معقول سمجھیں گے، ہرگز نہیں، اسی طرح بدی شیطان سے اور انسان سے ہے، اور اللہ تعالیٰ بدی پر رضامند نہیں، اور بدی کو اس سے کوئی نسبت نہیں (وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ)

۵ ۔ انسان کا مختار یا مجبور ہونا، انسان بیٹھ جاتا ہے، یا چلتا ہے، اور حرکت کرتا ہے، لیکن اُس کا بیٹھنا، ساکن ہونا ویسا نہیں سمجھا جاتا، جیسے پتھر کا زمین میں گڑا ہونا، وہ چلتا اور حرکت کرتا ہے، مگر اُس کی حرکات ویسی نہیں سمجھی جاتیں، جیسے رعشہ دار کے ہاتھ یا سر کی جنبش، مطلب یہ ہے، کہ انسان میں ایک حد تک ارادہ ہے، اور ایک حد تک وہ اُن کو کام میں لاسکتا ہے، یہ انسان کے لئے ممکن ہے، کہ وہ اپنا داہنا پاؤں اُٹھالے اور زمین پر بائیں پاؤں کے سہارے کھڑا ہو جائے، یا بایاں پاؤں اُٹھالے اور داہنے کے سہارے کھڑا ہو جائے، مگر یہ اُس کے لئے ممکن نہیں، کہ دونوں اُٹھالے، اور کھڑا ہو جائے، انسان کا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار اور مجبوری بہت سے ایسے اسباب اندرونی و بیرونی کے ساتھ وابستہ ہے، کہ اُن میں سے بعض اسباب پر وہ خود قادر ہوتا ہے، اور بعض پر نہیں، مثلاً ایک صحیح تندرست آدمی بیٹھا ہُوا ہے، اور کھڑا ہونا چاہتا ہے، اس کے لئے اُس کے جسم کی عصباتی کشش کا ٹھیک ہونا ضروری ہے، اور جب یہ سب ٹھیک ہوں، تو ہم کہہ سکتے ہیں، کہ وہ اسباب اندرونی کی وجہ سے کھڑا ہو سکتا ہے، اور ارادہ کرنے کے ساتھ ہی تمام عصبات اُس کا اتباع کریں گے، اور کوئی چیز اُس کے جسم کے اندر مانع نہ ہوگی، لیکن اس کے لئے بیرونی اسباب بھی درکار ہیں، مثلاً جس زمین پر وہ کھڑا ہونا چاہتا ہے اُس کا ساکن ہونا، یہ ناممکن ہے، کہ کوئی شخص چلتے ہوئے اور گردش کھاتے ہوئے پہیہ پر کھڑا ہو سکے، حالانکہ کھڑا ہونے کے اسباب اُس کے جسم میں تمام موجود ہیں، مثلاً کھڑا ہو جانے کے واسطے ضروری ہے، کہ جس جگہ وہ کھڑا ہونا چاہتا ہے، وہ جگہ اُس کے قدِ آدم سے اونچی ہو، لیکن اگر جگہ اونچی نہ ہوگی، تب یہ وہاں سیدھا کھڑا نہ ہو سکے گا، چونکہ انسان بعض اسباب کو اپنے اندر خود موجود پاتا، یا رکھتا ہے، ...... اور وہ بعض اسباب خارجی پر کبھی حاوی نہیں ہو سکتا، اس لئے یہ ناممکن ہے، کہ اُس کو مجبور محض یا مختار مطلق کہا جا سکے، اس لئے وہ ایک حد تک اپنے اختیار کو کام میں بھی لا سکتا ہے، اور ایک حد تک نہیں، اہل السنت والجماعت کا جو یہ عقیدہ ہے، کہ ہم بھی خدا کی مخلوق ہیں، اور ہمارے افعال بھی مخلوق خدا ہیں، اُس کی دلیل بھی یہی ہے، کہ افعال کا صدور مختلف و متعدد اسباب کے نتیجے کا نام ہے، اور ان اسباب کا مسبب خداوند کریم ہی ہے، اور چونکہ فعل کے جملہ اسباب کا احاطہ انسان نہیں کر سکتا، اس لئے بسا اوقات اُس کے ارادہ کے موافق نتیجے ظہور میں نہیں آتے، اللہ تعالیٰ نے اپنا نام یا اپنی صفت فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ فرمائی ہے، اُس کی وجہ یہی ہے، کہ اُس کی قدرت جملہ اسباب پر حاوی ہے، اور جملہ اسباب کا مسبب ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا علم ماضی و حال و استقبال پر محیط ہے، اس سے کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا، کہ جب اُس کا علم ہمارے نیک یا بد انجام کو جانتا ہے، تو جزا و سزا کیوں ہے؟ آپ اس کو مثال میں سمجھئے:۔

استاد ایک شاگرد کو کھلنڈرا جانتا ہے، بایں ہمہ اُسے تاکید کرتا ہے، کہ سبق کل کو یاد کر کے لانا، اگلا روز ہُوا، طالب علم نے کچھ نہ سنایا، استاد نے سزا کا ارادہ کیا، طالب علم کہتا ہے، کہ جب آپ جانتے تھے، کہ میں کھیل کود میں رہنے والا ہوں تو پھر سزا کیوں دیتے ہیں، لیکن خیال کیجئے، کہ سبق یاد نہ کرنے کا باعث استاد کا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ علم نہیں، بلکہ خود اُس کی عادت ہے، اور اس علم رکھنے سے استاد کو کوئی بھی اُس کا مخل اوقات یا حارج تعلیم قرار نہیں دیتا، کراماً کاتبین کا تقرر ضوابط عدالت کی پابندی کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنے علم کے اعتبار سے کسی بیرونی ذرائع اطلاع کی ضرورت نہیں، انصاف کے لئے ایک خاص دن (قیامت) کا تقرر اعمال کا پیش ہونا، اعمال کا تولا جانا، علیٰ رؤس الاشہاد جزاو سزا کا ملنا یہ سب ضوابط انصاف پسندی و عدالت گستری کے اصول پر ہیں،

۷۔ قرآن شریف میں کمی و بیشی الفاظ سے جو قصص مذکور ہیں، ان میں حکمت یہ ہے :۔

(۱) ایک ہی مطلب کو مختلف اسلوب اور مختلف پیرایہ اور مختلف الفاظ میں ادا کرنے سے اعجاز کلام و کمال انشار دکھلایا جائے،

(۲) ہر ایک پیرایہ میں الفاظ مختلفہ سے جو مختلف زوائد فائدے حاصل ہوتے ہیں، وہ زائل نہ ہوں،

(۳) ایک ہی بات کو ایک ہی لفظ میں چند بار سننے سے جو ملال طبیع ہوتا ہے، اُس سے سامعین بچے رہیں،

آفتاب کے متعلق جو قصہ ذوالقرنین میں ہے، وہ ذوالقرنین کا وجدان بیان کیا گیا ہے، یعنی اُس نے ملکی حالت ایسی پائی، جہاں دیکھنے والے کو آفتاب ایسا نظر آتا تھا، اسی لئے لفظ "وَجَدَ" دو تین جگہ اُسی کے قصہ میں بیان فرمایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ حالت اصلیہ کا بیان نہیں، بلکہ وجدانی کا ہے،

۸۔ عذاب قبر و حشر اجسام انسانی و شخصی کے ساتھ ہے، اور تبدیلی ہیئت سے تبدیل مادہ نہیں ہوتا، اور نہ تبدیل ہیئت سے کوئی جسم علم اور قدرت الٰہیہ سے باہر نکل سکتا ہے، جسم کا آگ میں جلایا جانا یا ڈوب جانا وغیرہ صرف تبدلات ہیئت ہیں، روح کا جسم کے ساتھ عالم مثال میں ایک نہایت لطیف اور نازک تعلق رہتا ہے، جس سے روح کے تاثرات کا روح پر اثر پڑتا رہتا ہے، اور ان دونوں کے درمیان جو چیز تعلق کو قائم رکھتی ہے، اُس کا نام نسمہ ہے،

۹۔ تقدیر کی پانچ دفعات ہیں، اور دوسری دفعہ پہلی سے اور تیسری دوسری سے (اسی طرح آگے تک) زیادہ تفصیل کے ساتھ ہوتی ہیں، اور جملہ تفصیلات و جزئیات پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم کے اندر ہوتے ہیں، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متن تقدیر کی شرح کہلاتے ہیں، پانچ درجہ یہ ہیں:۔
اوّل ایجاد عالم کے ارادہ کا وقت، اس وقت صورت وجود کی تخصیص کی جاتی ہے، دوم مقادیر کا اندازہ جو زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے کیا گیا، اس مقام پر صورت مخصوصہ کے احوال متعلقہ کا تحقق ہوتا ہے، سوم خلق آدم علیہ السلام کے وقت جس میں نوع انسانی کی ذریات کو مثالی طور پر دکھلایا گیا ہے، اور سعادت و شقاوت و نور و ظلمت کو ممثل کیا گیا ہے، چہارم جب ماں کے شکم میں ڈالا جاتا ہے، اور اسی وقت فرشتہ اللہ تعالیٰ سے حکم لے کر عمر و رزق و عمل و سعادت و شقاوت مخلقہ و غیر مخلقہ ہونے پر مہر کرتا ہے پنجم نزول حادثہ سے پہلے فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ اسی درجہ کی جانب اشارہ ہے، اور يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ بھی اسی وقت ظہور دکھلاتا ہے، دعا شل دوا کے ہے، اور دونوں کا اثر بھی تقدیر کے موافق ہوتا ہے، دعا اور دوا دونوں مفصل اسباب ہیں، مسبب نہیں،
آپ کے تمام سوالات کے جوابات لکھے جا چکے ہیں، اور جوابات میں ایسے اصول لکھ دیئے ہیں، کہ ان پر غور کرنے سے غیر مستفسرہ امور کا جواب بھی آپ پا سکیں گے، باقی جو کچھ رہ گیا ہو، آپ دریافت کر سکتے ہیں، یا مل کر کھلے دل سے گفتگو فرما سکتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپس میں تفرقہ پیدا نہ کیجئے، آرام اور محبت سے مسئلہ بیان کر دیجئے، اور بس، تفرقہ توحرام ہے۔ والسلام

(محمد سلیمان عفی عنہ)

بارھواں خط

جناب حافظ حاجی عبدالوہاب صاحب دہلوی نے (جو عرصہ دراز سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں، اور حاجی علی جان صاحب مرحوم کے اعزہ میں سے ہیں) قاضی صاحب مرحوم کے بہت سے علمی خطوط ہمیں بھیجے ہیں، جو بتدریج شائع ہونگے، پہلا خط درج ذیل ہے، اس سے حافظ صاحب موصوف کے علمی ذوق کا اندازہ لگایئے، اور پھر قاضی صاحب مرحوم کی تحقیق کی داد دیجئے، سچ تو یہ ہے، کہ ہمیں ان خطوط سے بہت ہی لطف حاصل ہوا ہے، آخر میں ہم حاجی عبدالوہاب صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں، جن کی وساطت سے ہمیں ایسا علمی ذخیرہ ہاتھ آیا،

خادم

مکرم بندہ مولوی حافظ عبدالوہاب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ،

السلام علیکم، آپ کا خط مؤرخہ ۲۷ر جمادی الآخر ۱۳۴۸ھ جو آپ نے جدہ سے لکھا، مجھے آخر رجب میں مل گیا تھا، آپ نے اس میں آٹھ سوالات بھی لکھے تھے، مَیں نے اُن میں سے پہلے سوال کا جواب تو خط ملنے سے دوسرے تیسرے دن ہی لکھ دیا تھا، اور پھر یہ سمجھ کر کہ سوالات ذرا مشکل ہیں، کسی فرصت کے وقت میں جواب لکھا جاوے گا، خط کو اسی طرح رکھ چھوڑا، اب رمضان میں خیال آیا، کہ اگر سوالات مشکل بھی ہیں، تاہم لکھے بغیر تو وہ حل نہ ہونگے، اب ضرور جواب لکھ دینا چاہیئے، اس ارادہ کے ساتھ لکھنے بیٹھا، تو پانچویں سوال تک کے جوابات لکھ گیا، دوسرے دن باقی تین کے جوابات بھی لکھ دیئے، اور تب مَیں خود اپنے قلب میں ایک ندامت محسوس کرتا تھا، کہ خیالی مشکل کے تصور سے کیونکر اس قدر تاخیر جواب میں کی گئی، لیکن بعد میں سمجھا، کہ یہ بھی رب العالمین کی طرف سے ایک انتباہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، کہ کوئی کام مشکل نہیں، جب کہ کوئی کرنے والا اُسے عزمِ راسخ کے ساتھ شروع کردے، امید ہے، کہ آں مکرم بھی اس سے سبق حاصل فرمائیں گے،

سوال اوّل:- آپ نے لکھا ہے، کہ مولانا سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن میں اور مولوی حمید الدین نے مقالات معارف میں بحوالۂ توریت تحریر کیا ہے، کہ جب اسمٰعیل علیہ السلام مکہ میں آگئے، تب اُن کی عمر ۱۳ سال کی تھی، اور صحیح بخاری سے اُن کا شیرخوار ہونا پایا جاتا ہے، تحقیق کیا ہے؟

جواب:- موجودہ بائیبل سے بھی یہی استنباط ہوتا ہے، جو ہر دو صاحبان مذکورہ بالا نے سمجھا، لیکن مندرجہ ذیل حوالجات پر بھی غور کیجئے:-

(الف) جب اسماعیل ہاجرہ سے پیدا ہوا، تب ابراہام کی عمر ۸۶ سال کی تھی، (پیدائش باب ۱۶ ورس ۱۶)

(ب) جب اسحاق پیدا ہوا، تب ابراہام ۱۰۰ سال کا تھا (پیدائش ۲۱-۵)
نتیجہ یہ ہوا، کہ اسمٰعیل علیہ السلام ۱۴ برس اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے،

(ج) پیدائش ۲۱-۸ میں اسحاق علیہ السلام کے دودھ چھڑانے کا، اور ورس ۹ میں سرہ کا یہ قول ہے، کہ اس لونڈی اور اس کے بچہ کو نکال دے، نتیجہ یہ کہ اسحٰق علیہ السلام کے دودھ چھڑانے کے بعد اسمٰعیل علیہ السلام کو نکالا گیا تھا، اگر مدت رضاعت حولین کاملین فرض کرلیں، تب نتیجہ یہ ہوگا، کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر ۱۶ سال کی تھی، جب کہ وہ نکالے گئے، ہمارے فاضل دوستوں نے ۳ سال عمر گھٹا دی ہے،

صحیح بخاری سے صاف ظاہر ہے، کہ اسمٰعیل علیہ السلام اُن دنوں شیرخوار تھے، میں سمجھتا ہوں، کہ موجودہ بائیبل میں بھی ایسے حوالجات مل سکتے ہیں، جن سے صحیح بخاری کی روائت کی صحت پر استدلال کیا جاسکتا ہے:-

(الف) سرہ کو ہاجرہ سے نفرت اُسی وقت سے ہوگئی تھی، جب ہاجرہ کو حمل ٹھہرا (پیدائش ۱۶-۴)

(ب) سرہ نے ہاجرہ پر سختی کی، اور وہ بھاگ گئی، (پ ۱۶-۶)

(ج) فرشتہ سے بشارت اور حکم پاکر ہاجرہ سرہ کے پاس واپس آئی، (پ ۱۶-۹)

(د) ہاجرہ سے اسمٰعیل پیدا ہوا، (پ ۱۶-۱۵)

اب یہ عقل اور قیاس اور تجربہ کا کام ہے، کہ جو سرہ ابتداءِ حمل کے بعد ہی ہاجرہ سے نفرت کرنے اور اُس پر سختی کرنے لگ گئی تھی، کیا اُس نے ۱۶ سال

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاموشی کے ساتھ گزرنے دیئے تھے،

دلیل دوم :- ہاجرہ و اسمٰعیل کو گھر سے روانہ کئے جانے کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

(الف) تب ابرہام نے صبح سویرے اُٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی، اور ہاجرہ کے کندھے پر دھر دی، اور اُس لڑکے کو بھی، اور اُسے رخصت کیا،
(پیدائش ۲۱-۱۴)

(ب) جب مشک کا پانی چک گیا، تب اُس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا، (پ ۲۱-۱۵) عربی تورات کے لفظ ہیں طرحت ولدھا

(ج) فرشتہ نے ہاجرہ سے کہا، اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا، (پ ۲۱-۱۸)

فقرہ اول تبلاتا ہے، کہ گھر سے چلتے وقت ہاجرہ علیہ السلام کے کندھے پر ایک مشک دوسرے کندھے پر اسمٰعیل تھے،

فقرہ دوم تبلاتا ہے، کہ ہاجرہ نے بچہ کو جھاڑی کے نیچے گرا دیا تھا،

فقرہ سوم بتلاتا ہے، کہ پھر فرشتہ کے کہنے سے بچہ کو اٹھا لیا تھا،

غور کیجئے، کہ یہ اُٹھانا، گرانا پھر گود میں لے لینا ۱۶ سال کے بچہ پر صادق نہیں آسکتا، نتیجہ یہ ہے، کہ صحیح بخاری کی تائید میں بائیبل کے یہ تین حوالجات بھی موجود ہیں، اس لئے صحیح بخاری کی روائت ہی کو ترجیح حاصل ہے،

اب آپ اُس اصلی وجہ کو بھی زیر غور لائیں، جو قرآنی ارشاد اور اسرائیلی روایات میں ہے، اسرائیلی روایتوں میں یہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے، کہ ہاجرہ و اسمٰعیل علیہ السلام کو نکال دیا گیا تھا، اور یہ نکالنا صرف سرہ بی بی کی خوشی کے لئے تھا،

اِس سے ابراہیم علیہ السلام پر سخت اخلاقی اعتراض وارد ہوتا ہے، کہ انہوں نے صرف ایک بیوی کی رضامندی کے لئے ایک بیکس عورت اور اپاہج بچہ کی حالت پر ذرا بھی رحم نہ کیا،

مگر قرآن پاک ابراہیم علیہ السلام کا قول اس طرح بیان فرماتا ہے:-

رَبَّنَآ إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ

اور اس آیت سے واضح ہے، کہ ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ و اسمٰعیل علیہ السلام کو سارہ کے کہنے پر نہیں نکالا تھا، بلکہ وہ پہلوٹے بیٹے کو ایک عظیم الشان دینی خدمت کے لئے خاص کرنا چاہتے تھے، وہ تمام عالم کے لئے ایک واحد مرکز عبادت قائم کرنا چاہتے تھے، اور اُس کا محافظ و معلم اسمٰعیل علیہ السلام کو انہوں نے بنایا تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی اصلی وجہ معلوم کر لینے کے بعد آپ بخوبی سمجھ جائیں گے، کہ کیوں اسرائیلی تحریروں میں اسمٰعیل علیہ السلام کی شان کو گھٹایا گیا ہے،

سوال دوم:۔ واقعہ فیل کی تحقیق، کیا جُدری سے ہلاکت صحیح ہے، طیر ابابیل کیا تھے، سنگریزے سے ہلاکت، ترمیہم کو بصیغہ خطاب سمجھنا، محل وقوع ہلاکت،

جواب:۔ واقعہ فیل اسلام اور جاہلیت میں مسلمہ مانا گیا ہے، اسی واقعہ سے عرب میں سنہ بھی جاری کیا گیا تھا، اور یہ اس واقعہ کے اثبات میں زبردست دلیل ہے،

(ب) جدری سے ہلاکت، محض لغو ہے، جُدری ایسی مہلک بیماری نہیں، کہ لشکروں کا صفایا ایک دو دن ہی کے اندر کر دے، مَیں سمجھتا ہوں، کہ ان جُدری والوں نے جُدری کا قیاس عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے کیا ہے:۔

لما ارسل اللہ الحجارۃ علی اصحاب الفیل لم یقع حجر علی احد منھم الا نفط جلدہ وثار بہ الجدری۔

غور فرمایئے، کہ فقرہ کے تمام الفاظ کو چھوڑ کر اور صرف جُدری کا نام دیکھ کر کیا سے کیا بنا لیا ہے، اسی کو تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ کہا گیا ہے،

طیرًا ابابیل میں طیرًا سے مراد تو پرندے ہی ہیں، مگر لفظ ابابیل سے مراد یہ مشہور پرندہ نہیں، صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ابابیل کے معنی مجتمعہ متتابعۃ بتائے گئے ہیں، مجھے تعجب ہوتا ہے، کہ یہ تاویل کرنے والے طیرًا ابابیل کی تاویل تو چیچک کر دیتے ہیں، مگر اصحاب الفیل میں فیل کی تاویل کچھ نہیں کرتے،

رب العالمین کے کلام میں تو یہ تقابل بوجہ احسن مکمل ہو جاتا ہے، یعنی سرکش انسان نے اپنی قوت وطاقت کے اظہار میں سب سے بڑے چارپائے (فیل) سے کام کیا، اور رب العالمین نے اپنی قدرت کے اظہار میں سب سے چھوٹے پرندے کو ان کی ہلاکت کا ذریعہ بنایا، الفیل کی تعریف اور طیرًا کی تنکیر کو خیال میں رکھیئے،

لطیفہ:۔ اصحاب الفیل کے لفظ میں ایک لطیفہ بھی ہے، لفظ صاحب، یا اصحاب کی اضافت اُس شخص کی طرف ہُوا کرتی ہے، جو ان دونوں میں بڑا ہو، حبشیان کو اصحاب الفیل فرمانے کا یہ بھی مطلب ہُوا، کہ وہ بہیمیت میں فیل جیسے تھے، اور یہ بھی کہ یہ حملہ آور کالے کلوٹے رنگ کے تھے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنگریزے سے ہلاکت کا وقوع میں آجانا اب کچھ دشوار نہیں سمجھا جا سکتا، جب کہ موجودہ زمانہ میں ہلاکت بذریعہ گیس بھی ہونے لگی، شیخ محمد عبدہٗ مفتیٔ دربارِ مصر نے اگر اُن سنگریزوں کو میکروب آلود بتایا ہے، تو انہوں نے اس تاویل سے مسئلہ کو اقرب الی التعقل بنانے میں اچھا کام کیا ہے،

ترمیھم میں صیغہ خطاب سمجھنا غلطی ہے، اور اس غلطی کی توثیق کے لئے الم ترسے استدلال ڈبل غلطی ہے،

قرآن مجید میں تو اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ بھی ہے،

اصحاب فیل کا واقعہ ولادت باسعادت نبوی سے ۵۰ یوم پہلے کا ہے، اور واقعہ عاد چار ہزار سال پہلے کا،

ممکن ہے، کہ کوئی ذی علم شخص اس غلطی میں اس لئے پڑگیا ہو، کہ طیر تو اسم ہے پھر اس کے لئے صیغہ مؤنث ترمیھم کیوں لایا گیا، مگر یہاں تو تانیث بلحاظ معنی ہے، اور فعل کا بلحاظ معنی استعمال ایک ایسا امر ہے، جو ارباب معانی کے نزدیک بالکل مسلمہ ہے، اس پر قرآن مجید کی بیسیوں آیات سے استدلال کیا جا سکتا ہے،

سجیل کے معنی امام بخاریؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنگِ گل تحریر کئے ہیں، اُن کا مطلب یہ ہے، کہ یہ لفظ سنگ گل کا معرب ہے،

مقام ہلاکت . . . . وادیٔ محسّر ہے،

حجاج کا اسی وادی سے جمرات کو اٹھانا، اس تخصیص مقام میں مدد دے سکتا ہے، گویا اشارہ مخفی یہ ہے، کہ رجم شیاطین انہی جمرات سے کرنا اولی ہے، جن سے ایک دفعہ پیشتر بھی شیطانی لشکر کو نابود کیا گیا تھا،

اس جواب کے خاتمہ پر چند اشعار شعراء قدیم کے بھی درج کرتا ہوں، اثبات واقعہ کے لئے کسی قدیم شاعر کے اشعار سے استدلال ایک مسلمہ طریق علماء تاریخ کے نزدیک رہا ہے،

نفیل بن حبیب خثعمی، جو سردار بنو خثعم ہے، وہ شخص ہے، جسے اصحاب فیل نے بجبر و اکراہ طریق مکہ کا دلیل راہ بنا لیا تھا، وہ اس واقعہ چشم دید کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

فانک ما رأیت ولن تراہ ۔۔۔ لدی جنب المحصب ما رأینا

حمدت اللہ اذ ابصرت طیرا ۔۔۔ وحصب حجارۃ تلقی علینا

وکلہم یسائل عن نفیل ۔۔۔ کان علیّ للحبشان دینا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب) اُمیّہ بن ابی الصلت کے اشعار ہیں:۔

ان آیات ربنا ساطعات ما یماری فیھن الا الکفور
حبس الفیل بالمغمس حتے ظل یحوی کانہ معقور

(ج) عبداللہ بن زلعبری شاعر قدیم کے اشعار ہیں:۔

واستل امیر الجیش عنا ما رأی وسوف ینبی الجاھلین علیمھا
ستون الفا لم یئوبوا ارضھم بل لم یعش بعد الایاب سقیمھا

(د) فرنچ پروفیسر مسٹر سیڈیو نے بھی اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب میں اسے تسلیم کیا ہے، اس کتاب کا عربی ترجمہ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم مصر نے کیا ہے، اور مصر ہی میں یہ ترجمہ چھپا ہے،

سوال سوم:۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب میں الکتاب سے کیا مراد ہے، آپ نے یہ بھی لکھا ہے، کہ کسی عالم نے الکتاب سے مراد رجسٹر، اور دوسرے نے الکتاب سے مراد نامہ سلیمانی لی ہے،

جواب:۔ میرے نزدیک الکتاب سے مراد رجسٹر ہے نہ نامہ سلیمانی، بلکہ الکتاب سے مراد تورات ہے، خود قرآن مجید میں ہے:۔

قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب

اور جہاں جملہ مفسرین نے بالاتفاق الکتاب سے مراد تورات لی ہے،

اس واقعہ پر غور کرنے سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے، کہ یہاں طاقت جسمانی اور قوت روحانی کا مقابلہ دکھلایا گیا ہے،

سوال چہارم:۔ خود میری تصنیف کے متعلق ہے، کہ میں نے بحیرا کی ملاقات کو غیر ثابت قرار دیا ہے، آپ چاہتے ہیں، کہ حافظ ابن حجر خاتمۃ الحفاظ واحسن النقاد کی رائے کو دیکھ کر مجھے جواب دینا چاہیئے،

آپ نے لکھا ہے، کہ بلال کا نام راوی کا وہم ہوگا، صرف اتنی سی بات سے روائت ثقات مسترد نہیں ہو سکتی،

آپ نے یہ بھی لکھدیا ہے، کہ شاید بلال نام کا کوئی اور غلام ہوگا،

جواب:۔ قصۂ بحیرا کی تصنیف کی جانب میں طبعاً مائل تھا، مجھے اہل تثلیث کا یہ بیان سخت ناگوار گزرتا تھا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں کسی عیسائی راہب سے کم و بیش تعلیم پائی ہو، جیسا کہ ولیم میور نے اس ملاقات سے یہی نتیجہ نکالا ہے، تاہم میں روائت ترمذی کا خیال کرتے ہوئے ازراہِ ادب خاموش تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب علامہ ابن القیمؒ کی تحقیق کو میں نے پڑھا، تو مجھے بڑی مسرت ہوئی، اور میں نے بہت جلد اُن کی رائے کو قبول کر لیا، کیونکہ میرا میلانِ قلب پہلے سے اِدھر تھا،

آپ تحقیقاتِ روائت پر مزید غور فرمایئے،

اس روائت کی تضعیف میں علامہ ابن القیمؒ ہی منفرد نہیں ہیں، بلکہ امام ذہبی کا بھی قول ہے:- اظنہ موضوعًا بعضہ باطلا

کتاب الاصل میں ہے:-

فی ھذہ الروایۃ امور منکرۃ ولیس فی اسناد ھذا الحدیث الا من خرج لہ فی الصحیح ومع ذلک ففی متنہ نکارۃ

حافظ الدمیاطی فرماتے ہیں:-

فی ھذا الحدیث وھمان الخ

اب اس واقعہ کی طرف آیئے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر سے واپس کیا گیا، اور بلال کو حضورؐ کی خدمت کے لئے ساتھ بھیجا گیا، اور اُن کو ابوبکر صدیق نے واپس بھیجا تھا،

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں بعمر ۶۳ سال دمشق میں وفات پائی، اس سے ثابت ہُوا، کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نو سال اور ابوبکر صدیق سے گیارہ سال چھوٹے تھے،

اور چونکہ ملاقات بحیرا کے وقت خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۱۲ سال کی بتائی گئی ہے، تو اس سے یہ ثابت ہو گا، کہ حضرت بلال اس وقت صرف چار سال کے تھے، اور ابوبکر صدیق اُن کے آقا صرف گیارہ سالہ تھے، اب غور فرمایئے، کہ واقعہ میں کس قدر قوت باقی رہ جاتی ہے،

آپ کا یہ خیال کہ کوئی اور غلام بلال نامی ہو گا، بالکل مسلّمات تاریخیہ سے خلاف ہے، اہل مکہ میں کوئی شخص بلال نامی علماء تاریخ کے نزدیک مشخص نہیں،

اہل مدینہ میں دو کس از قبیلہ مزنی اور ایک کس از انصار بلال نام کے ضرور پائے جاتے ہیں، لیکن اہل مدینہ کا کوئی تعلق عہدِ طفولیتِ نبوی سے نہیں،

اب رہا حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ کا ارشاد، میں پھر یہی درخواست کرونگا، کہ اُن کے اِن الفاظ پر مکرر غور فرمایئے:- یحتمل ان یکون سفر ابی بکر معہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفرۃ اخری بعد سفرۃ ابی طالب۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا یحتمل لکھ کر اس علامہ نے تضعیف واقعہ پر کامل اشارہ نہیں کر دیا، میری تائید کے لئے تو یہی کافی ہے،

سوال پنجم :۔ حدیث خواص زمزم، اور ماشرب لہ کے اور طعام طعم وشفاء سقم کے کیا معنی ہیں، جدید تحقیقات کیا ہے، معمولی پانی سے اس میں کون سے اجزا زیادہ ہیں،

جواب :۔ حدیث ماء زمزم لما شرب لہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، یہ روایت ابن ماجہ میں ہے،

خطیب بغدادی نے اس روایت کو باسناد بیان کیا ہے، اس سند کی دمیاطی ومنذری نے تصحیح، ابن حجر نے تحسین، اور لزومی نے تضعیف کی ہے،

اس روایت کو ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا گیا ہے، طبرانی نے معجم میں ایک اور حدیث ابن عباس سے مرفوعاً بیان کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں :۔

خیر ماء علی وجہ الارض ماء زمزم اس حدیث کے راوی سب رجال ثقات ہیں، اور ابن حبانؒ نے اس کی تصحیح کی ہے،

ایک اور حدیث ہے، جسے بیہقی نے روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

اٰیۃ ما بیننا وبین المنافقین انھم لا یتضلّعُونَ من زمزم

ابن جوزیؒ نے حدیث ماء زمزم لما شرب لہ کو موضوعات میں شمار کیا ہے، مگر دیگر اکابر محدثین نے ان کی متابعت نہیں کی،

طعام طعم وشفاء سقم کی بابت میرا خیال ہے، کہ یہ وہب بن منبہؒ کا قول ہے، وہ کہتے ہیں :۔

انھا لفی کتاب اللہ طعام طعم وشفاء سقم اس کا مطلب یہ ہوا کہ ماء زمزم کی صفت کتب سابقہ میں بھی درج ہے،

اس کی تائید ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جسے ازاقی نے روایت کیا ہے، ہوتی ہے کہ انہوں نے ۱۴ دن شب و روز میں آب زمزم کے سوا اور کچھ نہ کھایا نہ پیا، مگر وہ خوب فربہ ہو گئے، حَتّٰی تَکَسَّرَتْ عُکَنَ بَطْنِی،

ابن القیمؒ نے بھی اس خاصیت کا ذکر کر کے کئی بزرگان دین کے تجربات بیان کئے ہیں،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے پایا جاتا ہے، کہ حضورؐ اس پانی کو خوب ڈٹ کر پیا کرتے تھے، اور یہ امر بھی اس کی فضیلت کے لئے کافی ہے،

خاصیت کے متعلق اطبار کا یہ قول ہے :۔

انّ ھذا الماء نافع للکلی والمعدۃ والامعاء والکبد

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدید تحقیقات مباحث غذویہ کے مصنف نے درج کی ہے، اور ماء زمزم کے اجزائے کیمیاوی تبلائے ہیں، وہ کتاب آپ کے پاس بھی موجود ہے، ملاحظہ کرلیں،

مباحث غذویہ کا مصنف اس کتاب کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھتا ہے:۔

وحقیقته فانه ماء متوی تکثر فیه الصودا والکلور والجیر والحامض الکبریتیك وحمض الانزدتیك والبوماسا. فمایجعله اشبه شئ بالمیاه المعدنیه الصحیحه فی تاثیرها.

سوال ششم:۔

ذبح اسمٰعیل کا احادیث میں پتہ چلتا ہے؟

مروہ کو مروہ سمجھنا کیا صحیح ہے، اگر صحیح ہے تو عرب میں اس کی روایت کیوں نہ رہی، اور منیٰ میں کیوں مشہور ہوا،

جواب:۔ مذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا درست پتہ احادیث صحیحہ سے کچھ نہیں ملتا، صاحب خازن نے کبش فدیہ کے متعلق یہ فقرہ لکھا ہے، اتیٰ (ابراهیم علیه السلام) به المنحر من منی فذبحه اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے، کہ فلما اسلما وتله للجبین کا وقوعہ منیٰ میں ہوا، اور ذبح کبش کا وقوعہ منحر میں ہوا،

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، کہ یہ کبش کوہ ثبیر سے نیچے اتارا گیا تھا، مجھے حاجی عبداللہ صاحب دہلوی ثم مکی نے منیٰ میں بایام نحر بتلایا تھا، کہ ثبیر وہی سامنے والا پہاڑ ہے (یعنی جس کے دامن میں اب مذبح اسمٰعیل علیہ السلام بتایا جاتا ہے)

بات یہ ہے، کہ اس بارہ میں روایاتِ قومی کو بھی سند کا درجہ حاصل ہے، اور عرب جیسی قوم کی روایات قومی جو گھوڑوں تک کا نسب نامہ بھی محفوظ رکھتے چلے آئے ہیں، بہت زیادہ قابل وقعت ہیں،

اتفاق عجیبہ یہ ہے، کہ یہود و نصاریٰ جو ذبح اسحاق علیہ السلام کے قائل ہیں، وہ مذبح کا کوئی بھی مقام متعین نہیں کر سکے،

میں نے غالباً سرسید کی کتاب خطباتِ احمدیہ میں پڑھا تھا، کہ کبش فدیہ کے سینگ مدتوں تک دیوار کعبہ پر لگے رہے، اور جب اُن کی ہڈی بوسیدہ ہوگئی، تو دوسرے کبش کے سینگ لگائے گئے تھے،

مولوی فیض الحسن صاحب پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی نے لکھا ہے، کہ بالآخر وہاں طلاء ناب کے سینگ بطور تذکار واقعۂ ذبح لگا دیئے گئے تھے، ان سینگوں کو ابولہب نے دیوار کعبہ پر سے چرایا، اور صَرف کرنے تو نتی بنایا تھا، اس واقعہ کا اشارہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں بھی پایا جاتا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کا سوال جو مورہ و مروہ کے متعلق ہے، میں اُسے صاف طور پر نہیں سمجھا، کیا آپ کے ذہن میں زبور ۸۴ والا فقرہ تو نہیں ہے، عربی زبور کا فقرہ یہ ہے:
عابرین فی وادی البکا یصیرونہ ینبوعًا ایضا ببرکات یغطّون مورہ
یہ یاد رہے، کہ اس مقام پر یہودی عیسائی مورہ کے معنی پہلی برسات کرتے ہیں، آپ اگر مورہ سے جبل مروہ ہی مراد لیں، تب بھی وہ وادی بکا ہی میں موجود ہے،

بہتر ہوگا، کہ آپ اپنے سوال کو زیادہ واضح فرمادیں، اور میرے استفادہ کے لئے بھی بتائیں، کہ کیا منیٰ میں کوئی ایسا مقام اب بھی موجود ہے، جسے مورہ کہا جاتا ہے،

سوال ہفتم:۔ کیا زمزم کا کنواں پہلے سے موجود تھا، ایک عالم نے ایسا ہی تسلیم کیا ہے،

جواب:۔ بائیبل میں ہے:۔
(۱۰) اُٹھ اور لڑکے کو اٹھا، اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال، کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا، (۱۱) پھر خدا نے اُس کی آنکھیں کھولیں، اور اُس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا، اور جاکر اس مشک کو پانی سے بھر لیا، اور لڑکے کو پلایا،
(کتاب پیدائش باب ۲۱)

جو لوگ روایات بائیبل کے زیادہ فدائی ہیں، وہ الفاظ زیر خط سے یہ سمجھا کرتے ہیں، کہ وہاں پہلے سے کنواں تو موجود تھا، مگر ہاجرہ کو پہلے سے نظر نہ آیا تھا، لیکن بشارت کے بعد اُس نے اس کنواں کو دیکھ لیا،
صحیح بخاری میں ہے:۔
فلما اشرفت علی المروۃ سمعت صوتًا فقالت صہ (ترید نفسہا) ثم تسمعت فسمعت ایضًا۔ فقالت قد اسمعت ان کان عندک غواث۔ فاذا ھی بالملک عند موضع زمزم فبحث بعقبہ او قال بجناحہ حتی ظہر الماء فجعلت تحوضہ وتقول بیدہا ھکذا وجعلت تغرف من الماء فی سقائہا وھو یفور بعد ما تغرف:

اس سے صاف ظاہر ہے، کہ وہاں پہلے سے کوئی چاہ وغیرہ موجود نہ تھا، تطبیق کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں، کہ جب ہاجرہ جبل مروہ پر تھیں، تو اس وقت تک وہاں کنواں نہ تھا، جب وہ مروہ سے موضع زمزم کی طرف چلیں، تو فرشتہ نے وہاں چشمہ نکال دیا، جو ان کے پہنچنے تک کنواں کی شکل اختیار کر چکا تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سوال ہشتم :- (الف) کعبہ کا وجود ابراہیم صلعم سے پیشتر کسی صحیح ذریعہ سے ثابت ہے یا نہیں،

(ب) رفع بیت المعمور کی روایت کیسی ہے،

جواب :- قبل از خلیل علیہ السلام کعبہ کا موجود ہونا کسی روایت صحیح سے ثابت نہیں،

روایت صحیح تو اس کے خلاف ہے،

صحیح بخاری میں ہے :- فقال لها الملك لا تخافي الضيعة فانّ هاهُنا بيتُ الله يبني هذا الغلامُ وابوه وان الله لا يُضيّع اَهلَه۔

وكان البيتُ مرتفعًا من الارض كالرابية تاتيه السيول۔

فتاخذ عن يمينه وشماله

اس سے آگے حضرت ابراہیم کے تشریف لانے کا ذکر کرتے ہوئے آتا ہے :-

ثم قال (ابراهيمؑ) يااسمٰعيل اِنّ الله اَمَرَنِي بامرٍ۔

قال: فاصنعْ ما امرك ربّك

قال: و تُعِينُنِي؟

قال: و اُعِينُكَ۔

قال: فانّ الله اَمَرَنِي اَنْ ابْنِي هٰهُنا بيتًا واشار الى اكمةٍ مرتفعة على ما حولها

قال: فعند ذلك رَفَعَا القواعدَ مِنَ البيتِ

(ب) اب رہا رفع بیت معمور کا سوال، بیت المعمور کا ذکر صرف ایک ہی حدیث صحیح میں آتا ہے، یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے، بیان معراج میں اسے ثابت الکنانی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس حدیث کو مشکوٰۃ میں بھی بیان کیا گیا ہے اس حدیث میں ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فلک ہفتم پر ابراہیم علیہ السلام سے ملے، وہ اس وقت بیت معمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے،

بیت معمور کی بابت ہے، کہ وہاں ستر ہزار فرشتے روزانہ حاضر ہوتے ہیں جو پھر نہیں آتے،

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے الشفاء میں لکھا ہے، کہ بیت المعمور کی روایات میں بہت کچھ تخلیط واقع ہوئی ہے، اور صحیح روایت صرف مسلم والی ہے،

لہٰذا جن روایات میں رفع بیت معمور کا ذکر ہے، وہ سب بإسناد واہی ہیں ان پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ اس قدر صحیح ہے، کہ بیت معمور ٹھیک کعبہ کے اوپر واقع ہے، گویا بیت المعمور، بیت الحرام کی بالائی منزل ہے،
الحمدللہ، کہ آپ کے سوالات کے جوابات ختم ہوئے،
والسلام علیک وعلے جمیع احبائک
احقر محمد سلیمان کان اللّٰہ لہٗ
۵م شہر رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ

تیرھواں خط

یہ چٹھی مسٹر پی کلیکسٹن ایگز کٹو انجنیئر محکمہ انہار کے جواب میں لکھی گئی تھی، جس پر بظاہر کوئی تاریخ نہیں دی گئی، مگر ہمیں مکتوب الیہ کی ایک چٹھی سے معلوم ہوا ہے، کہ یہ فروری ۱۹۱۰ء کی خط وکتابت ہے۔ خادم

جناب من! آپ کی چٹھی مؤرخہ . . . . کا شکریہ، یہ چٹھی مجھے بھٹنڈہ ہی میں مل گئی تھی، لیکن میں اگلے ہی دن دورہ پر چلا گیا، اور اسی لئے اُس گارڈن پارٹی میں بھی شریک نہ ہو سکا، جو مسٹر ہینڈلے کے الوداع کہنے کی تقریب پر دی گئی تھی، اور اسی لئے مجھے اس چٹھی کے مطالب پر غور کرنے کا موقعہ چند یوم بعد ہوا،
مجھے بھی آپ کے ساتھ اس بارہ میں کامل اتفاق ہے، کہ تبادلہ خیالات کو مجادلہ بنانے کے لئے شروع نہیں کرنا چاہیئے، اور اسی لئے میں نے منطقی دلائل کے استعمال کرنے کی بجائے بائیبل کے حوالجات کا استعمال کیا ہے،
اب میں اپنے سلسلۂ سخن کو تازہ کرتا ہوں، پہلے دن کی زبانی تقریر میں آپ نے مہربانی سے بتلایا تھا، کہ مسیح کو خدا کے ساتھ جو تعلق ابنیت کا ہے، وہ خون کی وجہ سے نہیں، اور میں نے اس جواب پر مسرت کا اظہار کیا تھا، اور پھر میں نے بتلایا تھا، کہ بائیبل میں اوروں کو بھی خدا کا بیٹا بتلایا گیا ہے، اور آپ نے تسلیم فرمایا تھا، اور پھر آپ نے مسیح کا اُن سب میں امتیازی فرق یہ بتلایا تھا، کہ مسیح نجات دہندہ ہے، اور سب نجات یافتہ ہیں، اور اسی امر پر میں نے عرض کیا تھا، کہ جب سب ابنیت کے درجہ میں مساوی ہیں، تو اختیارات میں عدم مساوات کیونکر ہو سکتی ہے، مجھے خیال کرنا چاہیئے، کہ شاید میرے طرز بیان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نقص معزز دوست کو میرا مقصد نہیں سمجھا سکا،
مسئلہ تثلیث جو عیسائیوں میں ہے، مَیں سمجھتا ہوں، کہ اس کا مقصد صرف تین ہستیوں خدا، مسیح اور روح القدس کا ذکر کرنا نہیں، بلکہ اِن تینوں کو ایک، اور پھر ایک خدا کو تین بتلانا بھی ہے، مَیں نے تین ہستیوں کا الگ الگ وجود ثابت کرنے کے لئے مسیح کے بپتسمہ لینے کے دن کا حوالہ دیا تھا، مَیں خوش ہوتا، اگر میرا معزز مخاطب اِن تین ہستیوں کے ایک ہونے کا ایسا ہی صاف حوالہ لکھ دیتا، آپ نے یوحنا ۱۴ باب سے باپ، اور تسلّی دہندہ، اور روح القدس کے الفاظ نقل کئے،
باقرنطیون ۱۳/۱۴ سے مسیح کی برکت، خدا کی محبت اور روح القدس کے تعلق کے الفاظ، یا پطرس کے خط ۱/۲ خدا کے علم ازلی، روح کی تقدیس، اور مسیح کے خون کے الفاظ، لیکن یہ حوالجات ان مذکورہ ناموں کو واحد ہستی ثابت کرنے میں صریح طور پر قاصر ہیں،
یوحنا ۱۴ باب کا حوالہ غالباً سہو قلم ہے، کیونکہ اس جگہ تسلّی دہندہ سے مراد خود مسیح نہیں، بلکہ ایک اور آنے والا ہے، اور اس طرح پر یہ ایک چوتھی ہستی ہے، اس کی تائید حضرت مسیح کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، کہ جب تک میں نہ جاؤں گا، وہ نہ آئے گا، ان الفاظ کو یوحنا ہی نے بیان کیا ہے، خیر یوحنا کے ۱۴ باب پر ہم کسی آئندہ وقت پر گفتگو کریں گے، جس کے ساتھ مجھے پنتیکوسٹ کے واقعہ، اور اُس روز کی پطرس کی تقریر پر بھی بہت کچھ عرض کرنا ہوگا، اور جس میں مَیں یہ ثابت کرنے کی سعی کروں گا، کہ مسیح کی بتلائی ہوئی علامات کا ظہور پنتیکوسٹ کے دن ہرگز نہ ہُوا تھا، ایک مسئلہ کے اندر دوسرے مسئلہ کو گڈمڈ کر دینے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے مَیں اسے چھوڑتا ہوں،
مہربانی سے قرنطیون یا پطرس کے الفاظ کو ملا کر دیکھ جائیے، ان دونوں نے ان تین ہستیوں کی خاص خاص صفات کا ان کے نام کے ساتھ استعمال کیا ہے،
پہلے مقام پر یہ نہیں کہا گیا، کہ مسیح، خدا و روح القدس کی برکت و محبت و تعلق، اور دوسرے مقام پر نہیں لکھا گیا کہ خدا اور روح اور مسیح کے علم ازلی و تقدیس و خون کے گرنے کے توسل سے" اس لئے مَیں باور کرتا ہوں، کہ سینٹ حواری کا منشا ان فقرات سے کبھی یہ نہیں ہو سکتا، کہ ان تین مختلف صفات والی ہستیوں کا متحد فی الذات ہونا بیان کرے،
آپ نے یوحنا کے خط سے تین ہیں، جو آسمان سے لکھے ہوئے ہیں الخ نقل کیا ہے، لیکن آپ سے علماء مسیحی کی وہ بحثیں مخفی نہیں، جنہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس فقرہ کی صحت پر بڑی بڑی بحثیں کی ہیں، مَیں سمجھتا ہوں، کہ اس مسئلہ میں جو بہترین جواب آپ نے تحریر کیا ہے، وہ یہ ہے، کہ یہ راز فہم انسانی سے بالاتر ہے، غالباً مجھے اس جواب کو سُن کر رک جانا چاہیئے، کیونکہ میرا معزز مخاطب بھی انسان ہی ہے، اور مجھے اُن سے صرف اسی قدر امید رکھنے کا حق ہے، جسے وہ خود سمجھتے ہوں، ایک مسلم جب اس عقیدہ کا انکار کرتا ہے، تو مسیحی دوست سمجھتے ہیں، اور جناب نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ ایسا کرنا نفرت کی وجہ سے ہے، لیکن مَیں یقین دلانا چاہتا ہوں، کہ اس کی اصل وجوہ اور ہی ہیں، جسے جناب نے اپنی اس چٹھی میں اشارتاً ذکر بھی کیا ہے

(الف) بنی اسرائیل اس عقیدہ سے ناواقف تھے،

(ب) حضرت مسیح نے اس عقیدہ کی تعلیم نہیں دی،

(ج) مسئلہ کی موجودہ شکل چوتھی صدی عیسوی کے اندر متشکل ہوئی تھی،

آپ کا خیال ہے، کہ بائبل کا یہ فقرہ کہ انسان کو خدا نے اپنی شکل پر بنایا، تثلیث کے لئے اس طرح پر دلیل ہے، کہ انسان جسم، نفس، روح سے مرکب ہے، پس خدا بھی خدا، مسیح، روح القدس سے مرکب ٹھیرے گا،

مَیں اس کی بابت اپنی سابقہ چٹھی میں عرض کر چکا تھا، ممکن ہے کہ میرے الفاظ میرے مدعا کو ظاہر کرنے میں قاصر رہے ہوں، اس لئے مَیں پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، کہ انسان کی مثال اس بارہ میں کافی نہیں ہے، انسان کو جن اجزا سے مرکب بتلایا گیا ہے، اس کے ہر ایک جزو کو جداگانہ حالت میں کبھی بھی انسان نہیں بولا جاتا، یعنی تنہا جسم یا تنہا نفس یا تنہا روح پر انسان کا لفظ ایک عیسائی بھی استعمال نہیں کرتا، درانحالیکہ وہ باپ خدا، بیٹا خدا، روح القدس خدا کے الفاظ بے دھڑک کہا کرتا ہے، براہِ مہربانی اس فرق پر اچھی طرح سے غور فرماویں، یہی وہ بات ہے، جس پر مسلمان اور عیسائی گفتگو کیا کرتے ہیں، اور ناکافی غور کی وجہ سے وہ کسی نتیجہ تک نہیں پہنچتے،

سورج کی کرن کی مثال کا بھی یہی حال ہے، خواہ وہ سات رنگتوں سے مرکب ہے یا تین سے، یا چار، پنجم رنگتوں اور تین تیز رنگتوں سے، یہاں تک اختلاف کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے، اختلاف اس وقت شروع ہوگا، جب کوئی شخص دعویٰ کرے، کہ نیلی رنگت بذاتِ خود زرد رنگت بھی ہے، اور زرد رنگت بذاتِ خود سرخ رنگت بھی، اگر معزز مخاطب ایسا کہنے میں تامل کرتا ہے، تو اس مثال کا تثلیث مسیحیاں کے لئے ناقص ہونا واضح ہو جاتا ہے،

جنابِ من! خدا نے توریت میں صاف طور پر حکم فرمایا ہے، کہ بنی اسرائیل کے جانے پہچانے خدا کے سوا اور کسی کو خدا نہ مانا جاوے، اور آپ تسلیم کرتے ہیں، کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تثلیث کے خدا یا قوم بنی اسرائیل کے کبھی جانے پہچانے نہ تھے، اس لئے نتیجہ یہ ہے، کہ یا تو خدا کے کلام اور اس کے رسول موسیٰ علیہ السلام کو غلط ٹھہرانا ہوگا، یا چار صدیوں کے بعد کی کونسلی کارروائی کو،

اب یہ بات بالکل آپکے انصاف پر ہے، کہ آپ کس چیز کو آسان سمجھتے ہیں، یہاں تک لکھنے کے بعد اب میں آپ کی خواہش کے ساتھ متفق ہوتا ہوں، کہ اب تثلیث کے مسئلہ کو چھوڑ کر ہم اور باتوں کی طرف غور کریں،

آپ نے کفارہ کا مسئلہ شروع فرمایا ہے، آپ نے خدا کے عدل، انسان کے گناہ، گناہ کا نتیجہ موت ہونے کا ذکر ایسے طریقہ سے کیا ہے، گویا منطقی قضیہ کو مرتب کر رہے ہیں، لیکن میں جیسا کہ اس چٹھی کے شروع میں کہہ چکا ہوں، عرض کرتا ہوں، کہ سچائی کی تلاش کرنے والوں کو لازم ہے، کہ آسمانی تعلیم کو منطقی قضیہ سے ہمیشہ مقدم رکھیں، اس کا یہ مدعا نہیں، کہ میں اس مسئلہ پر منطقیانہ طرز پر گفتگو کرنے کو اپنے لئے کمزور پہلو سمجھتا ہوں، لیکن میں یہ ضرور سمجھتا ہوں، کہ منطقیانہ طرز میں اندیشہ یہ بھی ہوتا ہے، کہ وہ مجادلہ کی شکل اختیار کرلے،

آؤ ہم اس بارہ میں مسیح کی تعلیم کو ڈھونڈھیں، مہربانی سے مرقس ۱۰ باب کو ۱۷ لغایت ۲۲ پڑھ جائیے، ایک شخص کا سوال مسیح سے یہ ہے، کہ "اے نیک اُستاد میں کیا کروں، تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوں" اس کے جواب میں مسیح نے ایسے حکموں پر چلنے کی ہدایت کی ہے، اور جب اُس نے بتلایا، کہ وہ اِن حکموں پر جوانی سے عمل کرتا رہا ہے، تب اُسے تمام دولت لٹا دینے اور اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا ہے، مسیح کے تمام جواب کو دیکھ جائیے، وہ اعمال کا ذکر کرتا ہے، اور اُسی کے وسیلہ سے زندگی کی وراثت حاصل کرسکنا بیان فرماتا ہے، مہربانی سے یعقوب کا خط بھی دیکھئے، وہ فرماتے ہیں، کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹھہرایا جاتا ہے، اور صرف ایمان سے نہیں ۲۴، جب جسم بے روح مردہ ہے، ویسا ہی ایمان بھی بے اعمال مردہ ہے ۲۶،

کیا ہمارا باپ ابراہام اعمال سے راستباز نہیں ٹھہرایا گیا، جس وقت اُس نے اپنے بیٹے اضحاق کو قربان گاہ پر چڑھایا،

میں سمجھتا ہوں، کہ حکموں پر چلنا، اعمال نیک کا روز کرنا، ہم کو زندگی کی وراثت کا مستحق بنا دیتا ہے، توبہ کرنا تمام گناہوں کو محو کر دیتا ہے، توبہ کا ذکر یوحنا بپتسمہ دینے والے کی زندگی میں ہے، اس کی منادی توبہ کرنے ہی کی تھی، حضرت مسیح بھی اُسی کے شاگرد ہیں، اگر کوئی شخص توبہ کو خدا کے عدل کے برخلاف بتلاتا ہے، تو اُس نے خدا کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت کا کبھی اندازہ ہی نہیں کیا،

جناب من! میں آپ کی نیک اور مہربان طبیعت کو خود آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:۔

کیا آپ اپنے خطاکار ملازموں کو معافی نہیں دیا کرتے؟

کیا آپ ایسے معافی دینے کو نیکی نہیں سمجھتے؟

کیا آپ ایسی معافی دینے کو "معاف کرو، تم کو معاف کیا جاوے گا" کی تعمیل نہیں سمجھتے؟

کیا آپ ایسی معافی دینے سے اپنے آپ کو ظالم سمجھا کرتے ہیں؟

کیا دیگر اشخاص ایسی معافی دینے سے آپ کو ظالم کہا کرتے ہیں؟

اگر پہلے تین سوالات کے جوابات مثبت میں ہیں، اور پچھلے دو سوالات کے جوابات منفی ہیں، تو پھر اس خدائے رحیم کا درجہ کیوں ایک شریف انسان سے بھی گھٹا دیا جاوے ہے،

مہربانی سے بائیبل کا فقرہ "کہ خدا نے انسان کو اپنی شکل پر بنایا" اس مقام پر چسپاں فرما لیجئے تا کہ انسانی فطرت کا راز جو کسی معافی مانگنے والے کو معافی دے دینے کے متعلق ہے، بالکل آشکارا ہو جائے، یہ ظاہر ہے، کہ اگر خدا اس صفت سے موصوف نہ ہوتا، تو تمام بنی آدم میں یہ صفت کبھی نہ پائی جاتی، پھر اس صفت کی کمی و بیشی کا ظہور، وحشی اور مہذب انسانوں میں ان کی وحشت اور تہذیب کے اندازہ کے موافق ہے، ایک شریف انگریز معافی دینے میں ایک خونخوار افریقن سے بیسیوں درجہ بڑھا ہوا ہوگا، اور اس کی وجہ یہی ہے، کہ شریف انگریز پر آسمانی تعلیم کا اثر ہے، جس سے وہ وحشی محروم ہے،

پس جب کہ ہر ایک انسان، اور ہر ایک مہذب انسان کی نیک صفت فی الحقیقت خدا ہی کی نیک صفت کا ایک ادنیٰ سا سایہ ہے، تو پھر کفارہ کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے،

کفارہ کا خیال تصویر کی یک رخی شکل میں خوش آئند معلوم ہوتا ہے، کہ گنہگاروں کا بوجھ کوئی دوسرا اٹھالے،

لیکن دوسرے رخ کے دیکھنے سے وہ ہیبت ناک ظلم کی صورت بن جاتا ہے، یعنی معصوم (مسیح) کو بلا کسی گناہ اور جرم کے سزا دی جاوے،

وہ قدوس جو پورا پورا عدل کرتا ہے، کبھی کسی بے گناہ کو سزا نہیں دے گا،

کوئین وکٹوریہ نے جس نیکی اور رحمدلی سے کوئین آف انگلینڈ اور امپرس آف انڈیا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ مدراٹ پیپل کا لقب زبانِ خلائق سے حاصل کیا ہے، اپنی سلطنت کے تمام جوڈیشیل افسروں کے نام ایک گشتی فرمان صادر کیا تھا، جس میں ہدایت کی گئی، کہ تمام افسران اس امر کو بخوبی سمجھ لیں "کہ ۹۹ گنا ہگاروں کا سزا سے بچ جانا اس قدر خطرناک نہیں ہے، جیسا کہ ایک بے گناہ کا سزایاب ہو جانا ہے"، یہ اصول زندگی ایک نیک انسان کا تھا، کیا یہ کہنا غلط ہو گا، کہ یہ نیک خیال خدائے حیّ القیوم ہی نے اُس کے دل میں ڈالا تھا، گو یہ کفارہ کی ظاہری شکل سے مباینت ہی رکھتا ہو،

آپ نے خدا کی محبت کا ذکر فرمایا ہے، اور میری دعا ہے، کہ خدا مجھے اور آپ کو اور دیگر ابنائے جنس کو اپنی محبت میں کامل ہونے کا کامل درجہ عطا فرمائے،

ایک مسلمان کہتا ہے، کہ خدا چونکہ اپنے بندوں سے پوری محبت کا برتاؤ کرتا ہے اس لئے وہ اُن کے سب گناہوں کو فوراً ہی معاف کر دیتا ہے، بشرطیکہ اُس کے قانونِ عدل کے مطابق اس گنہگار انسان نے معافی کی درخواست کر دی ہو،

مسلمان کہتا ہے، کہ آج اس پر دنیا کے تمام مہذب قوانین عمل کر رہے ہیں، لیکن دوسرا شخص یہ باور کرانا چاہتا ہے، کہ خدا جب تک کسی نہ کسی کو سزا نہ دے لے، اس وقت تک وہ اپنی ساری محبت کو فراموش کئے رہتا ہے، جناب من! یہ حالت تو خدا کے ساتھ لفظ انتقام کو زیادہ چسپاں کر دیتی ہے، بہ نسبت اِس کے کہ لفظ محبت استعمال کیا جاوے، مَیں آپ ہی کے ایک فقرہ سے استدلال کروں گا، کہ خدا کی محبت خدا کے انصاف کو پورا کر دیتی ہے، اور دونوں مل کر انسان کی نجات کا باعث ہو جاتے ہیں،

مَیں کھلے طور پر ظاہر کرتا ہوں، کہ میری نجات کا مدار خدا ہی کی محبت پر ہے، اور مَیں جانتا ہوں، کہ اُس خدا کی کامل محبت جو اُسے میرے ساتھ ہے، میری نجات کی بہترین کفیل ہے، بجائے اس کے کہ میرے لئے کسی اور کو سزا دے کر انتقامی شکل اختیار کی جاوے،

مَیں کہتا ہوں، کہ نیک اعمال خدا کی محبت حاصل کرنے کا موجب ہیں، اور میرے اس قول میں جب کہ یعقوب شامل ہے، جس نے مسیح کی تعلیم کو خود مسیح سے حاصل کیا، تو مجھے نہایت اطمینان ہو جاتا ہے، اور پھر بھی پرواہ نہیں رہتی، کہ میرے اس ایمان و اطمینان کے خلاف کوئی ایسا شخص لب کشائی کرتا ہے، جسے مسیح نے نہ اپنے لئے چنا، اور نہ اپنی تعلیم کے لئے گواہ بنایا ہو،

مَیں دیکھتا ہوں، کہ محبت الٰہیہ کا اثر آپ کے دل و دماغ پر اپنی تاثیر رکھتا ہے، اور مَیں یقین کرتا ہوں، کہ مَیں بھی یہی حالت اپنے اندر پاتا ہوں، فرق یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، کہ آپ نے بالواسطہ طریق کو ترجیح دے رکھی ہے، اور میں اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے اس کو محبت کرتا ہوں، جو مجھ سے بیدھا، بلاواسطہ، ہر وقت محبت کرتا، محبت رکھتا اور محبت کے ثمرات سے بہرہ مند کرتا ہے،

کیا ایک ایماندار کو اس حجاب کے دور کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے،

امید کہ آپ اس پر غور فرمائینگے۔ محمد سلیمان عفی عنہ

چودھواں خط

یہ خط بھی مسٹر ہلی کلیکسٹن کے جواب ہی میں لکھا گیا، کیونکہ انہوں نے اپنے خط کے ساتھ ایک پادری صاحب کا رسالہ "ذی فہم مسلمانوں سے درخواست" ارسال کیا تھا، جس پر نہ صرف قاضی صاحب نے تنقید کی ہے، بلکہ اس کا پورا پورا جواب بھی ارقام فرمادیا ہے، خادم

جنابِ من! تسلیم،

آپ کا خط مع ایک انگریزی رسالہ "ذی فہم مسلمانوں سے درخواست" ملا، جواباً عرض ہے، کہ اس رسالہ میں مصنف نے دو مختلف امور کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(اول) یہ کہ قرآن مجید نے حضرت مسیح کی تعریف ایسے الفاظ میں کی ہے، جس سے حضرت مسیح کی افضلیت کل دنیا پر، جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل سمجھنے چاہئیں، ثابت ہوتی ہے،

(دوم) جن مسائل ابنیت و تثلیث کا رد قرآن مجید سے ہوتا ہے، اُس کی وجہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنے وقت میں اچھی تعلیم دی، اور وہ اس اعلیٰ مسائل کی فلاسفری سے ناواقف رہے،

ان ہر دو اغراض مذکورہ بالا کے متعلق مصنف رسالہ نے تعریف، ہجو، الزام، غلط فہمی وغیرہ کے پیرائے اختیار کئے ہیں،

رسالہ کا مصنف اگر قانون شہادت سے واقف ہوتا، تو وہ ضرور اس امر کو سمجھ سکتا تھا، کہ ہر ایک شخص جو اپنے دعویٰ کی تائید میں کسی گواہ کو پیش کرتا ہو، پابند ہے، کہ وہ اپنے گواہ کو مستند تسلیم کرے، علیٰ ہذا عدالت پابند ہے، کہ یا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی شہادت بتمامہ قبول کرے ، یا بتمامہ رد کرے ، لیکن کسی مدعی یا عدالت کے لئے قانوناً جائز نہیں ، کہ ایک گواہ کو اس کے بیان کے ایک حصہ میں سچا ٹھہرائے ، اور اسی بیان کے دوسرے حصہ میں اس کی تکذیب کرے ، اس اصولی قاعدہ شہادت کے بعد اس رسالہ کے مصنف اور دیگر تمام مسیحی مصنفین کو اختیار ہے ، کہ وہ اس شہادت کو جو اسلام نے بحق حضرت مسیح ادا کی ہے ، اپنی دستاویز بنائیں یا نہ بنائیں ،

اگر اسلامی شہادت کو انہوں نے اپنی دستاویز بنایا ، تب ان کو یہ فائدہ ہوگا ، کہ دنیا میں ان کو ایک ایسے معتبر شہید ، شہادت دہندہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مل جائیں گے ، جن کی صداقت پر وثوق کرتے اور ایمان رکھتے ہوئے ۵۳ کروڑ اشخاص انہی کی شہادت کو اپنی شہادت بنائے ہوئے ہیں ، لیکن اگر وہ اسلامی شہادت کو اس لئے نظر انداز کر دینگے ، کہ گواہ مدعی کے دعویٰ کی ہوبہو تائید نہیں کرتا ، یعنی بنائی ہوئی شہادت کی طرح مقررہ الفاظ طوطے کی طرح زبان سے ادا کرنے کے علاوہ اور کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا ، تب مسیحیت کو بہت بڑا نقصان یہ پہنچے گا ، کہ دنیا پر ان کا گواہ کوئی بھی باقی نہ رہ جاوے گا ، ذرا غور کرو ، کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر اب مسیحی کس کو اپنا گواہ بنا سکتے ہیں ،

کیا یہود کو ، جو مریم صدیقہ اور عیسیٰ مسیح کا نام سنتے ہی ایسے گندے الفاظ استعمال کرنے لگ جاتے ہیں ، جن کو تہذیب کے کان ہرگز نہیں سن سکتے ، اور جن کے تکلم کی اجازت انسانیت کی زبان ہرگز نہیں دے سکتی ،

کیا ہندوؤں کو ، جو مسیح کے نام سے بھی واقف نہیں ہیں ، بلکہ اس تمام سلسلہ نبوت کا جو آدم سے ابراہیم تک ، اور ابراہیم سے داؤد تک ، اور داؤد سے یحییٰ تک ہے ، انکار کرتے ہیں ، انکار مسیح کے ساتھ داؤد و موسیٰ اور شریعت آتشی کا بھی اُن کے نزدیک کوئی وجود نہیں ہے ،

کیا قدیم یونانیوں کو ، جو تثلیث کو افلاطون کے مسئلہ خدا ، عقل اور مادہ کی بگڑی ہوئی شکل بتلاتے اور عیسائیت کو یونانیوں کا مرہون احسان ، اور پولوس کو یونانی فلاسفروں کا چیلہ شاگرد کہا کرتے ہیں ،

کیا قدیم چینیوں کو ، جو خود ہی آسمان کا فرزند ہونے کے مدعی ہیں ، اور اپنے سوا کسی دوسری قوم کی فضیلت تسلیم نہیں کرتے ،

کیا قدیم مصریوں کو ، جن میں سے ایک شخص خدا کے رسول موسیٰ کے سامنے انا ربکم الاعلےٰ کا نعرہ لگاتا ، اور اس کی قوم اس کی تصدیق کرتی تھی ،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض مسیحی بزرگوں کے پاس مسیح کی تصدیق کرنے والا، اسے عزت دینے والا، اُس کی عظمت ظاہر کرنے والا کوئی گواہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا موجود نہیں، اب یہ بھی دیکھئے، کہ یہ شہادت کیسے زمانہ میں ادا کی گئی ہے، جب کہ یہودیوں اور بت پرستوں کی طرف سے عیسائیت کے خلاف سخت جوش، نفرت اور عداوت ظاہر کی جاتی تھی، ہم کو مسیحیوں کی تہذیب سے امید کرنی چاہیئے، اور خود مسیح کی تعلیم سے جو کرتہ چھیننے والے کو چادر دے ڈالنے کی نصیحت کرتا، جو دشمنوں سے محبت کرنے کا سبق دیتا ہے، یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے، کہ مسیحی ایسے گواہ کی ضرور عزت کریں، لیکن اس کے مقابلہ میں جو بدترین الفاظ مسیحی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہہ رہے ہیں، وہ ناگفتہ بہ ہیں،

ذرا یہ بھی خیال کرو، کہ کیا اس شہادت سے جو محمد رسول اللہ نے حضرت مسیح کے متعلق دی، اُن کی کوئی ذاتی غرض تھی؟ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے، کہ بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قضاعہ، فدک، تیما، خیبر کے یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن خاص کر اس لئے ہوئے، کہ وہ مسیح پر ایمان لانے کو ضروری ٹھہراتے تھے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم میں سے اس حصہ کو خارج کر دیتے، اور کم از کم اتنا ہی کرتے، کہ مسیح کے متعلق محض سکوت ہی اختیار فرما لیتے، تو اُن کو اور مسلمانوں کو ایام قیام مدینہ میں جن مصیبتوں، مشکلات اور لڑائیوں سے سابقہ پڑا، اُن کا نام و نشان نہ پایا جاتا، اسلامی ہسٹری کا جاننے والا جانتا ہے، کہ اقوام یہود قبائل اوس و خزرج کے حلیف تھے، اور ان ہر دو کے فوائد ملی، مدنی اور ملکی اتنے زیادہ مربوط و مضبوط تھے، کہ ایک کا دوسرے سے علیحدہ ہونا سخت دشوار تھا، اوس و خزرج کے مسلمان ہو جانے کے بعد یہود نے اُن کے خلاف کوئی رنج ظاہر نہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں پہنچ جانے اور مہاجرین کے سکونت پذیر مدینہ ہو جانے کے بعد بھی یہود نے اپنے معاہدہ میں کوئی خلاف ورزی نہ کی تھی، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جدید معاہدہ بھی کر لیا تھا، ان تمام حالتوں کی موجودگی میں یہود بالآخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بگڑے اور اس قدر بگڑے، کہ مسلمانوں کو اس وقت تک چین سے نہ بیٹھنے دیا، جب تک کہ اپنے ہاتھوں سے سلگائی ہوئی آگ میں خود ہی گر کر خاکستر نہ ہو گئے، کون نہیں جانتا، کہ کفار مکہ کو جنگ بدر میں ان یہودیوں ہی نے مسلح کیا تھا، اور غزوۂ اُحد میں ان یہودیوں ہی نے مدینہ میں غدر و بغاوت کی تھی، اور غزوۂ احزاب میں مختلف قبائل کو مختلف سازشی تدابیر، نقد رشوت، جھوٹے وعدوں اور نفرت انگیز اشعار

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اشاعت سے یہود ہی نے مدینہ پر بطور حملہ آور کے فراہم کیا تھا۔
ان تمام عداوتانہ کارروائیوں کی تہ میں جوش دلانے والی جوبات تھی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم متعلق مسیح علیہ السلام ہی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کے مقتول، مسیح اور ذی اثر فرقہ سے اگرچہ بہت ہی آزار پہنچے، لیکن یہ حضورؐ ہی کا جگر تھا، کہ اس صداقت کے اظہار میں حضورؐ نے کبھی ان مصیبتوں کی پرواہ نہ کی، اور کبھی اس لازمی شرط کو واپس نہ لیا، کہ کوئی شخص مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا، جب تک کہ وہ مسیح پر ایمان نہ رکھتا ہو۔
الغرض وہ گواہ جس نے ایسی مصیبتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی شہادت کو مسیح کے لئے ادا کیا ہے، آج مسیحی دوست اُسی کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، اور بایں ہمہ یہ بھی چاہتے ہیں، کہ اس کے الفاظ سے فائدہ بھی اٹھائیں، حالانکہ اُن کا یہ فعل عقلاً اور قانوناً، شرعاً اور رواجاً ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔
مصنف رسالہ نے مسیح کی خصوصیات کنواری کے بطن سے پیدا ہونا، جسم کے ساتھ آسمان پر جانا پھر قبل از قیامت زمین پر آنا درج کر کے بتلایا ہے، کہ اس طرح پر مسیح کی فضیلت سب انبیاء پر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن سے ثابت ہو جاتی ہے۔
میں کہتا ہوں، کہ اول مسیح کی فضیلت کو بائیبل سے ثابت کرنا چاہیے، جس پر آپ کا ایمان ہے، اور پھر اُس کے بعد قرآن سے آپ دلیل پکڑ سکتے ہیں، اور قرآن کا مطلب ہم سے معلوم کر سکتے ہیں۔
مہربانی سے مسیحی ثابت کر کے دکھائیں، کہ مسیح کو ملک صدق پر کیونکر فضیلت حاصل ہے، ملک صدق کی بابت پولوس کا بیان موجود ہے، کہ وہ بغیر ماں باپ کے ہوا، اور اس کا آغاز و انجام کسی کو معلوم نہیں، کیا مسیح ان صفات میں اُس کی ہمسری کر سکتا ہے، اگر نہیں تو مسیحی کو اپنا دعویٰ واپس لینا چاہیئے۔
مہربانی سے مسیحی ثابت کریں، کہ کیا مسیح کے معجزات خواہ اُن کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے، خواہ اناجیل نے، خواہ شاگردوں نے، غرض ان سب کا مجموعہ کیا ایلیا کے معجزات مندرجہ بائیبل کے برابر ہے، برابری سے مراد تعداد کی برابری لو، یا عظمت و شان کی برابری، یا تواتر و تعدد و اقعات کی برابری، کیا مسیح کے معجزے کسی طرح بھی ایلیا کے معجزوں کے برابر ہیں، اگر ان دونوں امور کا جواب نفی ہے، تو پھر مسیحی کس بنیاد پر مسلمانوں کو یہ مغالطہ دینے کی جرأت کرتا ہے، کہ مسیح محمد رسول اللہ صلعم سے بھی افضل ہیں، واضح ہو کہ مسئلہ افضلیت میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصیات شخصی کا بیان ناکافی ہوتا ہے، آدم بغیر ماں باپ کے تھے، پھر بھی کوئی مسیحی اُن کو ابن مریم سے افضل نہیں جانتا۔ داؤد بنی اسرائیل کے بادشاہ و امام تھے، پھر بھی کوئی مسیحی اُن کو ابن داؤد (مسیح) سے بزرگ تر قرار نہیں دیتا،

مسیح خود اپنے آپ کو اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو فراہم کرنیوالا بتلاتا ہے پھر بھی کوئی مسیحی مسیح کو اسرائیل سے جو بھیڑوں والا ہے، کمتر خیال نہیں کرتا، مسیح اس شریعت پر جسے موسیٰ علیہ السلام لائے، عمل کرتا، اور عمل کرنے کی تحریص دلاتا رہا، پھر بھی کوئی مسیحی یسوع کو موسیٰ سے فروتر تسلیم نہیں کرتا، ان حوالجات سے (جن کی تعداد اور زیادہ افزوں ہو سکتی ہے) یہ ثابت ہو جاتا ہے، کہ افضلیت میں خصوصیات شخصی محض ناقابل اعتبار ہوتی ہیں، مسلمانوں کے نزدیک بھی، اور عیسائیوں کے نزدیک بھی، اس لئے ہم اناجیل اور قرآن مجید سے ثابت کرینگے، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح سے افضل ہیں،

انجیل میں مسیح نے بتلایا ہے، کہ وہ صرف اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا، حضرت مسیح نے اپنے عمل سے بھی اسی قول کو مؤکد فرمایا تھا، انجیل میں اس غیر اسرائیلی عورت کا قصہ دیکھو، جس نے مسیح سے اپنی بیٹی کی بابت عرض کیا تھا اور شاگردوں نے اُس کی سفارش بھی کی تھی، مگر حضرت مسیح نے بیٹوں کی روٹی، کتوں کو دینے کی کہاوت سنا کر سمجھایا تھا، کہ وہ غیر اسرائیلی کو اپنا فیض دینے سے قطعاً ایسا ہی انکار کرتے ہیں، جیسا کہ ہر ایک شخص کتوں کو وہ روٹی نہیں دیا کرتا، جو فرزند کے واسطے رکھی گئی ہو، اس قاعدہ پر شدت کی پابندی کے ساتھ عمل کرتے ہوئے حضرت مسیح نے کبھی ایسی آبادی میں تبلیغ نہیں فرمائی، جہاں بنی اسرائیل آباد نہ تھے، اُن کے شاگردوں میں بھی کوئی غیر اسرائیلی شخص شامل نہیں ہے، حضرت مسیح کی اس اطلاع، اور قول اور عمل کے مقابلہ میں قرآن پاک کے اس اعلان کو دیکھئے۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض

(ترجمہ) اے محمدؐ! یہ سنا دو، کہ اے نسل انسانی کے بچو، میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ جو آسمان اور زمین کا مالک ہے،

اس آیت میں یہ اعلان کیا گیا ہے، کہ نبوت محمدؐی کا تعلق خدا کی ساری خدائی کے ساتھ اب بنی اسرائیل کے شمار کا مقابلہ تمام خدائی کے ساتھ جس کے اندر خود بنی اسرائیل بھی شامل ہونگے، اور جس کے اندر آسمانوں کے فرشتے، اور زمین کی تمام مخلوق بھی آگئے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھو، مسیح اور محمد صلواۃ اللہ علیہما کی فضیلت کا مسئلہ روشن ہو جائے گا،

اس اعلان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی دیکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی ہر ایک بڑی قوم اور اُن کے حکمرانوں اور رہنماؤں تک اپنی تعلیم کو پہنچایا تھا،

پھر اس عمل کا پاک نتیجہ دیکھو، کہ حضورؐ کے اصحاب میں بلحاظ نسل و قومیت قریشی، اوسی، خزرجی، تیمی، ازدی، اسدی، یہودی بن یامینی، قبطی، شامی، رومی، حبشی، پارسی، عضلی، دوائی، شبائی، اسرائیلی سب ہی موجود تھے، اور بلحاظ مذہب یہودی، عیسائی، آتش پرست، بت پرست، مادہ پرست، ملحد، دہریہ ابراہیمی، صابی، سیرادی ورجنوں اور سینکڑاوں کے شمار میں حاضر تھے، بلحاظ منصب و وجاہت سلاطین، اُمرا، حاکمان ملک، ہادیان مذہب، واعظان اولین مندروں کے پجاری، امامت کے مدعی، کاہن، ساحر، نجومی، غلام، آقا، تاجر، سپہ سالار، صناع، حرّاف، سب ہی دوش بدوش نظر آتے تھے، یہ واقعہ ایسا ہے، جس کا انکار کوئی منکر اسلام بھی نہیں کر سکتا، اسلئے اعلان قرآنی کا یہ ایسا قطعی ثبوت ہے، جو مسئلہ افضلیت کو بخوبی طے کر دیتا ہے،

مصنف رسالہ کو حضرت مسیح کے خطابی الفاظ کلمۃٌ مِنَ اللہ یا رُوحٌ منہ سے دھوکا لگا ہے، اور وہ چاہتا ہے، کہ ان الفاظ کے معانی آج مسلمانوں کو بتائے، اور ظاہر کرے کہ ان کے معانی وہ ہیں، جو مسیحی سمجھے ہیں، نہ وہ جو صاحب قرآن نے بتلائے، اور حاملان قرآن نے سمجھے ہیں، اگر مصنف کی یہ صرف غلطی ہے، اور مغالطہ نہیں ہے، تو ہم مختصر طور پر ان الفاظ کے معنی اُن کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں،

قرآن مجید میں جب اشیاء کی پیدائش کا ذکر آتا ہے، تو یہ الفاظ ہوتے ہیں:-

انما امرہٗ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون

(ترجمہ) جب خدا کسی شے کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کا حکم یہ ہے، کہ وہ اس شے کو فرماتا ہے کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے،

یہی سنت الٰہیہ ہے، کہ جن اشیاء کی خلقت بلا اسباب ظاہری ظہور میں لائی جاتی ہے، اُن کی بابت کن فیکون کا استعمال ہی کیا جاتا ہے، اسی سنت الٰہیہ کے مطابق حضرت مسیح کی پیدائش کا ذکر قرآن مجید ان الفاظ میں فرماتا ہے:-

واذ قالت الملئکۃ یامریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی بن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین ○ قالت رب انّٰی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذلک اللہ یخلق ما یشاء اذا قضی امرًا فانما یقول لہ کن فیکون ○ (آل عمران)

(ترجمہ) جب ملائکہ نے کہا، اے مریم! خدا تجھے اپنے ایک کلمہ (حکم) کی بشارت دیتا ہے، اُس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا اور آخرت میں وجاہت والا اور مقربین سے ہوگا، اور وہ لوگوں سے مہد میں اور عمر کے درمیانی حصہ میں کلام کرے گا، وہ صالحین سے ہوگا،

مریم بولی، خدایا میرے بچہ کیونکر ہوگا، مجھے تو کسی بشر نے چھوا تک نہیں، فرمایا، ایسی حالت ہی میں ہوگا، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، خلق فرما دیتا ہے، وہ جب کوئی حکم جاری کرتا ہے، تو فرما دیتا ہے، کہ ہو جا، وہ ہو جاتا ہے،

ذرا غور کرو، کہ جو کلمہ کُن تمام مخلوق کی پیدائش کا سبب ہُوا، وہی کلمہ کُن مسیح کی پیدائش کا سبب ہُوا، یوحنا نے اپنی انجیل کا آغاز یہاں ہی سے کیا تھا، کہ شروع میں کلمہ تھا، بیشک ہر چیز کا آغاز کلمہ ہی سے ہُوا، یوحنا نے تسلیم کیا ہے، کہ کلمہ ہی کلام تھا، اس لئے یوحنا سے بھی میری تائید ہوئی، پس جب کلمہ کُن کل آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا سبب ہُوا ہے، اور وہی کلمہ کُن مسیح کی پیدائش کا سبب ہُوا، تو اب کسی مسیحی کو قرآن مجید کے تمسک سے یہ کہنے کا حق کیونکر ہو سکتا ہے، کہ کلمۃ منہ کے معنی یہ ہیں، کہ مسیح خدا، یا اقنوم خدا، یا ابن خدا تھا، اور اگر اس کے یہ معنی مسیحی کے نزدیک کئے جا سکتے ہیں، تو اس کو یہ بھی مان لینا ضروری پڑے گا، کہ ہر ایک چیز خدا، اور اقنوم خدا، اور ابن خدا ہے، حالانکہ مسیحی اس کا سخت انکار کرتا ہے، لہذا صاف واضح ہوگیا، کہ مسیحی نے لفظ کلمہ کے معنی وہ کئے، جو مالا یرضی بہ قائلہٗ کی صفت میں آتے ہیں،

یعنی جس معنی کا وہم بھی صاحب کلام کو نہیں تھا، اب اس معنی کی تائید میں میں تو عربی کی عبارت پیش کرتا ہوں، یہ ترجمہ پادریوں ہی کا کیا ہُوا ہے، حلت کلمۃ الرب علی یوحنا بن زکریا اردو ترجمہ یہ کیا گیا ہے "خدا کا کلام یحییٰ بن زکریا پر اُترا" دیکھو اگر کلمۃ منہ کے معنی ابن خدا ہوتے، تو کلمۃ الرب کے معنی بھی یہی ہوتے، لیکن پادریوں نے اپنے ہی شائع کردہ ترجمہ سے ثابت کر دیا، کہ کلمہ کے معنی امر و حکم ہیں،

مصنف رسالہ نے "روح منہ" پر بڑا زور دیا ہے، اور وہ سمجھتا ہے، کہ اس لفظ سے تو مسیح کا ضرور ہی خدا اور اقنوم خدا ہونا ثابت ہوگیا، افسوس انہوں نے یہ نہ سوچا، کہ اگر مسیح اردو ترجمہ کے اعتبار سے روحِ خدا ہے، تو ان کو جسم خدا بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الگ ماننا پڑے گا، اور جن دنوں میں یہ روح خدا دنیا پر تھا، یا بقول مسیحیان صلیب پر لٹکا ہُوا تھا، اس وقت جسم خدا اپنی جگہ پر ضرور جسم بے روح تھا، مَیں جانتا ہوں، کہ اِن فقرات کو ہر ایک عیسائی بھی کفر سمجھتا ہے، اور اسی لئے مجھے توقع کرنی چاہیئے، کہ اب وہ روح منہ کے یہ معنی قرار دینے کو ضرور اپنی غلطی تسلیم کر لیں گے،

مسیحی دوستو! مسلمان روزانہ دعا میں پڑھا کرتے ہیں:۔

ربنا ورب الملٰئکۃ والروح

(ترجمہ) وہ ہمارا، اور ملائکہ اور روح کا رب ہے،

اس سے معلوم ہوگا، کہ مسلمانوں کے نزدیک روح بھی ویسی ہی مخلوق ہے، جیسا کہ ایک مسلمان اپنے آپ کو مخلوق سمجھتا ہے، قرآن مجید کا دوسرا مقام ملاحظہ ہو:

وبدأ خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سللۃ من ماء مھین ثم نفخ من روحہ

(ترجمہ) خدا وہ ہے، جس نے انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے اور اس کے بعد اس کی نسل کو پانی سے چلایا ہے، خدا وہ ہے، جس نے انسان کے اندر اپنی روح ڈالی ہے،

مسیحی دوست کو لازم ہے، کہ قرآنی مطلب سمجھنے کے لئے من روحہ پر غور کرے، انسان سے مراد خواہ وہ آدم لے لے، یا آدم کا کوئی بچہ، بہرحال قرآن سے یہ ثابت ہوگا، کہ آدم یا نسل آدم کے اندر خدا نے اپنی روح ڈالی ہے، اس بیان کے بعد مسیح کو روح منہ کہنے سے کیونکر کوئی ایسی فضیلت مل سکتی ہے، جو کسی مخلوق میں نہ تھی،

مسیحی دوستو! مسیح کو روح منہ کہنے سے قرآن پاک کا مقصد یہ ہے، کہ مسیح اور اُن کی والدہ پر جو ناپاک حملے اُن کی پیدائش کے متعلق کئے جاتے تھے، اُن کا رد ہو جائے، اور تمام دنیا کو معلوم ہو جائے، کہ مسیح ایک ایسی پاک مخلوق ہے، جسے قدوس کی بارگاہ سے وہی نسبت حاصل ہے، جو خدا کی تمام پاک و برگزیدہ مخلوق کو انتساب خاص ہوتا ہے،

مصنف رسالہ واقعہ تصلیب کو تاریخی واقعہ قرار دے کر اس کی شہادت کو نہایت قوی اور شک سے بالاتر قرار دیتا ہے، اور اسی ضمن میں وہ جوش سے یہ بھی کہہ دیتا ہے، کہ تصلیب کے متعلق جو واقعہ قرآن نے بیان کیا ہے، وہ دورِ جہالت کی ایک یادگار ہے، جو ایک معہود ذہنی کو برقرار رکھنے کے لئے بنائی گئی ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیحی دوستو! بعینہٖ یہ فقرہ قرآن کی نسبت یہودی بھی کہا کرتے ہیں، جب کہ قرآن واقعہ ولادت مسیح کو بیان کرتا ہے، لیکن قرآن مجید عیسائیوں، یہودیوں کی افراط و تفریط کی پرواہ نہ کرتا ہوا، اور کسی ایک فرقہ کی پسند یا ناپسند کو ملحوظ نہ رکھتا ہوا ہر ایک واقعہ کو پوری صحت اور اعتدال سے بیان کرتا ہے، خواہ واقعہ ولادت کے متعلق یہود اس کے بیان کو متمسخر ٹھہرائیں، اور عیسائی اس پر تمسک کریں، اور خواہ واقعہ نبوت کے متعلق عیسائی اس کے بیان کو ہنسی میں اڑانا چاہیں، اور یونی ٹیرین اس پر تمسک کریں، اس رسالہ کا مصنف واقعہ تصلیب کو مسلمہ تاریخی وقوعہ بتلاتا ہے شاید اس کے خیال میں تاریخی مسلمہ واقعات کی یہی تعریف ہوتی ہوگی، بعض اناجیل میں مسیح کے ساتھ دو اور مجرموں کا صلیب پر چڑھایا جانا بیان ہوا ہے۔ اور یوحنا کی انجیل میں اس کا ذکر تک نہیں،

قرآن مجید نے واقعہ صلیب کے متعلق یہ الفاظ بیان کئے ہیں:۔

ولکن شبہ لھم و ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن

اناجیل بیان کرتی ہیں، کہ حاکم نے مسیح کی موت کو شک اور حیرت کے ساتھ سنا تھا، کہ ایسی جلدی کیونکر مرگیا، اناجیل بیان کرتی ہیں کہ یہودی سبت کے شروع ہو جانے کی وجہ سے یا شروع ہو جانے کے خوف کی وجہ سے پہلے ہی چلے گئے تھے،

اندریں صورت ایسے شخص یا ایسے اشخاص کی شہادت صرف قیاسی اور سنی سنائی بات رہ جاتی ہے،

مجھے مسیحی دوستوں سے یہ بھی عرض کر دینا چاہیے، کہ مسیحی اعتقاد کی خوبی صرف اتنے ہی واقعہ پر مکمل نہیں ہو جاتی ہے، کہ مسیح کو صلیب دیا گیا، بلکہ مسیحی اعتقاد یہ ہے، کہ مسیح گنہگاروں کے گناہوں کو لے کر صلیب پر چڑھا، خود ملعون ہوا، خود جہنم میں گیا، اسی اعتقاد کو اس رسالہ کے مصنف نے ایشیائی شاعری کے پیرایہ میں ملبوس کر کے الفاظ ذیل کا استعمال کیا ہے:

"اس فعل ترحم و ایثار سے خدا نے ہم پر ظاہر کر دیا، کہ خدا ہمارے تمام آلام، مشکلات، مواثقات و مصائب بلکہ موت تک میں ہمارا دکھ بٹاتا اور ہماری غمگساری کرتا ہے"

ایک محقق یہ دریافت کرنا چاہتا ہے، کہ مسیح کا صلیب پر اپنی مرضی سے جانا کس شہادت پر مبنی ہے، قبل ازانکہ ہمارے دوست ہمارے سامنے کوئی بیرونی شہادت پیش کرنے کی تدبیر کریں، ہم ان کے سامنے خود مسیح ہی کی شہادت کو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں،

تمام انجیلیں جو کروڑوں کی تعداد میں بیسیوں زبانوں کے اندر پھیلی ہوئی ہیں، اُن میں حضرت مسیح کے اصلی الفاظ کا صرف ایک فقرہ ہے، اور جس قدر حفاظت اس فقرہ کی لفظاً کی گئی ہے، اور جس تواتر اور قطعیت کے ساتھ اس کی روایت ہوئی ہے، اس کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں، کہ عہد نامۂ قدیم و جدید میں سے کسی فقرہ کو بھی یہ منزلت حاصل نہیں، وہ فقرہ یہ ہے، جو بیان کیا گیا ہے، کہ مسیح نے اس وقت کہا تھا، جب کہ وہ صلیب پر لٹکائے جانے کو تھے:-

ایلی ایلی لما سبقتانی ـــــ پس اب نتیجہ پر خود غور کر لیجئے۔

پندرھواں خط

یہ خط جناب بابو مادھو پرشاد صاحب دلہوی کے نام لکھا گیا ہے، جو ان کے چند سوالات کے جوابات میں ہے، خادم

جنابِ من! تسلیم۔ ۲۴ جون کا خط پہنچا، سوالات کے جوابات ذیل میں درج ہیں:-

۱- اذان کے وقت کانوں پر ہاتھ رکھنے سے مطلب صرف یہ ہے، کہ اس طرح آواز دور تک جاتی ہے، یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے،

۲- شیطان کا مور اور سانپ کے توسل سے بہشت میں جانا عیسائیوں کی باتیں ہیں، اسلامی نہیں، ہاں بعض علماء اسلام نے اسرائیلی باتوں کا اندراج اپنی کتابوں میں کیا ہے، جو سند نہیں، اس عیسائی تعلیم پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں، اس کا جواب عیسائیوں ہی کو دینا چاہیئے،

۳- حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شکل پر دوسرے شخص کا ہو جانا اور اُسی کا دار پر چڑھایا جانا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں، یہ روایات بالکل غیر مستند اور ضعیف اور مرجوح ہیں، اس لئے اسلام پر کوئی اعتراض اِن سے وارد نہیں ہو سکتا،

۴- اسلام منع نہیں کرتا، اگر کوئی میز پر چھری کانٹے سے کھانا کھاتا ہے، یا کوئی دستر خوان پر فرش پر بیٹھ کر کھاتا ہے، اسلام اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا،

۵- اسلام میں خنزیر کی خوراک سے اس لئے منع کیا گیا ہے، کہ یہ شریعت موسَوی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں بھی حرام ہے، حضرت مسیح نے بھی اسے حرام ہی تبلایا ہے، لیکن ثابت نہیں، کہ حضرت مسیح نے اسے کھایا ہو، پولوس صاحب نے اپنی خواب کے بھروسہ پر اس کا کھانا شروع کر دیا تھا، اب جو لوگ خواب کا درجہ شریعت سے بڑھ کر سمجھتے ہوں، وہ کھایا کریں، جو لوگ پولوس کا مرتبہ حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ سے اعلیٰ جانتے ہوں، وہ کھایا کریں،

(الف) مسلمان تو ہر ایک درندہ کا گوشت حرام سمجھتے ہیں، اور خنزیر بھی اُن میں سے ہے،

(ب) مسلمان تو ایسے سب جانوروں کا گوشت حرام سمجھتے ہیں، جن کا اثر جسمانی صحت اور اخلاق روحانیت کے لئے مضر ہے، اور خنزیر بھی اُن میں سے ہے،

۶۔ اب آپ کا چھٹا سوال رہ جاتا ہے، کہ محمد مصطفےٰ ؐ کس طرح رحمۃ للعالمین ہو سکتے ہیں :-

جنابِ من! عالمین کے لئے رحمت وہی وجود مزکی ٹھہرے گا، جس نے اہل عالم، بلکہ عالم و رعالم کی بہبود و سود، رفاہ و رفاح، خیر و صلاح، عروج و ارتقا کے لئے بلا شائبہ غرض، اور بلا آمیزش طمع اپنی پاک تر زندگی کو صرف کیا ہو، جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو، جس نے الٰہی جلوہ انسانوں کو دکھلایا ہو، جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو، جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم، اور حفاظت عامہ کو مضبوط کیا ہو، جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی و پادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ اور ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو، جس نے فلک کی بلندی زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو،

جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو اخوانی سکھلائی ہو،

جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں، اور جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب اور حکمت کے چشمے چلائے ہوں،

جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا دربند بنایا ہو، جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند بنایا ہو، وہ غریب کا محب، مسکین کا ساتھی، شاہوں کا تاج، آقاؤں کا آقا، غلاموں کا محسن، یتیموں کا سہارا، بے آسروں کا آسرا، بے خانوں کا ماوا، دردمند کی دوا، اور چارہ گروں کا دردمند، مساوات کا حامی، اخوت کا بانی، محبت کا جوہری، اخلاص کا مشتری، صدق کا منبع، اخلاص کا معدن، خاکساری کا نمونہ، رحمت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربانی کا پتلا، اولین انسان، اور آخرین رسول اگر رحمۃ للعالمین نہیں ہے، تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا نام اور کیا ہوگا،

اں رحمۃ للعالمین وہ ہے، جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین، دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو،

رحمۃ للعالمین وہ ہے، جو یہودیوں کی طرح نذر اور منت کی قبولیت کے لئے بنی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا، جو کاتھولکوں کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں نہیں دے دیتا، جو روح کو سورگ یا نرگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا، جو مخصوص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرزند نہیں ٹھیراتا، جو نسل واحد کے افراد ہی کو خدا کی برگزیدہ قوم قرار نہیں دیتا، جو یہودیوں، عیسائیوں، زردشتوں، برہمنوں چینیوں اور لاماؤں کی طرح اپنی اپنی قوم کے سوا اور سب پر خدا کی رحمت و افضال کے خزانے بند نہیں کرتا،

اں رحمۃ للعالمین وہ ہے، جو بندہ کو خدا کی حضوری تک لے جاتا، اور ادعونی استجب لکم کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے، اور خدا و بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لئے کوئی درجہ نہیں باقی چھوڑتا ہے،

رحمۃ للعالمین وہ ہے، جس کے دربار میں عداس نینوی، بلال حبشی، سلمان پارسی صہیب رومی، ضماد ازدی، طفیل دوسی، ذوالکلاع حمیری، عدی طائی، ثمامہ نجدی، ابوسفیان اموی، ابوذر غفاری، ابوعامر اشعری، کرز فہری، ابوحارث مصطلقی، پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں،

اتنی مختلف قوموں اور اتنے مختلف الدعاوی سرداروں کا مجموعہ کسی اور جگہ نظر بھی آتا ہے؟ ہر ایک شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم کا حق وکالت ادا کر رہا ہے، ہر شخص اپنے اپنے دامن کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیوں کو بھر رہا، اور اپنے اپنے ملک کے مشام جان کو اُن سے معطر بنا رہا ہے،

رحمۃ للعالمین وہ ہے، جس کے دربار میں عثمان طلحہ بھی موجود ہے، جو کعبہ کی کلید برداری کی وجہ سے حجازی قوموں میں اسی اعزاز کا مستحق تھا، جو عزت رومی کلیسا کے مسند نشین کو آسمان کی کلید برداری سے حاصل ہوتی ہے،

اس کے دربار میں عبداللہ بن سلام بھی موجود ہے، نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھو، تو سیدنا یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تک منتہی ہوتا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قومی وجاہت پر نظر کرو، تو یہودان بنو قریظہ و بنو قینقاع و بنو نضیر و فدک وغیرہ کا بچہ بچہ خیرنا وابن خیرنا کہہ کر انہیں یاد کرتا ہے،

فضیلت دینی اور بزرگی امامت کا اندازہ کرو، تو قوم کے رہبان واحبار سیدنا وابن سیدنا سے اُسے مخاطب کر رہے ہیں، لیکن دربار محمدی میں یہ بزرگوار صفِ نعال میں جاگزین ہیں، اور دل ہی دل میں خوش ہو رہے ہیں، کہ ع

تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اسی دربار میں صرمہ بن انس بھی موجود ہے، صحف انبیاء کا عالم ہے، سوریا اور یروشلم کے سفر متواتر کئے ہیں، توارات وانجیل کو قدیم زبانوں میں پڑھا ہے، دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے، دربار حبش میں اس کی متعدد کرامات کا چرچا ہے، عیسائیان حجاز کے سب سے بڑے گرجا کا بڑا بشپ یہی ہے، لیکن اب وہ ما المسیح ابن مریم الا رسول کو بار بار پڑھ رہا ہے، اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے،

ہاں **رحمۃ للعالمین** وہ ہے، جس کے دربار میں سلمان پارسی بھی موجود ہے، ان کا آبائی مذہب زرتشتی تھا، کیتھولک کے زرق برق سامان کو دیکھا تو کیتھولکی مذہب اختیار کر لیا، اطمینانِ قلب نہ ہوا، تو ایران، شام اور حجاز کے کونہ کونہ کو چھان مارا، دل ٹھہرا تو حضورؐ ہی کے قدموں میں آکر، اب اگر کوئی باپ دادا کا نام بھی پوچھتا ہے، تو فرماتے ہیں:-

سلمان بن اسلام ابن اسلام سبعین مرۃ

اس دربار میں خالد بن ولید بھی حاضر ہیں، جو بُت پرست ہیں، اور بت پرستی کی حمایت میں شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا چکے ہیں، اور ایک جنگ میں اسلامی رسالہ کو ہزیمت فاش دے چکے ہیں، اچا ہیئے تھا، کہ یہ تو حضورؐ کے کفش بردار نہ ہوتے، مگر آپ دیکھ رہے ہیں، کہ آج وہ بھی غلاموں کی صف میں بیٹھے ہیں،

ہاں **رحمۃ للعالمین** وہ ہے، جس کے دربار میں یمن کا وائسرائے، حکومت ایران کا مختار کل باذان اور شام کا وائسرائے روما کا حکمران فروہ خزاعی بھی غلامی کا دم بھرتا ہے، حالانکہ اُن کو زوال حکومت کا ڈر ہے نہ کسی گرفت کی پرواہ،

ہاں **رحمۃ للعالمین** وہ ہے، کہ جس کے دربار میں اُکیدر شاہ دومۃ الجندل اور جیفر شاہ بحرین اور اصحمہ شاہ ابی سینیا اور ذوالکلاع شاہ حمیر شاہوں کی صف میں نہیں بلکہ غلاموں کی صف میں بیٹھے ہیں اور اسی کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمۃ للعالمین وہ ہے، جس کے سامنے ابن زہیر جیسا سخن گستر اور نابغہ جیسا زبان آور اور کعب جیسا نغزمہ سنج اور حسان جیسا حقیقت طراز بھی، زانوئے ادب تہ کئے بیٹھا ہے،

جناب من! خط طویل ہو رہا ہے، ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ حضورؐ کے سوا دنیا بھر میں کوئی رحمۃ للعالمین ہو ہی نہیں سکتا، اگر تکلیف نہ ہو، تو میری کتاب رحمۃ للعالمین جلد سوم مطالعہ فرمایئے گا، جو عنقریب شائع ہوگی انشاء اللہ۔

راجی رحمت،
محمد سلیمان عفی عنہ

سولھواں خط

جناب مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ نے دریافت فرمایا ہے، کہ آیا کسی غیر مسلم کا قتل جائز ہے، یا نہیں؟ جیسا کہ سرحد پر آئے دن ہوتا رہتا ہے، سو جواباً عرض ہے، کہ مذہب اسلام میں ناحق مار ڈالنا کسی انسان کا ناجائز ہے حرام ہے، اور بدترین گناہ ہے، مقتول خواہ مسلمان ہو یا فرنگی، یا یہودی یا ہندو، یا پارسی یا کوئی اور،

۱۔ اللہ پاک فرماتا ہے:۔

کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (مائدہ رکوع ۵)

(ترجمہ) ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ حکم لکھا تھا، کہ جس کسی شخص نے کسی شخص کو (باستثنائے حالت قصاص یا سزائے فساد جو ملک میں پھیلایا ہو) قتل کیا، اس نے گویا سب ہی انسانوں کو مار ڈالا،

ابن جریر نے امام حسن بصریؒ سے یہ روایت کی ہے، کہ کیا یہ آیت بنی اسرائیل کے لئے ہی ہے، یا ہمارے لئے بھی، انہوں نے قسم کھا کر کہا، کہ ہمارے لئے بھی یہی حکم ہے، (تفسیر درمنثور جلد دوم صفحہ ۲۷)

۲۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے:۔

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (انعام رکوع ۱۹)

(ترجمہ) قتل نہ کرو کسی جاندار کو، جس کو خدا نے تم پر حرام کر دیا ہے، بجز حق کے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل انسان کی ممانعت میں اور بھی آیات ہیں، جنہیں بخوفِ طوالت درج نہیں کیا جاتا،

ہر دو آیات مذکورہ بالا میں دو امر غور طلب ہیں:-

(۱) اس جاندار سے کون مراد ہے، جس کا قتل حرام ہے،

(۲) وہ حق کیا ہے، جس کی وجہ سے ایک محفوظ شخص کا قتل کرنا جائز ہے،

امر اوّل کا جواب حدیث نبوی اور اجماع امت سے یہ ہے، کہ اس سے ہر ایک انسان کا بچہ (خواہ وہ مسلمان ہو، یا نہ ہو، لیکن اس کی حفاظت یا امن کے متعلق مسلمانوں کی طرف سے ایک قسم کا عہد و پیمان ہو چکا ہو) مراد ہے،

حدیث شریف میں ہے:-

من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة وان ريحها توجد من مسيرة اربعين خريفا-

جس نے کسی عہد والے کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سالہ راہ کے فاصلہ سے آتی ہے،

لفظ معاہد کو خواہ حرف ہا کے کسرہ سے پڑھو، خواہ فتح سے، معنی ایک ہی رہیں گے، کیونکہ باب مفاعلت کا خاصہ یہ ہے، کہ معنی اشتراک اس سے نکلا کرتے ہیں،

مجمع البحار کے مصنف نے لکھا ہے، کہ کسرۂ ہا بھی درست ہے اور فتحہ ہا بھی، گو فتحہ زیادہ مشہور ہے، اور اکثر پڑھی جاتی ہے، اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے، جس سے تمہارا عہد ہو چکا ہو، اور حدیث شریف میں اس لفظ کا استعمال ذمی کے لئے ہوا ہے،

ہم کہتے ہیں، کہ کچھ ذمی پر ہی حصر نہیں، بلکہ غیر ذمی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، اب عہد و پیمان کی تین قسمیں ہیں:-

۱- مسلمان پادشاہ غیر مذہب کی رعایا کے ساتھ عہد و پیمان کرے،

۲- غیر مسلم پادشاہ اسلامی ملک پر قابض ہو کر وہاں کی رعایا سے عہد و پیمان کرے،

۳- مسلمان پادشاہ غیر مسلم پادشاہ سے عہد و پیمان کرے،

ہم کو غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے، کہ سلطنت برطانیہ کا اپنی رعایا کے ساتھ ضمناً معاہدہ سلامتی طرفین اور حفظ و امان کا ہو چکا ہے، جو قسم دوم کے موافق ہے، اور امیر عبدالرحمن خاں اور تاج برطانیہ کا عہد نامہ اگر قسم دوم میں نہیں، تو قسم سوم میں تو ضرور داخل ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اعتبار سے ہم دولت برطانیہ کو اور اس کی رعیت کے ہر فرد کو اور امیر صاحب کی رعایا کو معاہد، اور معاہد کہہ سکتے ہیں، اور جب ایسا کہنا صحیح ہے، تو یہ کہنا بھی صحیح ہے، کہ جو کوئی شخص کسی انگریز یا کسی رعایائے انگریزی کے قتل کا ارتکاب کرتا ہے، وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا، ایسے قتل پر ثواب یا نجات کے ملنے کا تو ذکر کیا ہے، وہ تو جنت سے بالکل محروم ہو جاتا ہے،

اب رہا اس حق کا بیان جس کی وجہ سے کسی شخص کا قتل کیا جانا جائز ہے۔ اس کی صرف تین صورتیں ہیں:-

۱۔ قصاص،

۲۔ ارتداد،

۳۔ مسلمان کا جو آزاد، بالغ اور بیاہتا ہو زنا کرنا،

ان ہر سہ صورتوں کے لئے یہ ضروری ہے، کہ دار الاسلام ہو، اور قاضی نے تحقیق کامل کے بعد حکم دیا ہو،

جلالین اور بیضاوی اور روح المعانی نے بھی بحوالہ احادیث یہی معنی لئے ہیں، اور چونکہ سرحدی علاقہ پر جو کشت و خون ہوتا ہے، وہ اسی قبیل سے ہے، اس لئے اس کے حرام اور ناجائز ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں، آنحضرتؐ نے کبیرہ گناہ یہ بیان فرمائے ہیں:-

۱۔ شرک،

۲۔ والدین کی نافرمانی،

۳۔ جاندار کا قتل،

۴۔ سدا کی قسم جھوٹی،

دوسری حدیث میں ہے، کہ جب کوئی شخص مظلوم قتل ہوتا ہے، تو اس کا گناہ پہلے انسان پر (جو قاتل تھا) ہوتا ہے، کیونکہ اسی نے قتل کی راہ نکالی تھی، صحیح مسلم کی حدیث میں کبیرہ گناہ یہ بیان ہوئے ہیں:-

شرک، نافرمانی والدین، قتل جاندار،

رہی یہ بات کہ قرآن مجید کے بعض مواقع پر قتل کا حکم علی العموم دیا گیا ہے:-

شلاً:- واقتلوھم حیث ثقفتموھم۔

جہاں کہیں پاؤ، اُن کو قتل کرو،

واقتلوھم حیث وجدتموھم۔

جہاں کہیں پاؤ، اُن کو قتل کرو،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاتلوا المشرکین کافۃ

سب مشرکوں کے ساتھ جنگ کرو،

ان آیات میں وہ لوگ مراد ہیں، جو مسلمانوں پر علانیہ تاخت وتاراج کریں، یا بدعہدی صریح کریں، یا مسلمانوں کو خطرات میں ڈال کر کافر بننے کو کہیں، اور یہ معانی ایسے ہیں، جو ان ہی آیات کے سیاق وسباق سے بخوبی ظاہر ہوتے ہیں،

ان جملہ دلائل سے ظاہر ہے، کہ جس طرح کا کشت وخون سرحدی اضلاع پر ہوا کرتا ہے، اس کی اجازت دین اسلام اور شرع شریف نے ہرگز نہیں دی، بلکہ اسلام کا حکم تو یہ ہے، کہ اگر منافق تمہارے ساتھ بدعہدی کریں، اور ایک ایسی قوم کے ساتھ جس سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے، جا ملیں، تب ان کو بھی قتل نہیں کرنا چاہئیے، خیال کرو کہ اس سے بڑھ کر اور کیا نرمی قانون قدرت کی حفاظت کے لئے ہو سکتی ہے، فقط،

محمد سلیمان عفی عنہ

۱۷
سترھواں خط

انی احمد اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

السلام علیکم! یا مولانا! والا نامہ صادر ہوا، مولوی نظام الدین صاحب کے سامنے میں نے اپنا خیال یہ ضرور ظاہر کیا تھا، کہ کافر اگر تعمیر مسجد میں چندہ از خود دے، تو اس سے انکار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں،

جو الفاظ مولوی عبدالحی صاحب کے جناب نے نقل کئے ہیں، اور جو عبارت تفسیر خازن کی تحریر فرمائی ہے، میں اسے اپنا خیال واپس لینے کے لئے ہنوز کافی نہیں سمجھتا ایک طالب علم کے لئے قابل غور لفظ عمارت کے معنی ہیں، اور اس کی بابت صاحب خازن نے واختلفوا فی المراد بالعمارۃ علی قولین۔ تحریر کر دیا ہے، اب قول اول وہ ہے جو جناب کا مختار ہے، اور قول ثانی وہ ہے، جو مختار نیاز مند ہے اور جب مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور بلحاظ لغت قول ثانی بھی غلط نہیں ہے، بلکہ اس طرف بھی اہل علم ہیں تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ کیوں سہل ووسیع صورت کو ترجیح نہ دی جائے،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن امن باللّٰہ والیوم الاٰخر۔
کے تحت میں شاہ عبدالقادرؒ دہلوی نے ترجمہ یوں کیا ہے، کیا کیا ہے تم نے پانی پلانا
حاجیوں کا۔ اور خدمت کرنا مسجد حرام کا الخ،

ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللّٰہ شاھدین علیٰ انفسھم بالکفر کا ترجمہ یہ
کیا ہے، نہیں لائق واسطے مشرکوں کے یہ کہ آباد کریں مسجدوں اللہ کی کو الخ

انما یعمر مسجد اللّٰہ من امن باللّٰہ والیوم الاٰخر۔ کا ترجمہ یوں کیا ہے،
آباد کرتے ہیں مسجدوں اللہ کی کو وہ لوگ الخ

اب محاورات عرب پر غور فرمایئے:۔

عمر اللّٰہ منزلک عمارۃ۔	آباد گرداند خدا خانہ ترا،
عمر الرجل مالہ عمارۃ وعمورا۔	لازم گرفت مال را،
عمر الرجل بیتہ عمارۃ وعمورا	لازم گرفت خانہ خود را،
عمر الرجل ربہ۔	پرستید خدائے خود را،
اعمر المکان۔	باشندۂ آں جائے گردید،
اعمر علیہ	بے نیاز وغنی ساخت او را،

اب یہ بھی غور فرمایئے، کہ تشدید مبانی کے معنی میں قرآن مجید نے اس مصدر کا استعمال باب تفعیل سے کیا ہے، وعمروھا اکثر مما عمروھا (سورہ روم) قرآن مجید نے ہر دو موقع پر استعمال میں جو فرق رکھا ہے۔ یہ بھی جناب جیسے شیدائے زبان عرب کے لئے قابل غور ہے،

مَیں نے مولوی نظام الدین کے سامنے یہ بھی ظاہر کیا تھا، کہ اگر کسی مسجد کی تعمیر میں کافر کا پیسہ لگا ہو، تو صرف اسی وجہ سے وہ تعمیر ناپاک نہیں ہو جاتی، اس کی مثال خانہ کعبہ کی تعمیر ہے، جو کفار قریش نے ۳۵ میلاد مبارک میں کی تھی، ۸ہجری میں جب مکہ زیر اسلام ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپاک بتوں کو تو باہر پھینکوا دیا، مگر اس تعمیر کو جو کافروں کی بنائی ہوئی تھی، تا حیات طیبہ مبارکہ خود اسی حالت میں رہنے دیا، یہ ناممکن ہے، کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تعمیر کعبہ کو ناپاک بھی سمجھتے اور پھر اسے باقی بھی رہنے دیتے، اور باوجود غلبہ و تصرف تامہ اسی تعمیر کا طواف کیا کرتے،

مختصر الفاظ میں مَیں نے اپنے خیال کو ظاہر کر دیا ہے، نعوذ باللہ کہ مَیں متقدمین سے الگ ہوکر کوئی نئی راہ نکالوں، مَیں یستمعون احسن القول کو اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہوں، اور خازن کی عبارت کو بھی اپنی تائید میں پیش کر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں، جیسا کہ جناب بھی اسے پیش کر سکتے ہیں، مزید دلائل اگر جناب کو معلوم ہوں، تو تحریر فرمائیں تاکہ اگر یہ فہم بالکل غلط ہو، تو اسے چھوڑ دیا جائے، اور اگر اس کی صورت بالآخر مختلف فیہ مسائل کی سی نکلے، تب میں خیال کرتا ہوں، کہ میرے پاس اس وقت تک شواہد زیادہ قوی ہیں،

ہاں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ۔ سورۂ برات کی آیات میں سے ہے، ان آیات کو جناب علی مرتضیٰ نے بحکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین پر پڑھ کر سنایا تھا، اور ان آیات کے اتباع میں یہ بھی فرمایا تھا،

امرت باربع لا یقرب البیت بعد ھذا العام مشرک۔

اس تفسیر مرتضوی بلکہ حکم نبوی سے واضح ہوتا ہے، کہ ماکان للمشرکین (الآیۃ) ان لا یقرب البیت بعد ھذا العام مشرک ہے، یہ تفسیر اس اختلاف پر جس کا ذکر صاحب خازن رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے، کافی ہے، کم از کم ایک شخص کو حقِ استناد تو ضرور عطا کرتی ہے،

ماکان للمشرکین کی شان نزول حضرت عباسؓ کے حق میں بیان کی گئی ہے،

اب یہ معلوم ہونا ضروری ہے، کہ حضرت عباسؓ عمارت مسجد کیونکر فرماتے تھے، عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔

وکان العباس فی الجاھلیۃ فی قریش والیہ کانت عمارۃ المسجد الحرام والسقایۃ فی الجاھلیۃ۔ فالسقایۃ معروفۃ۔ واما العمارۃ فانہ کان لا یدع احد فی المسجد الحرام ولا یقول فیہ ھجراً یحملھم علی عمارۃ فی الخیر لا یستطیعون لذلک امتناعاً لانہ کان ملاء قریش قد اجتمعوا وتعاقدوا علی ذلک فکانوا لہ اعواناً علیہ وسلموا ذلک الیہ ذکرون الزبیر وغیرہ من العلماء بالنسب والخیر والاستیعاب ج۲ ص۲۹۵ للحافظ ابی عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن   ولا سنہ ثمان وثلاثمائۃ فی ربیع الاخر وفات لیلۃ الجمعۃ سلخ ربیع الاخر سنہ ثلاث وستین واربعمائۃ۔ قال الذھبی

اس عبارت نے صاف کر دیا، کہ حضرت عباسؓ کو کن معنوں میں حق عمارت مسجد حرام حاصل تھا، اب یہ توضیح میرے مطلب کو بالکل صاف کر دیتی ہے،

ہاں مولوی صاحب! خازن نے ہر دو اقوال بیان کئے ہیں، مگر جلالین نے صرف ایک قول لیا ہے، جو اس نیاز مند کا مختار ہے، فقط

احقر محمد سلیمان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھارھواں خط

معلوم ہوتا ہے، کہ آپ نے یہ خط کسی ایسے عزیز کو لکھا ہے، جس پر کسی منکر حدیث نے کچھ اعتراض کئے ہونگے، اور اس نے آپ سے لکھ کر پوچھا ہوگا، جس کے جواب میں آپ نے یہ خط لکھا
خادم

عزیزم سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بیشک آج کل کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو احادیث نبوی کی وقعت و منزلت کو گھٹانے میں بہت زور لگا رہے ہیں، اور لوگوں میں یہ مشتہر کرتے ہیں، کہ جب احادیث کو تین چار صدیوں کے بعد قلمبند کیا گیا، تو پھر ان پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے ان لوگوں کا بیان صرف دھوکا ہی دھوکا ہے، حدیث نبوی کی کتابت بھی اسی وقت شروع ہو گئی تھی، جب سے کہ اس کی روایت کا آغاز ہوا، ابوہریرہؓ کی شہادت موجود ہے، کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ احادیث نبوی کو برابر قلمبند کیا کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو ایسا کرنے کی اجازت عطا فرمادی تھی، سنن دارمی میں متعدد روایات موجود ہیں، جن سے واضح ہے، کہ عہد صحابہ میں احادیث کے لکھنے کا عمل برابر موجود تھا، امام مالکؒ کے اساتذہ میں ایسے بزرگ موجود ہیں، جنہوں نے خاص خاص ابواب کے متعلق اپنی کتابوں کی تالیف کی تھی، اور ان کتابوں میں احادیث رسول نبی کا گنجینہ فراہم کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے، کہ رب العالمین کے ارشاد لتبین للناس کے تحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا، کہ معانی قرآن مجید کی تفہیم فرمائیں، اور تعلمہ الکتٰب والحکمۃ کے تحت ضروری تھا، کہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں، علیٰ ہذا صحابہ کرام اور ان کے تابعین پر لازم تھا، کہ رسول پاک کی تعلیم و تفہیم کی نشر و اشاعت میں وہی کام کریں، جو آج پریس انجام دیتا ہے،

جب ہم ان منکرین حدیث کے عمل کو دیکھتے ہیں، تو معلوم ہو جاتا ہے، کہ یہ خود اپنی اپنی فہم و رائے کی اشاعت میں کتابیں لکھنے اور لوگوں کو ان کتابوں کے مطالعہ کا شوق دلانے اور اپنی فہم و رائے کے موافق آیات قرانی کی تفسیر کرنے اور حصر معانی کا دعوے کیا کرتے ہیں، اُن کے اس نقل و عمل کے ساتھ ان کے اس قول کا موازنہ بھی کرنا چاہیئے، کہ قرآن مجید کے سوا نہ حدیث کی ضرورت ہے نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کی، اگر اس قول میں کچھ بھی راستی موجود ہوتی، تو خود ان لوگوں کا اپنا فعل و عمل یہ نہ ہوتا، اُن پر لازم تھا، کہ صرف آیت قرآنیہ پڑھ کر خاموش ہو جایا کرتے، لیکن اگر ان کے نزدیک یہ ضروری ہے، کہ وہ تفسیر آیات قرآنیہ خود تو اپنی فہم و رائے سے کریں، اسے اشاعت دیں، اور لوگوں کو اسی کی صحت کا یقین دلائیں گروہ ائمہ دین "تابعین صحابہ کرام اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیوں یہ حق تسلیم نہیں کرتے، اور کیوں یقولون مالا تفعلون کا مصداق بنتے ہیں،

ضرورت حدیث تو آیت شریفہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ سے ظاہر ہے، کیونکہ اسوۂ رسول کا بیان احادیث پاک ہی میں پایا جاتا ہے، اب یہ بھی ضروری ہے، کہ زندہ اقوام کے قوانین میں شہادت زبانی اور شہادت تحریری کی جو قوت ہے، اس کا اظہار بھی کر دیا جائے،

قانوناً ہر ایک شہادت تحریری کو قائل میں لانے کے لئے شہادت تقریری کی ضرورت لابدی ہے، اور جب تک شہادت تحریری کو شہادت تقریری سے ثابت نہ کیا جائے، اس وقت تک اس کا درجہ "شہادت" مسلّم ہی نہیں ہو سکتا ــــــ البتہ شہادت تقریری اپنے وجود کے اثبات کے لئے کسی شہادت تحریری کی محتاج نہیں، اور شہادت تقریری سنگین سے سنگین تر مقدمات میں بھی قابل تسلیم قرار دی گئی ہے، لہٰذا احادیث پاک کی روایت مع اسناد بھی ایک بہترین شہادت ہے، اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا،

عدیم الفرصتی کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکا، اگر ضرورت ہوئی، تو پھر تفصیلاً لکھوں گا، انتہٰی

محمد سلیمان عفی عنہٗ

انیسواں خط ۱۹

برخوردار من!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، المنجد تالیف اکدبٹ (پادری) لوئیس معلوف الیسوعی مطبوعہ مطبع کاتولیکیہ (کنیتھولک) بیروت ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۳۳۴

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پر ہے :-

سند سنوداً واستند وتساند الیہ - اعتمد علیہ

اقرب الموارد تالیف سعید الخوزی الشرتونی اللبنانی، مطبوعہ مطبع مرسلی الیسوعیہ بیروت ۱۸۸۹ء جلد دوم صفحہ ۵۴۶ پر ہے :-

سند الیہ سنوداً اعتمد علیہ والترقد بہ فی الجبل

سندہ وہ ہے، جس پر اعتماد کیا جائے، بھروسہ کیا، پہاڑ کے اوپر چڑھے،
لغت میں سند اس شے کو کہتے ہیں، جس پر اعتماد، وثوق کیا جائے،
ادبیات میں سند اس کلام یا نثر یا نظم کو کہتے ہیں، جو کسی استاد کا ہو، اور دوسرے شخص کو استعمال کا حق دیتا ہو،
علم الحدیث میں محدث کے حوالے سے کلام نبی کو بیان کرنا۔

سند کا ترجمہ انگریزی میں صحیح طور پر اتھارٹی ہے، پروفیسر صاحب اس وقت میرے پاس ہیں، وہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں،
ڈکشنری آف پرشین اینڈ انگلش لینگویجز، تالیف مولوی فضل علی صفحہ ۳۲۹ پر مندرجہ ذیل عبارت ہے، جس میں لفظ گرانٹ بھی ہے، اور وہ معنی بھی جو میں نے لکھے ہیں، نقل درج ذیل ہے :-

THE SEAL OR SIGNATURE OF A JUDGE, A ROYAL ORDINANCE, MANDATE, OR DECREE. A PATENT, GRANT, DOCUMENT, ANY ROYAL DEED OF APPOINTMENT UNDER WHICH ANOTHER ACTS. AN ORDER, A WRITTEN AUTHORITY FOR HOLDING.... EITHER LAND OR OFFICE. — ANYTHING UPON WHICH ANOTHER LEANETH OR BY WHICH IT IS SUPPORTED,

نوٹ

اب آگے تیسویں خط سے تبیسویں خط تک ۳ خطوط جناب حافظ حاجی عبد الوہاب صاحب مکی کے نام ہیں، حافظ صاحب موصوف کے نام پہلے بھی ایک جامع خط نقل ہو چکا ہے، قاضی صاحب مرحوم کو مولوی عبد الوہاب صاحب سے ان کے علمی ذوق کی وجہ سے خاص اُنس پیدا ہو گیا تھا، صاحب موصوف حاجی علی جان صاحب مرحوم دہلوی کے پڑپوتے ہیں، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے وہیں پڑھے پھولے پھلے، عالم اور فاضل ہوئے، اپنا آبائی وطن یعنی ہندوستان ابھی تک نہیں دیکھا، تاجر ہیں، امین ہیں، سخی ہیں، ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے قاضی صاحب مرحوم کے خطوط بغرض اشاعت ہمیں عطا فرمائے،
خادم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسواں خط

۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ یوم الاحد

عزیز مکرم محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۱۰ ذی الحجہ کا خط جو منیٰ سے لکھا گیا تھا، پہنچا، جزاک اللہ تعالیٰ، کہ آپ نے عرفات میں دعا اور منیٰ میں مکتوب سے مجھے یاد شاد کیا، مسلمان کی غائبانہ دعا مسلمان کے حق میں تریاق کبیر ہے،

مطبوعہ نسخے اس لئے ارسال خدمت نہیں ہو سکے، کہ ہنوز مطبع سے نہیں آئے،

مطبوعات مصر کیلئے بمبئی میں مولوی شرف الدین صاحب نے جدید دوکان کھولی ہے، اور وہ مہربانی سے مجھے کتابیں اور فہرستیں بھیجتے رہتے ہیں، مخلص، اہل علم اور علم دوست شخص ہیں، "الجامع اللطیف" میں نے اب تک نہیں دیکھی، میں نے اپنے سفرنامہ میں مختصر تاریخی حالات مکہ مکرمہ دیئے ہیں، جو مختلف کتابوں سے مقتبس ہیں،

تاریخ مکہ کی تالیف ضروری ہے، اور یہ کام بوجہ احسن آپ انجام دے سکتے ہیں، اس تالیف کے مکمل وکامیاب بنانے میں جس قدر میری محنت وخدمت درکار ہو، میں اس کے لئے حاضر ہوں، آپ مسودہ لکھ کر بھیجدیں، تکمیل کرکے پھر ہندوستان ہی میں (دہلی میں) کتاب چھپ سکتی ہے، آغاز کار کے لئے ہمت مردانہ درکار ہے، پھر تو کام کی دلچسپی اپنے لئے خود وقت لے لیگی، یہ غالب کا خیالی پلاؤ نہیں، بلکہ وہاب مطلق کے فیضان غالب کا اقتضا ہے، وہی خیال پیدا کرتا ہے، وہی ارادہ کو کمال بخشتا اور وہی ہر ایک شے کو کتمان عدم سے شہود وجود میں لاتا ہے، اس مالک پر بھروسہ کریں، جس نے آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کیا ہے، اور تاریخ مکہ کے لکھنے میں جلد سے جلد مصروف ہو جائیں ہندیوں میں سے اول حق آپ ہی کے خاندان کا ہے، جنہوں نے خاکدان ہندوستان کو چھوڑا، اور جواریت رب العالمین کو اختیار کیا ہے، وذالک من فضل اللہ۔

تصنیف کے متعلق ہدایات، بدایت الامر میں غیر ضروری ہیں، آپ اپنی آمد و افتاد طبیعت کے موافق دو چار جز لکھیں، اور میرے پاس بھیجدیں، اسے دیکھ کر پھر میں وہ ہدایات لکھ بھیجونگا، جن کا لکھنا ضروری ہوگا، تاریخ مکہ کا کام تاریخ عثمانی سے مختصر وسہل ہوگا، اور اتنے میں مشق ومحبت بھی بڑھ جائیگی؛

سوالات علمیہ کا سلسلہ ضرور شروع ہو جانا چاہیئے، یہ کبھی خیال نہ فرمائیں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ فضول سمجھے جائیں گے، ہر ایک سوال کا جواب دیا جائے گا، انشاء اللہ خواہ وہ سوال ایک مسلمان کے دل میں پیدا ہوا ہو یا کسی معاند والد الخصام کی زبان و قلم سے نکلا ہوا ہو، میرا طبعی شوق یہ ہے، کہ میں معترضین کے اُن اعتراضات سے واقف ہو جاؤں، جو وہ اسلام پر کیا کرتے ہیں، نیز اُن سوالات سے مجھے آگاہی مل جائے، جو ایک مسلمان حل طلب سمجھتا ہے، وہو الموفق للجواب والهادی الی سبیل الرشاد،

طالب دعا، راجی غفران
احقر محمد سلیمان پٹیالہ (پنجاب)

اکیسواں (۲۱) خط

۸، ذیقعد ۱۳۴۱ھ مقام مالنہ علاقہ ریاست پٹیالہ

عزیز مکرم مولوی حافظ عبدالوہاب صاحب زید مجدکم العالی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، ۱۳، شوال کا گرامی نامہ ملا، اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی، غالباً سابقہ سوالات علیہ کا جواب آپ کو مل چکا ہوگا، اگر اب بھی نہیں ملا تو مکرر تحریر کردوں۔

آپ نے صحیح بخاری کی حدیث کا اشارہ کیا ہے، میں ذیل میں وہ حدیث درج کرتا ہوں:-

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قلت یا رسول اللہ ای مسجد وضع فی الارض اولاً قال المسجد الحرام قلت ثم ای قال المسجد الاقصیٰ قلت کم بینهما قال اربعون عاماً۔

اب آپ اس میں اشکال بتلا کر میری تحقیق دریافت فرماتے ہیں، بیشک حدیث بالا کا مفہوم سمجھنے میں اشکال ہوا ہے، مسجد اقصیٰ عرف عام میں ہیکل سلیمانی کو سمجھا جاتا ہے، وفات ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنائے ہیکل سلیمانی میں از روئے تاریخ یہود ۱۰۰۰ سال کا فاصلہ ہے، حقیقت یہ ہے، کہ حدیث بالا میں یہ مذکور ہی نہیں، کہ بناء ہیکل سلیمانی بعد از چہل سال ہوئی، بلکہ ہمارے اذہان میں مسجد اقصیٰ کے الفاظ کے ساتھ فوراً بناء ہیکل سلیمانی کا تصور آجاتا ہے، اور ہم خواہ اپنے لئے اشکال پیدا کر لیتے ہیں، میرے نزدیک تو حدیث میں کسی اور دوسری مسجد کا ذکر ہے جو بعد از چہل سال بنائی گئی، اور جسے صفتہً مسجد الاقصیٰ کہنا چاہیئے، یہ بنیاد بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم علیہ السلام کی ہو سکتی ہے، خیال فرمائیے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر بوقت ولادت اسمٰعیل علیہ السلام ۸۶ سال تھی، اور یہ تسلیم کرنا پڑیگا، کہ بناء کعبہ کے وقت اسمٰعیل علیہ السلام پر بَلَغَ اَشُدَّہٗ صادق آتا ہو، اس لئے تیس سال اس پر اور اضافہ کر لیجئے، پس بناء کعبہ کے وقت عمر سیدنا ابراہیم علیہ السلام ۱۱۶ سال ہوگی، سہولیت کے لئے ۱۲۰ سال سمجھ لیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ۱۷۵ سال عمر پائی، اس لئے بعد از بناء کعبہ بعد از چہل سال انہوں نے مسجد الاقصیٰ کی بنیاد رکھی ہوگی، کتاب پیدائش میں ایک مسجد فلسطین میں حضرت ابراہیم کا بنانا بیان کیا گیا ہے، اس کا نام بیت ایل (بیت اللہ) بتلایا گیا ہے، لہٰذا حدیث میں اس مسجد کا ذکر ہے نہ کہ ہیکل سلیمانی کا،

توجیہ بالا بائیبل کے حوالہ کے ساتھ خوب چسپاں ہو جاتی ہے، اس توجیہ پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے، کہ کیا اس مسجد ابراہیمی کا نام مسجد الاقصیٰ بھی رکھا گیا تھا، میں کہوں گا، کہ خواہ بطور اسم یہ نام نہ رکھا گیا ہو، لیکن بلحاظ وصف اس کا یہی نام ہو سکتا ہے،

بیت المقدس کا نام مسجد الاقصیٰ بھی یہود و نصاریٰ نے کبھی نہیں رکھا، یہ نام اہل عرب نے اس پر چسپاں کیا ہے، اور اس لحاظ سے کہ وہ مسجد جو عرب سے بعید ترین فاصلہ پر پائی جاتی ہے، پس جس طرح بیت المقدس کا نام عرب نے یا اللہ تعالیٰ نے اس لئے رکھا، کہ وہ عرب سے بعید ترین فاصلہ پر ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت کی مسجد کو اسی نام سے موسوم کیا، اور چونکہ وہ مسجد ابراہیمی اب پردہ عالم پر پائی نہیں جاتی، اس لئے نزول قرآن مجید کے وقت بیت المقدس کو مسجد الاقصیٰ کہنے میں کچھ التباس نہیں ہوا،

اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھئے، کہ معراج نبوی کے وقت بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کی عمارت بھی دنیا پر موجود نہ تھی،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے برسوں پیشتر وہ عمارت ہموار زمین بنائی جا چکی تھی، مگر چونکہ علم الٰہی میں وہ جگہ "مسجد گاہ" بن چکی تھی، اس لئے اس حصۂ زمین کو مسجد ہی فرمایا، اگر ہم کو بائیبل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری مسجد کا پتہ نہ چلتا، تو تاویل میں سخت دشواری ہوتی، ہٰذا ما عندی والحق عند اللہ العلیم،

میرا یہ عریضہ یوم الحج سے چند یوم پیشتر پہنچے گا، اس لئے یہ بھی عرض ہے، کہ سب صاحبان عرفات ومنیٰ میں مجھے بھی دعا میں شامل فرمالیں، دعا کریں کہ سال آئندہ تو زیارتِ بیت اللہ الحرام سے فائز المرام ہو سکوں، جمیع احباب کی خدمت میں سلام مسنون نیاز مشحون پہنچا دیجئے،

خط مجھے ہمیشہ پٹیالہ ہی کے پتہ سے لکھیں، پھر جہاں کہیں میں ہونگا، مل جائیگا، افسوس سفرنامہ چھپنے میں دیر ہوئی اب سامان ہو گیا، چھپکر نکلا تو ارسال ہوگا،

احقر محمد سلیمان عفی عنہٗ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائیسواں خط ۲۲

۴ر جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ ۱۲ر جنوری ۱۹۲۴ء

مکرم بندہ جناب مولوی حافظ عبدالوہاب صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، امید ہے کہ مسائل ثمانیہ کے جواب ۹ر جمادی الاول کے خط کے بعد (جس کا جواب لکھ رہا ہوں) آپ کو مل چکے ہونگے، مہر نبوت کا مختصر رسالہ بھی اسی کے ساتھ ہی پہنچا ہوگا، میں بماہ دسمبر دہلی گیا تھا، دوکان سے پتہ لیا تھا، کہ یہ کاغذ بھیجد یئے گئے ہیں،

التمہید کی کتابت کی بشارت ملی، جزاکم اللہ تعالیٰ،

قد ھدم مرتین[1] سے مراد معمولی مرمت وغیرہ نہیں بلکہ ساری عمارت کا گر جانا ہے، جیسا کہ ۳۵ھ (ولادت نبوی) میں ہوا تھا، یہ عمارت صدمہ سیل سے گری تھی، اس سے پیشتر کے ہدم کا ذکر تواریخ میں مجھے نظر نہیں آیا، بہرحال حسب اخبار نبوی وہ بھی اس سے پیشتر وقوع میں آیا ہوگا، عمارت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو میں انہدام سمجھتا ہوں، نہ کہ ہدم، اس لئے "فی الثالثۃ" سے مراد ذوالسویقتین کا واقعہ ہی ہو سکتا ہے، پس ظلماً و عدواناً ہدم کا وقوع نہیں ہوا، اور حدیث ابن عمر سمی البیت[2] صحیح رہ جاتی ہے ممکن ہے کہ اس پر یہ اشکال وارد ہو، کہ پھر ذوالسویقتین کیونکر ایسے فعل کی قدرت پا سکے گا، لیکن یہ واقعات مافیہ کے خلاف نہیں، کیونکہ مستقبل کے متعلق ولیا ہی وقوع میں آنا ضروری ہے، جس کا اعلام فرما دیا گیا ہو،

لا نفقت کنز الکعبۃ فی سبیل اللہ کے متعلق یہ سچ ہے، کہ انفاق فی سبیل اللہ ضروریات قوم میں سے ہے، مگر مصلح اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک نہایت دور بین ہے، حدیثو عھد للجاھلیۃ کی مصلحت کو یاد رکھیئے، یہ بھی سیاست دینیہ کے عظیم الشان اصول میں سے ایک اصل عظیم ہے،

---

[1] یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، استمتعوا من ھذا البیت فانہ قد ھدم مرتین ویرفع الثالثۃ

[2] یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، انما سمی البیت العتیق لانہ لم یظھر علیہ جبار قط

خادم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوسفیان اموی فتح مکہ کے دن مسلمان ہو چکے تھے، غزوہ اوطاس میں جب مسلمانوں کو اوّل اوّل ہزیمت ہوئی، تو اُن کے منہ سے بے اختیار نکلا اعلان باطل منصر محمد گو بعد میں وہ نادم بھی ہوئے،

اسی غزوہ میں ایک نے حضورؐ کو تقسیم نادرست کا الزام دیا تھا،

اسی غزوہ میں شبان انصار کو علیحدہ خیمہ میں جمع کرنے کے بعد اُن کے وساوس قلبی کے الزام کی ضرورت ہوئی تھی،

اس حدیث کو بھی یاد رکھیے، جب حضورؐ حجرہ اعتکاف سے باب مسجد تک ایک اُم المومنین کو چھوڑنے گئے، دو انصاری آ گئے، تو حضورؐ نے فرمایا، کہ یہ میری فلاں بیوی ہے،

مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم انسانی طبائع کی کمزوریوں کو جانتے تھے، اور شفقت بر امت کا تقاضا یہ تھا، کہ ہر ایک ایسے فعل کو مؤخر کر دیا جائے، جس کا وقوع و ظہور کم فہموں کے ابتلا کا باعث ہونے والا ہو،

یہی مصلحت بیسیوں احکام شرعیہ اور واقعات عہد نبویہ میں موجود ہے،

مولانا اسمٰعیل ذبیح اور ان کے بھائی حکیم صاحب بزرگوار کی خدمت میں سلام مسنون اگر وہ کسی ہندوستانی شے کی فہمائش بھیجیں گے، تو باعث شکر گزاری ہوگا، حکیم اعز الدین صاحب تو آج کل ہندوستان میں آئے ہوئے ہیں، ملاقات نہیں ہوئی، صرف خطوط کا تبادلہ ہُوا تھا، والسلام

احقر محمد سلیمان عفی عنہٗ

تیئسواں خط ۲۳

مکرم بندہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، ۸، ربیع الاوّل کا خط جو دہلی کی راہ سے بھیجا گیا تھا، وہ اور پہلا خط بعد از حج بھی مل گیا تھا، مَیں اس مسودہ کی تلاش میں رہا، جو مسائل ثمانیہ کے جواب میں لکھا تھا الحمدللہ وہ بھی مل گیا،

یہ سچ ہے، کہ مسجد الاقصٰی کا خیال عرف عام میں یروشلم اور بناء سلیمانی پر کیا جاتا ہے، لیکن بطور حقیقت ایک ایسی مسجد پر بھی ہو سکتا ہے، جو عرب سے اقصٰی ہو، اس مسجد کے سوا جس کا حوالہ پہلے خط میں دے چکا ہوں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کسی دوسری مسجد کی بابت انشاء اللہ تلاش جاری رکھوں گا،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث لولا حدثان قومک درست ہے، اور ایک روایت میں اسکے ساتھ بالتوعر بھی ہے اس لئے یہی آیت فیصلہ کرتی ہے، کہ بنائے کعبہ یا اصلاح کعبہ بالتوعر میں داخل نہ تھا، اور "لا یخافون لومۃ لائم" بھی فیصلہ کر دیتی ہے، کہ ترک اصلاح بخوف ملامت نہ تھی، اب سبب کی دریافت باقی رہ جاتی ہے، حقیقت کعبہ ولکل وجہۃ ھو مولیھا ہے، اور جب تک کوئی عمارت اس کام کو پورا کر سکتی ہے، وہ اس حقیقت کے لئے کافی ہے، اب رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا کو فضیلت ہوتی یہ سچ ہے، لیکن تعمیرات ہمیشہ معرض فنا میں ہوتی ہیں، جب کبھی وہ عمارت خراب یا برباد یا منہدم ہوتی، اور دوسری عمارت بنائی جاتی، اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں عظمت کعبہ کے متعلق گوناگوں شکوک ہوتے، حدیث میں حدثان قوم کو بطور وجہ بیان کیا گیا ہے، اس کے یہ معنی ہیں، کہ قوم کو دیگر تعلیمات ضروری کی تعلیم اور تعمیل زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اسلام کی شان مادیات سے بالاتر ہے،

حدیث اترکوالحبشۃ تو صحیح ہے، لیکن افلس نے کس کنز پر قبضہ و تصرف کیا تھا، یہ بحث طلب ہے، بظاہر افلس کا قبضہ اس قدیم ترین کنز پر نہ تھا، اندرون بیت میں جو ظروف طلاو نقرہ وغیرہ دیگر ہدایائے ثمین تھے، اسے افلس نے لیا، اور خرچ کیا تھا، مؤرخ نے اسے کنز قدیم سمجھا،

قُصی کے زمانہ کا مخرج پروفیسر سیڈیو فرنچ پروفیسر کی کتاب تاریخ العرب ہے، جس کا فرنچ زبان سے ترجمہ علی بک ناظر تعلیم مصر نے کیا ہے)

اوسط عمر انسانی کی بابت آپ سوال کرتے ہیں، میرا مطلب یہ ہے، کہ عدنان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک کے زمانہ کی اوسط ۵۵ سال آتی ہے، عدنان کا زمانہ یرمیا علیہ السلام کے زمانہ سے اور یرمیا علیہ السلام کا زمانہ موجودہ بائیبل سے لیا گیا ہے، یہ اسناد قوی ہیں، اور اس لئے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ ہر جگہ ۳۳ یا ۲۵ سال کی اوسط نکالنا یا فرض کر لینا صحیح نہ ہو گا، اور قبل از اسلام دنیا کی جملہ اقوام میں اوسط عمر کی یہی حالت ہے، سر سید یا سید سلیمان کا مسلک بالعموم یہ اوسط قائم کرتا ہے، جس سے مجھے اتفاق نہیں، بہر حال رحمۃ للعالمین جلد دوم کی تحریر بطور نظریۃ ہے،

کتاب التمہید لابن عبد البر کے جتنے بھی اجزا مل جائیں، اُن کی نقل لے لینی چاہیئے، اور اللہ تعالٰی کے فضل پر بھروسہ کرنا چاہیئے، کہ دیگر اجزا بھی مل جائیں گے، جتنے اجزا بھی مل جائیں، ان کی طباعت کا انتظام ہو سکتا ہے،

شیخ ذبیح الکثر یاد آتے رہتے ہیں، مَیں دانستہ ان کو مخاطب نہیں کرتا،

دیدہ بر تو کشودن نتواں ✦ تا نہ گویند کہ منظور منی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ میں شیخ احمد بن شمس المغربی، مالکی المذہب ہیں، قادری المشرب، ان کو کتاب التمہید کی نہایت تلاش ہے، اگر اجزا مل جائیں، تو اس کی صحت کا اہتمام وہ بذات خود کر سکتے ہیں، کیونکہ ذی علم و صاحب تصنیف ہیں، اور مالکی مذہب پر عبور تام رکھتے ہیں، باقی حالات مقرون بحمد ہیں،

احقر محمد سلیمان کان اللہ لہ

چوبیسواں خط ۲۴

۱۰ر جمادی الثانی ۴۲ھ

مکرم و عنایت فرمائے من مولوی حافظ عبدالوہاب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، ۲۴ر جمادی الاول ۴۲ھ کا والا نامہ پہنچا، الحمد للہ کہ مسائل ثمانیہ والا خط تاریخ تحریر سے قریباً دس گیارہ ماہ بعد آپ کو مل گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ربنا انی اسکنت میرے نزدیک بھی لعلھم یشکرون تک ختم ہو جاتی ہے، سورہ بقرہ ع ۱۵ کی دعا الگ ہے، اور الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق الگ، اس کی دلیل بقرہ ع ۱۵ کے الفاظ میں واجعلنا مسلمین لک بصیغہ تثنیہ ہے،

آپ نے خوب سمجھا، جزاکم اللہ کہ رب اجعل ھذا بلدا آمنا اور رب اجعل ھذا البلد آمنا کی تعریف و تنکیر دو مختلف ازمنہ کو ثابت کرتی ہے، اگر کوئی دلیل نہ بھی ملی، تب بھی یہ استدلال کافی ہے[۱]، مجھے بھی اس روایت کا مخرج مستحضر نہیں،

طعام طعم و شفا السقم دو حصوں میں اگرچہ احادیث مرفوع میں مل جانے چاہئیں، لیکن اس ترتیب کے ساتھ وہب بن منبہ کے قول میں آتے ہیں، واللہ اعلم،

واخاف ان تنکر قلوبھم کی خبر حدثان قوم کی جانب ہے، اور کچھ شک نہیں، کہ ان میں مؤلفۃ القلوب اور مرعوب من القوۃ وغیرہ بھی تھے، سیاست محمدیہ

---

[۱] مکتوب الیہ نے یہ لکھا تھا، کہ اس تعریف و تنکیر کے اختلاف سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ پہلی دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے، اور دوسری آباد ہونے کے بعد کی، عفا عنہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہی راز ہے، کہ ضعفاء الایمان کو بھی ساتھ ساتھ لیکر چلنا چاہیئے، اس کی تفصیل تھوڑی سی میرے اس خط میں ہے، جو آپ کو ۲۲ر جمادی الاوّل والے خط کے بعد ملا ہوگا، (ولیس عندی)[1] وجہ دوم ہے،

سیرت شامی میں نے نہیں دیکھی، یہاں بیٹھا ہوا قیمت کا اندازہ کیا لگا سکتا ہوں، قلمی کتابیں اپنی تحریر و کتابت کے لحاظ سے اپنی اپنی شان میں منفرد ہوتی ہیں، براہِ مہربانی اس کا خود مطالعہ فرمائیں، کیا محققانہ روش ہے، یا رطب و یابس کا مجموعہ، اس کے مصنف کون ہیں، مصنف کے نام سے بھی تصنیف کا پایہ معلوم ہو جاتا ہے،

حدیث میں علیکم بالاثمد ہے، اثمد کیا ہے، معمولی کحل یا کحل خراسانی یا کیا، غالباً اہل مکہ کو اس کی شناخت ہوگی، دریافت فرما کر تحریر کریں، والسلام مع الکرام،

دعاگو:-

محمد سلیمان عفی عنہٗ

پچیسواں خط ۲۵

از پٹیالہ پنجاب

۴ر ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ ۱۴ر اساڑھ ۱۹۸۲ بکرم

مکرم و محترم جناب مولوی محمد عبدالوہاب صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، ۱۹ر شوال کا خط ملا، مسرور و شکر گزار ہوا، رحمۃ للعالمین جلد دوم غالباً پہلے ملاحظہ میں آچکی ہے، مگر پھر ارسال ہے، اور سفرنامہ حجاز بھی، سفرنامہ میں اختصار ہے، تاہم اگر کوئی غلطی ہو، "صاحب البیت ادری بما فیہ" تو مطلع فرما دیں، طبع ثانی میں اصلاح ہو سکتی ہے،

حدیث مسلم سیحان وجیحان الخ کے معنی میں علماء میں اختلاف رہا ہے، شرح نووی ملاحظہ فرمائیے، آپ کو بھی حق ہے، کہ ایک معنی کی تعیین فرمائیں، میں آپ کے ساتھ متفق ہونے کو آمادہ ہوں، اس بحث کی نظیر حدیث مابین روضتی ومنبری ہے جس میں علماء میں سے بعض نے کہا، کہ وہ زمین آمدہ از بہشت ہے، (جیسا کہ حدیث

[1] یہ ایک حدیث کے اس ٹکڑے کی طرف اشارہ ہے:- ولیس عندی من النفقۃ ما یقوینی علی بنائہ
خادم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیحان وجیحان کی بابت بھی بعض کا یہی مقولہ ہے البعض نے کہا، کہ مرتبہ میں یہ ارض بہشت کے ہم پلہ ہے، بعض نے کہا، کہ بقاعدہ مایئول یہ حصہ بہشت ہے، ایسے اختلافات کی حالت میں ایک ذہین صحیح العقیدہ شخص اپنے معنی بھی بیان کرسکتا ہے، آپ کی توجیہہ بہترین توجیہہ ہے

قرآن مجید میں لفظ فرات آیا ہے، بطور اسم نہیں، بلکہ بطور صفت،

سیحان وجیحان کی بابت علماء نے یہ بھی بحث کی ہے، کہ دنیا میں تو ان دریاؤں کے نام سیحون وجیحون ہیں، پھر لسان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سیحان وجیحان کیوں فرمایا گیا، بعض نے کہا، کہ یہ سیحان وجیحان غیر از سیحون وجیحون ہیں، یہ دعویٰ بھی بجائے خود قابل غور ہے، اب یہاں غور فرمائیے، کہ قرآن پاک نے چار انہار جنت کا ذکر فرمایا ہے، پانی، شہد، دودھ، خمر، اور حدیث دارمی میں ہے، کہ جنت میں اصل چار نہریں ہیں، دیگر انہار ان ہی کی فروع ہیں،

جنت میں عربی زبان ہوگی، ان چاروں اسماء پر خیال کرو، ایک افریقہ کے دریا کا نام ہے ایک عراق کے، ایک خراسان کے، ایک بالائی ترکستان کے، اگر ان سے مراد انہار دنیا ہوتے، تو کیا ان کے نام ان ممالک کی زبان میں نہ ہونے چاہئیں، یہ قیاس آپ کی رائے کے بعد متفرع ہوا ہے،

سیحان کا مادہ سیح کہا جاسکتا ہے، سیح کے معنی آب رواں ہیں، جیحان کو جیح میں تلاش کرنا چاہیئے، جو اونٹوں کو پانی پلانے کی آواز کا نام ہے، نیل کو نول میں دیکھئے، جس کے معنی رود بار رواں ہیں، فرات، ماءً فراتا تو صاف ہی ہے، ان چار انہار کے نام کسی حدیث میں نہیں، آپ کہہ سکتے ہیں، کہ ان کے یہی نام ہیں، غرض اس تاویل میں استبعاد کچھ نہیں،

حرم میں لاکھ نیکی کا ثواب بعوض ہر نیکی کی بابت علاوہ اس حدیث کے جس کا آپ نے اشارہ کیا ہے، اور کوئی صحیح روایت میری نظر سے نہیں گزری، آپ اسے خود ہی نہایت ضعیف لکھتے ہیں،

کتاب جامع اللطیف مصنفہ جمال الدین محمد جاراللہ القریشی المخزومی کے صفحہ ۱۵۰

سلہ پوری حدیث یہ ہے۔ سیحان وجیحان والفرات والنیل کل من انہار الجنۃ

سلہ حرم میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہونا تو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، لیکن ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہونا (جیسا کہ مشہور ہے) تحقیق طلب ہے، یہ بحث کتاب البلد الامین مصنفہ مولانا حاجی عبدالوہاب صاحب میں مفصل طور پر لکھی گئی ہے، خادم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر یہ عبارت آتی ہے، ما اعلم الیوم علیٰ وجہ الارض بلدۃ یرفع منہا الحسنات و انواع البر کل واحد منہا مأتہ الف مما یرفع من مکۃ
اس سے تو عمومیت نکلتی ہے، شیخ مذکور علماء القرن الثالث میں سے اور مکی المسکن ہیں،
سفرنامہ میں میں نے آپ کے خاندان کا مختصر تذکرہ بھی کیا ہے، افسوس ہے کہ اس سے زیادہ حالات نہ ملے، یہ سچ ہے، کہ آپ کو اور دیگر بزرگان موجودہ کو ان باتوں کی ضرورت نہیں، لیکن مؤرخ کے فرائض میں سے ہے کہ اپنے عہد کے عمدہ واقعات کو ساقط القلم نہ ہونے دے، تفسیر سورہ یوسف میں آپ ملاحظہ کرینگے، کہ میں نے آپ کا اور دیگر بزرگان کا جن سے مجھے مکہ معظمہ میں کتابیں بغرض مطالعہ ملی تھیں، نام بنام شکریہ درج کیا ہے، اور ایسا کرتے ہوئے میں نے فرض انسانیت ادا کیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں،
اللہ تعالیٰ آپ کو جوار بیت میں سالم وقائم رکھے، آپ کی وجہ سے حرم الٰہی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، دعا فرمادیں، کہ سال آئندہ میں حاضر ہو سکوں، انشاء اللہ حج امسال میں حجاج ضرور آرام و آسائش پائیں گے،
امید ہے کہ اب مکہ معظمہ میں ابن تیمیہؒ و ابن القیمؒ و ابن حزمؒ وغیرہ کی تصنیفات آنے لگی ہونگی، مجھے ابن حزم کی کتاب المحلی اور ابن عبد البر کی کتاب التمہید کی تلاش ہے،
منازل السائرین میرے لئے حاجی عبداللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھجوادی تھی، اس کی تین جلدیں ہیں، پہلی جلد تو آئی، اور بجائے اس کے تیسری جلد کے دو نسخے آگئے اب پہلی کیونکر دستیاب ہو، میرے پاس طبع دوم کی کتاب نہ ہے، جو خانی ورق پر چھپی ہے، والسلام مع الاکرام،

احقر محمد سلیمان عفی عنہ

چھبیسواں خط ۲۶

۱۹ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ

عزیز مکرم و محترم!

السلام علیکم، ۲۵ شوال کا والا نامہ پہنچا، اُسے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمدللہ کہ مولوی اسمٰعیل ذبیح مکہ معظمہ میں مع عروسِ خود پہنچ گئے، معلوم نہیں، کہ انہوں نے محکمۂ کہربائی کا کام بھی سنبھال لیا ہے یا نہیں،

میں اس دفعہ دہلی گیا تھا، آپکے متعلق یہ عجیب بات معلوم ہوئی، کہ آپ نے ہندوستان نہیں دیکھا، آر تولڈ کی دہی بکواس ہے، جو ہمیشہ سے عیسائیوں کی رہی ہے، دو سال ہوئے، آپنے یہی سوال کیا تھا، میں نے بائیبل سے ایک حوالہ لکھ بھیجا تھا، بائیبل کے اس مقام میں تعقید ضرور ہے، آپ کا دوسرا سوال یہ ہے، کہ کعبہ کے قبلۂ ابراہیمی ہونے کا ثبوت کیا ہے، گویا آپ کا سوال یہ ہے، کہ کیا عہد ابراہیمی میں بھی کعبہ کو قبلہ ہونے کی حیثیت حاصل تھی، اس کا جواب مثبت ہے،

طهر بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود... راکعین و ساجدین، عاکفین وطائفین کے لئے بیت اللہ کا ہونا اس کے قبلہ ہونے کا ثبوت ہے، رکع السجود نے اس مطلب کو واضح کر دیا ہے، تطویل کلام کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ شبہ خود آپ کا نہیں،

اللہ کرے، کہ مؤتمر[1] کامیاب ہو، جہال و بطال ضرۂ انگیزی نہ کر سکیں، میدان حج میں دعائیں ضرور یاد کر لیا کریں، یا حی یا قیوم برحمتک استغیث

(احقر محمد سلیمان)

ستائیسواں خط

۲۱ رفروری ۱۹۲۶ء

یوم السبت۔ پٹیالہ

مکرم بندہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ، الحمدللہ کہ عرب کی ڈاک کا راستہ کھل گیا آپ کے خطوط آنے لگے، وہ تعلق قلبی جو ہر ایک مسلم کو حرم ربی سے ہے، آپ کا خط آنے سے اس میں تازگی اور پختگی پیدا ہو جاتی ہے، الحمدللہ اس احقر کے پاس وہ خط آئے، جو حرم کے اندر آبادی مکہ میں اور کوہ صفا کی چوٹی پر لکھا گیا ہو، محرک تحریر اسلامی محبت ہو، وہ محبت جو الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين کی مصداق ہے، امید ہے، کہ اب امین، ابن تیمیہ و ابن القیم کی تصانیف سے

---

[1] مؤتمر اسلامی کی طرف اشارہ ہے، خادم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئی نئی کتب کا رواج ہو سکے گا، اور بہت سی نادر تصانیف منصۂ شہود پر جلوہ گستر ہونگی، مجھے سیرت ابن اسحٰق، سیرت موسیٰ بن عقبہ، تفسیر مقاتل کے دیکھنے کا بہت شوق ہے، علاوہ بذا تفسیر قفال بھی وہ چیز ہے، جسے آنکھیں ترستی ہیں، علمائے نجد سے اگر آپ کی ملاقات ہو جائے، تو اُن کو اس امر پر آمادہ کریں، کہ جو کمیاب کتابیں نجد میں ایسی ہیں، جو سلف صالحین کی تصنیف ہے، اور اب تک طبع نہیں ہوئیں، اُن کے چھپوانے کا انتظام کریں، کتاب التوحید کلاں مجھے مل گئی ہے،

الحمد للہ کہ آپ لوگ سلطان نجد کی بعیت سے مشرف ہوئے، وہ بعیت جس کے انعقاد کی بنیاد اتباع سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے، اب اگر اسباب درست ہو جائیں، تو اقامت مکہ معظمہ کو دل چاہتا ہے، والسلام

احقر محمد سلیمان

اٹھائیسواں ۲۸ خط

۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ، پٹیالہ پنجاب،

عزیز مکرم و محترم زید مجدکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، شیخ عبد الرحمٰن صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ نے کراچی سے وہ پارسل بھیجا ہے، جس میں آپ کا تحفہ تھا، دونوں کتابیں عجیب ہیں، خصوصاً علل الاحادیث، اہل فن کے لئے گوہر نایاب، جزاک اللہ کہ آپ نے ایسی کتاب کے طبع میں بذل توجہ اور صرف ہمت سے کام لیا، اللہ تعالےٰ آپ کو بیش از پیش ایسے محاسن جمیلہ کا حصہ دار ٹھہرائے، اور مکارم جمیلہ میں ارتقا عطا فرمائے،

آپ کا خط حجر اسود کے متعلق ہے، کہ اسے قرامطہ لے گئے تھے، اس لئے پھر جو حجر واپس ہؤا، کیونکر تسکین ہو، کہ وہی تھا، سوال بیشک پیچیدہ ہے، میں نے سوچا اور دعا کی، اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ترمذی، ابوداؤد و امام احمد کی حدیث عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فقرہ ڈالا،

لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل اس کے بعد یاد آیا، کہ تابوت سکینہ بنی اسرائیل سے چھن گیا تھا، پھر اعدائے برسوں کے بعد اسے واپس کیا تھا، قرآن مجید شاہد ہے، کہ وہ اصلی تابوت ہی واپس آیا تھا،

اب میں اس نتیجہ پر پہنچا، کہ حجر اسود کا جانا اور آنا حدیث بالا کی رُو سے ضروری تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور قرآن مجید میں تمسک کافی ہے، کہ اصلی حجر اسود واپس آ گیا تھا، تابوت اور حجر دونوں دشمنوں کے قبضوں میں تھے، قدرت الٰہیہ نے جو حفاظت تابوت کی فرمائی، وہی حجر کی بھی فرمائی،

ابوالفداج ۲ صفحہ ۹۸ پر ہے:-

وفی ھذہ السنتہ (اعنی سنہ ثمان وثلاثین وثلاث مأئة اعادت القرامطہ الحجر الاسود الی مکہ وکان قد اخذوہ سنہ سبع عشرہ و ثلاث مأتہ-

اس حساب سے ثابت ہوا، کہ واپسی حجر اکیس سال بعد ہوئی تھی، یہ ظاہر ہے، کہ اس مدت قلیل میں ہزاروں اشخاص ایسے موجود تھے، جنہوں نے حجر کو دیکھا ہوا تھا،

بزرگان سلف کا واپسی کے بعد حجر کو اصلی حجر کے طور پر قبول کر لینا کافی دلیل ہے، اور یہ شہادت وہی درجہ رکھتی ہے، جو سامان مسروقہ کے متعلق مالک سامان کی شہادت کا فقہ اور قانون میں ہے،

جملہ کتب تواریخ سے کسی ایک شخص کا بھی اصلیت حجر کے متعلق اشتباہ ظاہر کرنا ثابت نہیں، لہذا اجماع کی دلیل بھی قطعی ہے،

یہ بھی ثابت ہے، کہ ایام غیبت حجر میں اہل حرم نے کسی اور پتھر کو وہاں نصب نہیں کیا تھا، بلکہ مقام حجر ہی کو استلام کر لیتے تھے، اس سے نتیجہ نکلتا ہے، کہ امت کسی دوسرے پتھر کو اصلی حجر کی جگہ پر رکھنے یا قبول کرنے پر کبھی رضا مند نہ تھی،

قرامطہ کا حجر اسود کو لے جانا حصول برکت و یُمن کے لئے تھا، اس لئے اصل کا باقی رہنا ضروری اور یقینی ہے، آپ کا اور کوئی مسئلہ جواب طلب میری جانب باقی نہیں رہا، فلہ الحمد، ذرا دل سے دعا کیجئے، کہ مجھے پھر حرم میں حاضری کا موقعہ ملے، وما ذالک علی اللہ بعزیز-

احقر محمد سلیمان کان اللہ لہ

انتیسواں ۲۹ خط

۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

عزیز مکرم المحترم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، ۲ر جمادی الثانی کا والانامہ پہنچا، شکر گذار منت ہوں، جو یاد آوری فرمایا، مجلتہ المنار میری نظر سے نہیں گزرا، اور سید رشید رضا کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل معلوم نہیں، بحالتِ موجودہ مَیں سمجھتا ہوں، کہ سید صاحب کی رائے ان کی نسبت بہت سخت ہے، وہب بن منبہ کا درجہ کعب احبار سے کمتر ہے، شخص اوّل کو عموماً صاحب القصص والاخبار کی معرفت سے نمایاں کیا گیا ہے، کعب احبار کا درجہ اس سے بالاتر ہے، الحمد للہ کہ مَیں نے ہر دو کی روایات پر کبھی اطمینان نہیں کیا، اور بہ ثلج قلب ان کو نہیں پڑھا، سید رشید رضا کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے میں ایسی روایات کی دو وجوہ سمجھتا ہوں، اوّل[1] یہ کہ یہود و نصاریٰ میں کتب محتویہ بائبل کے علاوہ بھی بہت سی کتب الاخبار والقصص متداول تھیں، اور یہود و نصاریٰ کے بہت سے سادہ لوح لوگ ان ناولوں اور داستانوں کو تاریخ یا روایت کا درجہ دیا کرتے تھے، ہر دو راویوں نے ان کتابوں کے مزخرفات کو بطور استہزا بیان کیا، اور مسلمان راویوں میں سے متاخرین نے یہ سمجھ لیا، کہ یہ بیانات اصل کتاب (تورات یا زبور، یا اناجیل یا دیگر صحف انبیاء) سے لئے گئے ہیں، اس وجہ کی تحت میں دو گونہ اغلاط شامل ہیں، اوّل کعب یا وہب کا اصل کتاب مروی منہ کے مستند یا غیر مستند ہونے میں فرق نہ کرنا، دوم مسلمان راویوں کا استہزاء واستغراب اور بالثقاہت میں فرق نہ کرنا، مفسرین نے بالخصوص اس بارہ میں بہت زیادہ لینت اور ارخائے عنان سے کام لیا،

دوم جن کذابوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جھوٹی روایات بیان کی ہیں، اُن میں سے بعض نے کعب اور وہب کے نام سے بھی روایات کاذبہ کو بیان کیا، میں سید رضا صاحب سے اس قدر اتفاق رکھتا ہوں، کہ کعب اور وہب کے بیان کردہ حالات بالعموم قابل استناد و استدلال نہیں، خواہ اُن سے ابن عباس جیسے صحابی نے بھی روایت کی ہو،

قابل غور یہ ہے، کہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جن کی بابت تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے، ومن عندہ علم الکتاب وہ ایسی روایات میں قطعاً خاموش ہیں، اور ان کے فرزند یوسف بن عبداللہ بھی، الغرض حدثوا عن بنی اسرائیل تو ہمارے سامنے رہا، اور لا تصدقوھم نہ رہا، بلکہ تصدقوھم سمجھ میں آگیا، مَیں نے دولتِ عظمیٰ کا نام الدولۃ العظمیٰ غالباً کبھی تجویز نہیں کیا، یہ کتاب ابھی نہیں چھپی[2]،

یہاں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جو حج سے منع کر رہا ہے، الحمد للہ کہ ان کے مکائد کا زیادہ اثر نہیں، سب کو سلام مسنون،

احقر محمد سلیمان عفی عنہ

---

[1] یعنی کعب الاحبار اور وہب بن منبہ کی بابت سید رشید رضا نے یہ لکھا تھا، کہ یہ وضاع ہے، لہٰذا انکی روایات غیر معتبر ہیں۔

[2] یہ کتاب شرح اسماء الحسنیٰ کی طرف اشارہ ہے، جس کا نام پہلے دولت عظمیٰ تجویز ہوا تھا، اب چھپ چکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسواں خط

۲۲ر رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ پٹیالہ، پنجاب

عزیز مکرم دام مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، ۵ر شعبان کا خط ۱۰ر رمضان المبارک کو ملا، الحمد للہ، میرا سابقہ خط جو آپ کو ۲۰ر شعبان کو ملا تھا، وہ ۲۵ر جمادی الثانی ہی کا لکھا ہوا تھا، مگر روانگی میں کچھ غلطی ہوئی، اس خط میں آپ نے مرفوع حکمی کے مسئلہ کا ذکر کیا ہے، جس اصول کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں، وہ مجھے بالفاظ ذیل مل گیا ہے :-

واما حکما فکاخبار الصحابی لم یخبر عن الکتب المتقدمۃ مالامجال فیہ للاجتھاد عن الاحوال الماضیۃ کاخبار الانبیاء - اوالآتیۃ کالملاحم والفتن واھوال القیامۃ - اوعن ترتب ثواب مخصوص اوعقاب مخصوص علی فعل فانہ لاسبیل الیہ الا السماع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مقدمہ المشکوۃ شیخ عبدالحق)

غالباً آپ نے اسی عبارت کی سطر اول و دوم کا ترجمہ استفسار میں کردیا ہے، میں کہتا ہوں کہ "عن الاحوال الماضیۃ کاخبار الانبیاء" کے ساتھ لم یخبر عن الکتب المتقدمۃ کی شرط بہت سخت لگی ہوئی ہے، اور اسی کے ساتھ ولم یسمع عن اسرائیلی و لم یصحب اسرائیلیاً بھی مستزاد ہوسکتا ہے،

عزیز من! محققین نے ایسے اقوال کو موقوف ہی قرار دیا ہے، اور مرفوع کہنے سے اجتناب کیا ہے،

الامام الحافظ ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان بن موسی بن ابی النصر النصری الشہر روری المتوفی ۶۴۳ھ المعروف بابن الصلاح نے اپنی مشہور کتاب المقدمہ میں صورت ہائے ذیل پر خوب بحث کی ہے :-

قول الصحابی کنا نفعل کذا اوکنا نقول کذا - ان لم یضفہ الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو من قبیل الموقوف وان اضافہ الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - فالذی قطع بہ ابو عبداللہ بن البیع الحافظ وغیرہ من اھل حدیث وغیرھم - ان ذلک من قبیل المرفوع - وبلغنی عن ابی بکر البرقانی انہ سأل ابابکر الاسماعیلی الامام عن ذلک فانکر کونہ من المرفوع -

یہ یاد رکھیے، کہ ابن الصلاح کا رجحان بجانب عبداللہ ہے، اور راقم کا رجحان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجانب امام ابوبکر اسمٰعیلی ،

ومن ھذا القبیل قول الصحابی کنا لا نری باساً بکذا ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فینا۔ اوکان یقال کذا وکذا علی عہدہٖ ۔ اوکانوا یفعلون کذا وکذا فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فکل ذلک وشبہہ مرفوع۔ مسند مخرج فی کتب المسانید۔ وذکر الحاکم ابوعبد اللہ فی ما رویناہ عن المغیرہ بن شعبہؓ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرعون بابہ بالاظافیر۔ ان ھذا یتوھمہ من لیس من اھل الصنعۃ مسنداً یعنی مرفوعاً لذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیہ ولیس بمسند بل ھو موقوف وذکر الخطیب ایضاً فی جامعہ "

اس کے بعد علامہ ابن الصلاح نے اسے مرفوع بتایا ہے ، میرے نزدیک حاکم خطیب جو موقوف بتانے والے ہیں ، وہ ابن الصلاح سے مقدم تر ہیں ،

(دوم) قول الصحابی امرنا بکذا۔ اونہینا عن کذا۔ من نوع المرفوع والمسند عند اصحاب الحدیث وھو قول اکثر اھل العلم۔ وخالف فریق منھم ابوبکر الاسمٰعیلی۔

ابن الصلاح نے قول اول کو ترجیح دی ہے ، اور دلیل یہ ہے ، کہ الفاظ امرونہی کی اضافت صاحب الامر والنہی ہی کی طرف ہوسکتی ہے ، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ، راقم بھی ابن الصلاح کے ساتھ اتفاق کر لینے میں حرج نہیں سمجھتا ، گو احتمال باقی ہے ، کہ امر کا نفاذ منجانب یکے از خلفائے راشدین یا یکے از اُمرائے جند ہو ،

(سوم) کیا قول صحابی کسی تفسیر آیتہ کے متعلق حدیث مرفوع کا درجہ رکھتا ہے ، ابن الصلاح کہتے ہیں ، کہ یہ بات اس وقت ہوگی ، جب کہ صحابی نزول آیت کا سبب بیان کرتا ہو ، لیکن صحابہ کی دیگر تفاسیر تو موقوفات میں داخل ہیں ،

(چہارم) وہ احادیث بھی حکم مرفوع میں داخل ہیں ، جب کہ راوی صحابی کا نام لیتے وقت یرفع۔ اوبیلغ بہ۔ اوینمیہ۔ روایۃ ، کے الفاظ بھی بوقت روایت بیان کرتا ہو ، مثلاً مندرجہ ذیل حدیث پر غور کرو۔

سفیان بن عیینہ عن ابی الزنادؔ عن الاعرج عن ابی ھریرۃ روایۃ تقاتلون قوماً صغار الاعین الحمر۔

یا اسی سند کے ساتھ عن ابی ھریرۃ یبلغ بہ قال الناس تبع لقریش ۔

دیکھو ! ان احادیث میں یہ کنایہ موجود ہوتا ہے ، کہ صحابی نے خود روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کر دیا ہے ، اہل علم کے نزدیک اس کا حکم مرفوع سا ہے ، راقم کو بھی اس نتیجہ سے اتفاق ہے ،

اب آپ مقدمۃ المشکوۃ کا مقابلہ ان تصریحات سے کر لیجئے ، معلوم ہو جائیگا ،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جن الفاظ کو بطور اصول بیان کیا گیا ہے، یہ صرف مختار متاخرین ہیں، اور تاخر تلاش کا نتیجہ ہے، ورنہ اس عمومیت کے ساتھ کبھی بھی قول صحابی کو مرفوع حکمی نہیں تسلیم کیا گیا، ولله الحمد استفسار کا جواب ختم ہوا،

روضۃ المناظر ہندوستان میں نہیں آئی، آپ روانہ کر سکیں، تو بھیجدیں، المحلی لابن حزم کا مجھے بہت اشتیاق ہے، میں نے کتاب کو حرمین میں بہت تلاش کیا تھا، اللہ کرے، کہ یہ کتاب جلد چھپ جائے،

بخدمت جملہ بزرگان واحباب سلام مسنون پہنچا دیجئے، اب تک ہندوستان سے ۵۰۰ حاجی روانہ ہو چکے ہیں، میں اس تردد میں ہوں، کہ اگر چند ٹیکس بڑھ گئے ہوں، تو مضائقہ نہیں، جب کہ اُن کے ساتھ حفاظت جان ومال کا اضافہ بھی ہوا ہے۔ اللہ معکم حیث ما کنتم ثم السلام علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

راقم الدعا
محمد سلیمان عفی اللہ عنہ

اکتیسواں ۳۱ خط

۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ، یوم الجمعہ، ۹ ستمبر ۲۷ء

عزیز مکرم ومحترم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، رقیمۃ الوداد مورخہ ۱۵ صفر ۱۳۴۶ھ مجھے شملہ میں ملا مجھے مشیر طبی نے مشورہ دیا تھا، کہ امسال کا موسم گرما کسی سرد مقام پر بسر کروں۔ چنانچہ میں ۱۱ محرم الحرام سے شملہ پر ہوں، جو سطح سمندر سے آٹھ ہزار فٹ بلند ہے، اب غالباً اختتام ربیع الاول پر پٹیالہ پہنچونگا، آپ نے تورات وانجیل کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔ میں اول ان کی وہ تاریخ قلمبند کرتا ہوں، جو علماء مسیحیہ سے ہم کو حاصل ہوتی ہے، یعنی ان کے الفاظ یا ان کی کتب پر غور سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، وہ درج ذیل ہے:۔

تورات، اس کا خیر، یہ تو وہ دو الواح ہیں، جو موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر تحریر شدہ ملیں، یہ دونوں الواح اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں، جب موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کے سر وریش سے الجھ گئے تھے،

تورات بعہد موسیٰ علیہ السلام لکھی گئی، اور عہد کے صندوق میں رکھی گئی، (استثناء باب ۲۵) مگر جب عہد کا صندوق ہیکل سلیمانی میں منتقل کیا گیا، تو اس صندوق کے اندر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی کتاب نہ تھی (دیکھو سلاطین اول باب ۸)

اب تسلسل قائم کرنے کے لئے فرض کر لینا چاہیئے، کہ سلیمان علیہ السلام نے پھر کہیں سے تورات کا نسخہ حاصل کیا ہوگا، اور ہیکل کے صندوق عہد میں رکھوا یا ہوگا، لیکن یہ نسخہ بھی سنہ ۵۸۶ ق م بخت نصر کے حکم سے مع ہیکل جلا دیا گیا، کتاب عزیز نبی سے ثابت ہے، کہ یروشلم کی تعمیر دوم کے وقت اصل کتاب کی تلاش کی گئی، نہیں ملی، تب حضرت عزیر نے اپنی یادداشت اور حجی و ذکریاہ (یہ والد یوحنا نبی ہیں) کی امداد سے پھر تورات کو لکھا، اسی حصہ عبرانی کا ترجمہ یونانی زبان میں، بحکم ابن تولکس کیا گیا، جسے اسپٹوجنٹ کہتے ہیں، یہ واقعہ سنہ ۳۰۰ ق م کا ہے، مگر ابن ترکس چہارم کے عہد میں اس کے سپہ سالار نے یہودیوں کی سب کتابوں کو تلاش سے جمع کیا، اور شاہی حکم سے جلا ڈالا، یہ واقعہ سنہ ۱۶۶ ق م کا ہے، ان تاریخی واقعات کے بعد جہاں تک قیاس سے کتاب کی اصلیت کی وجود احتمالی کو تائیداً پیش کیا جا سکتا ہے، ان کو مان لیجئے، سنہ ۱۶۶ ق م کے بعد ایک بوڑھا کاہن مع اپنے تین فرزندوں کے بچ رہا تھا، اس نے احیائے مذہب صحیحہ میں کوشش کی اور ایک کتاب لکھی "مقابئیس" نامی، یہود کے چند فرقوں میں وہ بھی آسمانی کتاب تسلیم کی جاتی ہے،

اناجیل اربعہ، تمام عیسائیوں کا عقیدہ بالاتفاق و بالاجماع یہ ہے، کہ ان میں سے کوئی انجیل حضرت مسیح پر آسمان سے نازل نہیں ہوئی، وہ تو حضرت مسیح کو خدا کا منصب دیتے ہوئے اس کے شاگردوں کو رسول کا درجہ دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ جو کچھ ان رسولوں نے لکھا، وہ بتائید روح القدس (یکے از اقانیم ثلثہ نہ کہ جبرئیل) لکھا، لہٰذا یہ کتابیں مقدس اور آسمانی ہیں، اناجیل اربعہ کے مصنفین میں سے متی اور یوحنا حضرت مسیح کے شاگرد ہیں، اور مرقس و لوقا شاگردان شاگرد ہیں،

پہلے متی کی انجیل بزبان عبرانی شہر یہودا واقع شام میں لکھی گئی، اب دنیا پر سے عبرانی نسخہ گم ہے، قدیم تر انجیل یونانی زبان کی پائی جاتی ہے، جس کے مترجم کا نام معلوم نہیں، موجودہ عبرانی نسخہ بھی اسی یونانی کا ترجمہ ہے، متی کے باب اول و دوم کو علمائے مسیحی الحاقی تسلیم کرتے ہیں، (کتاب الاسناد صفحہ ۵۳) مصنفہ نورٹن صاحب، یوحنا بن سشیدائی نے اپنی کتاب کو بعد از مسیح ۶۰، ۶۵ سال بعد یونانی زبان میں لکھا، مگر محققین کو یہ بھی شک ہے، کہ کیا اس کا مصنف فی الحقیقت یوحنا بن شیدائی ہے یا اس کا نام کوئی اور شخص باشندہ اسکندریہ ہے، اس انجیل کے بہت مضامین ہر سہ سے مختلف ہیں، لوقا نے ہمارے آئمہ بخاری و مسلم کی طرح التزام صحت کا دعویٰ کیا ہے، مگر فاضل نورٹن شارح اناجیل لکھتا ہے، کہ بن اعجازی باتوں کو لوقا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے لکھا ہے، ان میں جھوٹی باتیں بھی شامل ہو گئی ہیں، یہ شاعرانہ مبالغہ سے لکھی گئی ہے، اور زمانہ حال میں سچ کو جھوٹ سے میز کرنا مشکل ہے، پادری فرنچ شارح اناجیل لکھتا ہے، کہ ان اناجیل میں چار، پانچ آیتوں میں تحریف ہے، (ان آیات کا تعین نہیں کرتا) اور تیس ہزار چھوٹی موٹی غلطیاں اُن میں پائی جاتی ہیں،

یہ آپ کا قیاس صحیح ہے، کہ اس تیرہ صدیوں کے اندر بھی ان کتابوں میں بہت زیادہ تحریف ہوئی ہے، لیکن عہد رسالت پناہ میں بھی جو کتابیں یہود و نصاریٰ کے ہاتھ میں تھیں، وہ اصلی نہ تھیں، مخلوط تھیں، جن میں موٹے موٹے احکام اصلی موجود تھے، جو صحیح یادداشت کا نتیجہ تھے، زنا پر حکم رجم بھی انہی میں سے ہے، میں سمجھتا ہوں، کہ وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللّٰہ کے معنی یہی ہو سکتے ہیں، لفظ فیھا حکم اللّٰہ بہت غور طلب ہے،

اب رہا لستم علی شیئ حتی تقیموا التوراۃ والانجیل کا مفہوم، قرآن پاک کا استدلال خود مسلمات یہود و نصاریٰ پر ہے، اور بتایا گیا ہے، کہ وہ لوگ ان کتابوں پر بھی جو عہد رسالت پناہ میں اُن کے ہاتھوں میں تھیں، قائم نہ تھے، کیونکہ ان کتابوں میں بھی بہت سے احکام حلال و حرام، مواعظ و امثال اور بہت سی بشارت محمدیہ کا وجود ملتا تھا، جو حجۃ اللہ علی الخلق کا درجہ رکھتی تھیں،

دار الحدیث کے قیام کا خیال مبارک ہے، مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری کی عبارت درس بڑھی ہوئی ہے، اور مولوی ابراہیم میں مادہ تحقیق زیادہ ہے، مولوی عبداللہ صاحب فضیلت ہیں، مگر عصبیت کے ساتھ، میں قطعاً ہیچ ہوں، مجھے درس دینے کا وقت ہی نہیں ملا، البتہ قرآن پاک کی خدمت کرتا رہا ہوں، جس کے ضمن میں احادیث کی تنقید و تشریح بھی آجاتی ہے، والسلام خیر الختام،

جملہ احباب کو سلام مسنون، شیخ صاحب عبدالجبار صاحب کی خدمت میں بالتخصیص،

احقر محمد سلیمان

۳۲ بتیسواں خط

۵ رجب ۱۳۴۷ھ

مکرم و محترم بندہ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، اس وقت میرے سامنے کتاب الفصل فی الملل والنحل لابن حزم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جلد دوم کا صفحہ ۸۶ ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:-

ودخول الغار وھم (قریش) علیہ لایرونہ وفتح الباب فی حجر صلد فی جنب الغار لم یکن فیہ قط - ولوکان بعقالک لما امکنہ الاختفاء فیہ لانہ لیس بین الباب الا اقل من ثمانیہ اذرع وھو ظاھر الی الیوم کل عام وکل حین یزورہ اھل الارض من المسلمین ولو رام فتح الباب الثانی فی ذلک الحجر اھل الارض ما قدروا وا علی ازاحتہ سالما عن مکانہ - ولوکان ذلک الباب ھنالک یومئذ لراہ الطالبون لہ بلا موئونۃ لانھم لم یکونوا الا جموع قریش بعلمہ میئون کثیرۃ واثار راسہ المقدس فی ذلک الحجر واثار کتفیہ ومعصمہ وظاھر یدہ باق الی الیوم۔

امید ہے، کہ آپ نے اس مقام کو غور سے اور اطمینان سے دیکھا ہوگا، براہ مہربانی اس تمام عبارت کی شرح جس میں ذاتی نظارہ شامل ہو کر دیجئے، میں اس سے غافل ہی رہا، یہ پہلا موقع ہے، کہ ابن حزمؒ جیسے محقق کی کتاب میں یہ عبارت دیکھی، جواب کا اشتیاق رہے گا۔ والسلام

(احقر محمد سلیمان عفی اللہ عنہ)

تینتیسواں ۳۳ خط

مولانا محمد سلیمان صاحب سکنہ روڑی ضلع حصار اُن برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں، جنہیں قاضی صاحب مرحوم کے بعد مغتنمات سے سمجھنا چاہئے، آپ اگر عالم باعمل ہیں، تو صوفی کامل بھی ہیں، صاحب کشف بھی ہیں اور اہل دل بھی، (مولوی حکیم محمد عبداللہ صاحب مدیر العلاج جو صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، آپ ہی کے خلف الرشید ہیں، ہماری دلی دعا ہے، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے والد بزرگوار کا صحیح جانشین بنائے) قاضی صاحب مرحوم کو خط وکتابت ہی ہیں آپ سے محبت ہو گئی تھی، چنانچہ یہ خط ملاقات سے قبل انہیں ایام کا لکھا ہوا ہے،

ل جناب حافظ عبدالوہاب صاحب نے جواب میں یہ لکھا تھا، کہ علامہ موصوف سے غلطی ہوئی ہے غار ثور میں کوئی نشان نہیں ہے، خادم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نوٹ :- مجھے یاد آیا، کہ ایک بار قاضی صاحب مرحوم نے میرے جد امجد حضرت مولانا الحاج صوفی غلام نبی الربانی سوہدروی کے متعلق بھی فرمایا تھا، کہ ۱۹۱۲ء میں جب اُن کا پہلا خط طلبی رحمۃ للعالمین کے ضمن میں میرے پاس آیا، تو مجھے اُس خط سے توحید کی خوشبو آئی، وہ فی الواقعہ اہل اللہ میں سے تھے، قاضی صاحب مرحوم نے اپنے بھائی قاضی عبدالرحمٰن صاحب کو ان سے ملنے کے لئے بھیجا، اور ایک بار خود بھی میرے ساتھ سوہدرہ تشریف لے گئے، الحمدللہ کہ اس ناچیز کو دونوں بزرگوں سے نیازمندی کا شرف حاصل ہے، دونوں کو آپس میں محبت تھی، دونوں اکٹھے ایک ہی ماہ مئی ۱۹۳۰ء میں اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کو سدھارے انا للہ وانا الیہ راجعون،

خادم

بھٹنڈہ، ۲۱ر رمضان المبارک ۳۴۳ھ

محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ نے جو ۳۰ر شعبان کو فتویٰ بھیجا تھا، وہ واپس بخدمت گرامی کیا جا چکا ہے، میں جناب کے نام سے پہلے ہی واقف ہوں، اسلامی خدمات جس شغف ومحبت سے آپ ادا کیا کرتے ہیں، اُن سے بھی خبر رکھتا ہوں، دعا ہے، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بایں خیر وبرکت قائم رکھے،

مولانا! آج کل سخت ظلمت کا زمانہ ہے، مسلمان اسلام سے بے خبر ہیں اور دشمنان دین مسلمانوں کے خلاف سخت معاندانہ کوششیں کر رہے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لگایا ہوا باغ اُجڑ رہا ہے، خدا کے واسطے جو کچھ ہو سکے مسلمانوں کو دین سکھانے کے لئے کرتے رہیں،

روڑی جیسے تاریک گوشہ میں آپ کا وجود غنیمت ہے، براہ مہربانی وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کو ملحوظ خاطر رکھیں، ہر مسلمان دنیا پر اللہ تعالیٰ کی شہادت ادا کرنے کے لئے ایک شاہد صادق ہے، اور اس پر لازم ہے، کہ اپنی شہادت کو علانیہ ادا کر جائے،

جواب کے لئے آپ نے جو ٹکٹ ارسال فرمائے تھے، واپس ہیں، مجھے ان تکلفات کی ضرورت نہیں، والسلام مع الاکرام،

احقر محمد سلیمان عفی عنہ،

طبع فی
المطبعة العربية
[illegible]